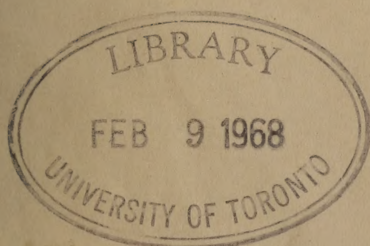


al-Suhrawardi, Yaḥya ibn Habash

Ḥikmat al-Ishrāq



۴۸٦

سرمۂ چشم بصیرت

حکمۃ الاشراق

حصۂ دوم

جس میں دل کو روشن و منور اور جام جہان نما بنانے، کشف و کرامات اور خوارق عادات کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقامات حاصل کرنے یہانتک کہ واصل بخدا ہونے کیواسطے مشاہیر حکماء اسلام و صوفیاء کرام کی سچی اور حقیقی تعلیم کا بیان ہے!

ترجمہ و مرتبہ

دعا گو

سید یٰسین علی نظامی خواہرزادۂ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ و الکتب الصوفیہ نظامیہ آستانہ شریف حضرت موصوف صوبہ دہلی!

سنہ ۱۳۳۸ ہجری و سنہ ۱۹۲۰ عیسوی

از میرزا الٰہی بخش بیگ صاحب محبوب المطابع دہلی میں چھپی

قیمت

حکمۃ الاشراق

حصۂ اول

جسکی تعریف بیان کرنا ہماری طاقت سے باہر ہے۔ علامہ قطب الدین رازی تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کتاب اس لایق ہے کہ اسکی سطریں نور کی قلم سے حور کے رخسار پر لکھی جائیں اور اسکے معانی عقل کی قلم سے دل کی لوح پر نقش کئے جائیں۔ بڑی محنت و جانفشانی سے محض اشاعتِ علم و افادۂ قوم کی خاطر اس کا اردو ترجمہ کیا گیا ہے یہ کتاب لاہور میں طبع ہو رہی ہے عنقریب شایع ہونے والی ہے ؛

حکمۃ الاشراق

حصۂ سوئم

جس میں شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ معروف بہ شیخ مقتول کی کتاب حکمۃ الاشراق کے بقیہ مضامین کا مشرح بیان ہوگا اور اس حصہ دوئم میں جو مضامین بیان کئے گئے ہیں ان کی مزید تحقیق اور پوری تفصیل و تشریح تحریر کی جائیگی جسکے ملاحظہ کے بعد سالک راہِ حق اور طالب خدا کو اپنے راستہ کے کماحقہ نشیب و فراز سے آگاہی حاصل ہو کر کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے گا کیونکہ اس کتاب کا ڈھنگ فلسفانہ و محققانہ رکھا گیا ہے۔ سلوک و معرفتِ الٰہی کے ہر ایک پہلو اور اسکے لوازمات و ضروریات پر فرداً فرداً کافی بحث کی گئی ہے اور اسکے ساتھ شیخ مقتول کی نہایت مقبول کتاب الواح کا ترجمہ بھی شامل کیا جائے گا۔ یہ کتاب ہنوز زیر تالیف ہے ؛

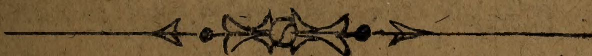
فہرست مضامین کتاب حکمۃ الاشراق حصہ دوئم

مضمون اول مسمّٰی بہ رُوحانی کہانی

از امام عامر بن طفیل علیہ الرحمۃ - یہ ایک ایسے شخص کی سوانح عمری ہے جو کسی غیر آباد جزیرہ میں بغیر ماں باپ کے مٹی سے پیدا ہُوا ایک ہرنی کو اس سے محبت ہوئی اور اس نے اپنا دودھ پلا کر پرورش کرنا شروع کیا - جب یہ سِن تمیز کو پہونچا تو محض اپنی فطرتِ سلیمہ اور عقل خداداد کے ذریعہ سے اِس نے تمام مروجہ اور ضروری علوم حاصل کیئے خود ہی باطنی علوم کے حاصل کرنے میں اپنا مرشد بنا اور خلوت وریاضت کے قواعد مقرر کئے کشف و کرامات کے مقام میں پہونچا پھر آگے ترقی کی اور واصل بحق ہُوا - یہ سارا تمثیلی واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تاکہ ناظرین کے دل میں علم حقیقی اور معرفتِ الٰہی حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو اور ان کو ایسا سیدھا راستہ بتایا جائے جس پر چلنے والے کبھی ناکام نہیں رہ سکتے *

مضمون دوئم مسمّٰی بہ نورِ نظر

از حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ اِس مختصر مضمون میں علم سلوک کے باریک سے باریک مسائل کو ایسی خوبی اور وضاحت سے بیان کیا ہے کہ جسکی تعریف ممکن نہیں نفس امارہ کو قابو میں لانے غیظ و غضب کو دفع کرنے - اتباع شریعت اور قرانِ پاک پر عمل پیدا ہونے کے متعلق عجیب وغریب بیانات ہیں *



مضمون سویم مسمیٰ بہ اسرار خلوت

از حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اندلسی قدس سرہٗ

اسکی تعریف بیان کرنی ممکن نہیں ذرا ملاحظہ کیجئے اور دیکھیئے کہ کیا چیز ہے۔ اور وہ تجربہ کی آزمودہ باتیں جو سالہاسال محنت و خدمت کرنے سے بھی حاصل نہیں ہوتیں کس طرح فراخ دلی سے آپ کی نذر اور پیش نظر کر دی گئی ہیں۔ انصاف کیجئے اور دعا دیجئے :-

مضمون چہارم مسمیٰ بہ روائح روحیہ

از حضرت محمد بن ابی سعید حسینی قدس اللہ سرّہٗ۔

طالبان خدا کے واسطے بہترین رہنما۔ عشق و محبت اور معرفت الٰہی کا مرشد کامل۔ راستہ کے نشیب و فراز بتانے اور ہر ایک دہوکہ سے بچانے والا خلوت نشین کا مونس و رفیق ÷

مضمون پنجم مسمیٰ بہ وصول الی اللہ

از حضرت ابوالجناب شیخ نجم الدین کبرےٰ قدس اللہ سرہٗ۔

خدا تک پہونچنے کے بیان میں اسم بامسمیٰ ہے ÷

مضمون ششم

یہ عجیب و غریب قابل دید مضمون حضرات متقدمین میں سے کسی بڑے بزرگ کا ہے جن کا اسم گرامی معلوم نہیں ہوا۔

حضرات ناظرین اِس کتاب کو ملاحظہ فرما کر خود کہدینگے کہ ان نایاب جواہرات کو کس تلاش و محنت و صرف زر کثیر سے بہم پہونچا کر شایع کیا ہے اب اُمید ہے کہ شائقین اِن کی خریداری کی طرف توجہ فرمائینگے تاکہ دیگر نایاب کتب شایع کرنے میں آسانی ہو

اس کتاب میں روح کو جسمانی کثافتوں سے پاک کرنے ظلمانی حجابوں سے محفوظ رکھنے اور انوار الٰہی کے ساتھ منور بنانے کا بیان ہے۔ روح بدن کی بادشاہ ہے اس کی نورانیت سے تمام بدن روشن و منور ہو جاتا ہے اسی طرح رحیم و کریم اور قدردان و نیک نیت بادشاہ کے فیض و برکت سے اسکی رعایا خوش حال و فارغ البال رہتی ہے اسی مناسبت کی بنا پر میں اپنا یہ۔

نورانی ہدیہ

اپنے روشن ضمیر اور بیدار مغز سلطان ابن سلطان خاقان ابن خاقان المشہور بالجود والسخا والاحسان۔

امیر کبیر امیر عثمان علی خاں بہادر ادام اللہ ملکہٗ و بقائہٗ

کے ملاحظہ انور و اقدس میں پیش کر کے ترقی مدارج دینی و دنیاوی کی دعا کرتا ہوں

دعا گو

سید حسین علی نظامی خواجہ زادۂ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ مہتمم دار الکتب الصوفیہ نظامیہ

آستانہ مبارک حضرت موصوف صوبہ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امام عالم فاضل کامل عارف عامل شیخ ابوجعفر بن طفیل قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں

اے میرے عزیز اور محترم دوست تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ میں تم کو حکمت اشراق کی جہاں تک میری معلومات ہے تعلیم کروں اور اس حکمت کے وہ اسرار تم پر ظاہر کردوں جو حضرت شیخ الحکما رئیس الاطبا ابوعلی بن سینا البخاری نے بیان فرمائے ہیں پس تم کو معلوم ہو کہ جو شخص حق کے راستہ پر چلنا چاہے اور سچے دل سے اسکا طالب ہے اسکو لازم ہے کہ اس حق کی تلاش و جستجو میں کمر ہمت کو چست باندہے اور پورے طور سے کوشش کرے۔ تمہارے اس سوال نے مجھکو ایک بہت اچھے اور نیک کام پر آمادہ کیا کیونکہ بفضل الٰہی میں ایسے حال کے مشاہدہ سے سرفراز ہوچکا ہوں جو پہلے کبھی میں نے مشاہدہ نہ کیا تھا اور جس نے مجھکو ایسے انتہائی مقام میں پہونچایا ہے جو سراسر غرابت ہے زبان اس کے وصف سے عاجز اور بیان اوس کے اظہار سے قاصر ہے کیونکہ وہ عالم اس عالم سے نرالا اور بالکل جداگانہ ہو مگر یہ بھی ضرور ہے کہ جو شخص اس عالم کی لذت و سرور اور فرحت و حبور سے سرفراز ہوتا ہے ممکن نہیں کہ اوسکو پوشیدہ رکھ سکے اور وہاں کے راز کو ظاہر نکرے بلکہ طرب و نشاط اور سرور و انبساط میں اسکی زبان سے کچھ نہ کچھ نکل ہی جاتا ہے مفصل نہیں تو مجمل ہی سہی۔ پھر اگر یہ شخص علم و فضل میں اعلےٰ قابلیت نہیں رکھتا تو کوئی غیر محصل جملہ اسکی زبان سے صادر ہوتا ہے جیسا کہ بعض مشائخ نے اسی مقام میں سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ[۱] اور بعض نے انا الحق اور بعض نے لیس فی الثوب الا اللہ[۲] فرمایا ہے مگر شیخ کامل ابوحامد محمد بن غزالی جب اس مقام میں پہونچے تو یہ بیت انکی زبان پر جاری ہوئی

فَکَانَ مَا کَانَ مِمَّا لَسْتُ اَذْکُرُہٗ ✦ فَظُنَّ خَیْرًا وَلَا تَسْئَلْ عَنِ الْخَبَرِ[۳]

---

[۱] پاک ہوں میں کیا ہی بڑی شان ہے میری ہو [۲] کپڑے میں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہے ۱۲

[۳] پس جو کچھ تھا وہ تھا جسکو میں ذکر نہیں کرسکتا تم نیک گمان کرو اور حال نہ پوچھو ۱۲

کیونکہ معارف اور علوم نے آپ کو ثابت قدم اور حاذق وراسخ بنادیا تہا اسواسطے غیر محصل کلام آپ سے
سرزد نہ ہوا اور ابوبکر بن صائغ کے قول پر نظر کر وجدان الفاظ کے ساتھ مقام اتصال کی صفت بیان
کرتے ہیں کہ جب معنی مقصود اس کی کتابت سے مفہوم ہوے تو اوسوقت ظاہر ہوا کہ یہ بات ممکن نہیں
ہے کہ علوم متعارفہ میں سے کوئی معلوم ایک رتبہ میں ہو اور اس کا متصور انہیں معنوں کے فہم کے ساتھ
دوسرے رتبہ میں ہو جس کے اندر وہ اپنے نفس کو تمام ماتقدم سے خلاف دیکھے مع دیگر اعتقادات کے
جو ہیولانی نہیں ہیں بلکہ اس مرتبہ سے بھی بلند تر ہیں کہ انکو حیات طبعی کی طرف منسوب کیا جائے بلکہ
وہ احوال نیک بختوں کے احوال ہیں اس لایق ہیں کہ انکو احوال الٰہیہ کہا جاسے کیونکہ وہ احوال حیات
طبیعی کی ترکیب سے منزہ ہیں اور خداوند تعالےٰ انکو اپنے فضل سے اپنے جس بندہ کو چاہتا ہے
بخشش فرماتا ہے۔

یہ مرتبہ جس کی طرف ابوبکر نے اشارہ کیا ہے یہ علم فکر ہے اور بحث نظری کے ذریعہ سے حاصل
ہوتا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ مرتبہ ابوبکر بن صائغ کو حاصل تہا اگرچہ وہ اس میں مشاہدہ کے
طریق سے داخل نہ ہوئے تھے ہم نے اوّل جس مقام کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس سے علیحدہ ہے اگرچہ
معنی یہ دونوں ایک ہیں کیونکہ ان میں سے ایک میں جو بات منکشف ہوتی ہے وہی دوسرے میں
منکشف ہوتی ہے صرف فرق اتنا ہے کہ جو کشف فکر و نظر کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے اس میں زیادہ
وضاحت اور ظہور نہیں ہوتا اور مشاہدہ میں جو کشف حاصل ہوتا ہے اسکے وضوح و ظہور کی کچھ حد و
نہایت نہیں ہے پھر یہ مشاہدہ ایک ایسے امر کے ساتھ ہوتا ہے کہ جسکو ہم مجازاً بجز قوت کے اور کچھ
نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جمہوری الفاظ اور خصوصی اصطلاحات میں کوئی نام ایسا نہیں ہے جو اسکے مفہوم
پر کافی دلالت کرے یہ حال جسکا ہم نے ذکر کیا اور جس کی طرف تمہارے سوال میں اشارہ ہے یہ انہیں
احوال میں سے ہے جن پر شیخ ابوعلی نے تنبیہ کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب سالک ریاضت اور
مجاہدہ کے ذریعہ سے اس مقام میں پہنچے کہ اسکے خیالات یکسو ہو کر نور حق کی چمک اس پر آنے لگے

اور بجلیاں کوندتی ہوئی دکھائی دیں اور یکایک چمک کر غائب ہو جائیں پہر بتدریج بڑہنے لگیں اور غیر وقت
ریاضت میں بھی اسکی نظر سے پوشیدہ نہ ہوں۔ پہر یہ جناب قدس میں اسقدر مشغول ہو کہ سب طرف سے
نور اس پر محیط ہو جائے اور یہ ہر چیز میں حق ہی حق دیکھنے لگے بعد ازاں ریاضت اس کو ایسے مقام میں
پہونچاوے کہ پورا اطمینان حاصل ہو اور معرفت کاملہ سے سرفرازی پائے اور پہلے جو شہاب اور بجلیاں
نظر آتی تہیں اب وہ نگاہ کے سامنے قائم ہو جائیں۔ غرضکہ انتہا اسکی یہ ہے کہ اس کا دل جمال حق کا آئینہ
بنے اور ذات حق کا جلوہ اسکے اندر دیکھ لے۔ اس مقام میں ایک نظر اسکی حق کی طرف اور دوسری اپنے
نفس کی طرف ہوگی اور اس حالت میں یہ متردد رہیگا پہر اس کا نفس بہی اسکی نظر سے غائب ہو کر اس کا
تردد رفع ہوگا اور صرف ذات حق ہی اسکے ملاحظہ میں باقی رہے گی اسوقت یہ واصل بحق کہلائیگا۔

یہی وہ احوال ہیں جنکو شیخ الحکما شیخ ابو علی بن سینا نے بیان فرمایا ہے اور اس بیان کرنے سے
انکا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں ان کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو اور ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ
سے انکا ذوق حاصل کریں کیونکہ یہ ذوق فکر و ادراک نظری کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوتا۔ تمہارے اطمینان
خاطر کے واسطے میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جس سے یہ مضمون بخوبی تمہاری سمجھ میں آجائیگا اور دونوں
کا درمیانی فرق تم جان لوگے۔ دیکھو ایک شخص اندہا پیدا ہوا مگر اسکی فطرت نہایت سلیم تھی اور فہم و
ذکا اعلیٰ درجہ کا رکہتا تہا اس سبب سے یہ اپنے شہر کے تمام گلی کوچوں اور اپنے دوستوں و احبابوں سے
واقف تہا اور نیز بعض بعض علامات سے حیوانات و جمادات وغیرہ کل چیزیں بہی اسکو پہچان تھی اور
یہ بغیر کسی رہبر کے تمام شہر میں پہرتا اور صرف آہٹ ہی سے اپنے دوست کو پہچان کر سلام کرتا تہا اور رنگ
و صورت کی نام اور تعریف بہی اسکو معلوم تھی پہر یکایک اسکی آنکہیں روشن ہوگئیں اور ہر چیز کو اس نے
اپنی معلومات کے مطابق پایا اور تمام شہر میں چکر لگا کر اس نے دیکھ لیا کہ اس کے اعتقاد کے خلاف کوئی
چیز نہیں ہے مگر دو باتیں بہت بڑی اسکو اس وقت ایسی حاصل ہوئیں جو پہلے حاصل نہ تہیں اور
جن میں سے ایک دوسری کی تابع ہے یعنی زیادہ وضوح اور لذت عظیمہ۔ بس یہی حال یعنی اس
اندہے کا سا ان لوگوں کا غور کرو۔ جو مقام ولایت میں نہیں پہونچے ہیں محض فکر و نظر ہی سے تمام احوال

معلوم ہوگئے اور یہی وہ امور ہیں جن کی نسبت ابوبکر نے کہا ہے کہ یہ حیات طبیعی کی طرف نسبت کئے جانے
سے بلند مرتبہ رکھتے ہیں خداوند تعالیٰ ہی اپنے فضل سے اِن کو جس کے لئے چاہتا ہے بخشش فرماتا ہے
اب رہے وہ لوگ جو مقام ولایت میں پہونچ گئے ہیں اور خداوند تعالیٰ نے ان لوگوں کو وہ چیز عنایت
کی ہے جس کی نسبت ہم کہہ آئے ہیں کہ ہم اس کو مجازاً قوت کہتے ہیں یہ دوسری حالت ہے یعنی انکھوں
والوں کی سی جو فکر و نظر کی محتاج نہیں ہے۔ اس بیان سے تم کو یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ تمہارا مطلوب اِن
دو غرضوں میں سے ایک سے ضرور وابستہ ہے۔ یعنی یا تو یہ کہ تم اس چیز کا سوال کرتے ہو جسکو اہل مشاہدہ
اور اصحاب ذوق مقام ولایت میں ملاحظہ کرتے ہیں تو یہ ایسی چیز ہے جسکو کتاب میں تحریر کرنا یا زبان
سے بیان کرنا ممکن نہیں اور اگر کوئی اس بات کی تکلیف بھی کرے تو اسکا بیان مفہوم کے خلاف اور
علم نظری کے قبیل سے ہو جائیگا۔ کیونکہ جب یہ بیان حروف و اصوات کا لباس پہنکر عالم شہادت سے
اہل نظر کے ادراک سے میری یہاں وہ چیز مراد نہیں ہے جو وہ عالم طبیعت سے ادراک کرتے ہیں

اور نہ اہل ولایت کے ادراک سے میری وہ چیز مراد ہے جو وہ عالم مابعد الطبیعۃ سے ادراک کرتے ہیں جیسے
کہ ابوبکر کا ادراک تھا مگر ان کے ادراک میں یہ ضروری شرط ہے کہ حق اور صحیح ہو اور نہیں سے ان دونوں
ادراکوں کا درمیانی فرق لذت عظیم اور زیادہ وضوح کے معلوم ہوتا ہے اور ابوبکر نے اس لذت
کے بیان کو قرار دیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ لذت قوت خیال کو حاصل ہوئی ہے اور وعدہ کیا ہے
کہ وہ سعدا کی حالت کو نہایت وضاحت سے بیان کرینگے مگر ان سے یہ کہنا چاہیے کہ تم کو اس چیز کا
مزہ بیان کرنا چاہتے ہو جو تم نے چکھی ہی نہیں اور نہ تم کو صدیقوں کی گردنیں پھلانگنی زیبا
ہیں مگر انہوں نے اس وعدہ کو پورا ہی نہیں کیا شاید کہ وہ جو اکثر عدیم الفرصتی اور
تنگ وقتی کی شکایت کرتے ہیں اسی سبب سے ان کو فرصت نہ ہوئی ہوگی یا یہ خیال کیا
ہوگا کہ اگر وہ اس حال کو بیان کریں گے تو انکی بہت سی باتیں جھوٹی ہو جائیں گی مثلاً
جیسے کہ انہوں نے لوگوں کا مال جمع کرنے پر رغبت دلائی ہے اور کسب مال کے بہت سے حیلے
بنائے ہیں یہ بیان اگرچہ ہمارے مقصود سے خارج تھا مگر حسب ضرورت تحریر ہوا ۔

قریب ہوگا تو اپنے اصلی مفہوم پر قائم نہ رہے گا بلکہ بہت سے اختلافات اس کے اندر پیدا ہو جائیں گے
اور سیدھے رستہ سے لوگوں کو لغزش واقع ہوگی بلکہ یہ گمان کرینگے کہ دوسروں نے بھی لغزش کھائی
ہے حالانکہ وہ سیدھے رستہ پر تھے اس کا سبب یہ ہے کہ یہ امر لانہایت ہے اس نے اپنے ماسوا
سب کا احاطہ کیا ہے اور اس کا احاطہ کسی نے نہیں کیا۔

دوسری غرض یہ ہے کہ تم اس امر کی تعریف اہل نظر کے طریق پر چاہتے ہو تو ہاں اس کا تحریر
میں لانا اور بیان کرنا ممکن ہے مگر پھر بھی اسکو کبریت احمر سے زیادہ نایاب سمجھنا چاہئے اور خصوصاً ہما
اس زمانہ میں کاملین کا کال پڑگیا ہے اور ان کے شاگردان و مریدان میں سے کوئی ایک آدہ ہی کمال
کو پہونچتا ہے پھر یہ لوگ سوائے رمز و اشارہ کے اور کچھ بیان نہیں کرتے ہیں کیونکہ ملت حنفیہ اور
شریعت محمدیہ نے اس کے اندر غور و خوض کرنے سے ممانعت کر دی ہے۔

تم یہ نہ سمجھ لینا کہ جو فلسفہ ارسطاطالیس کی کتابوں اور ابی نصر کے رسائل اور شفا و شیخ میں سطور
ہے وہ تمہاری اس غرض کو پورا کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور نہ یہ خیال کرنا کہ اہل اندلس میں سے کسی نے
اس کے متعلق کوئی کافی تحریر لکھی ہے کیونکہ اندلس میں جو ذہین اور طباع لوگ منطق و فلسفہ کی اشاعت
سے پہلے پیدا ہوئے تھے اونہوں نے دینی علوم کی تعلیم میں اپنی عمریں صرف کیں اور بہت تھوڑا
مرتبہ حاصل کیا بس اس سے زیادہ یہ لوگ اور کچھ نہ کر سکے پھر ان کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے اونہوں
نے کچھ علم منطق ہی حاصل کیا مگر حقیقت کمال کو نہیں پہونچے انہیں میں سے کسی کا قول ہے

بَرِحَ بِیْ اَنَّ عُلُوْمَ الْوَرٰی اِثْنَانِ مَا فِیْهِمَا مِنْ مَزِیْدٍ
حَقِیْقَةٌ یُعْجِزُ تَحْصِیْلُهَا وَبَاطِلٌ تَحْصِیْلُهٗ مَا یُفِیْدُ

پھر ان کے بعد جو لوگ پیدا ہوئے وہ بہ نسبت اپنے بزرگوں کے علوم نظری میں زیادہ حاذق
اور حقیقت سے قریب تر تھے ان میں ہمارے نزدیک ابو بکر صائغ سے زیادہ کوئی ذہین کا تیز

ف۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ لوگوں میں دو قسم کے علم ہیں اور ان سے زیادہ کوئی تیسرا علم نہیں ہو ایک وہ
ایک وہ علم حقیقت ہی جس کے حاصل کرنے سے عاجز ہیں اور دوسرا وہ علم وہ باطل ہو جس کے حاصل کرنے سے کچھ فائدہ نہیں

اور ثاقب نہ ہوگا مگر افسوس ہے کہ یہ بیچارے دنیا کے دہندوں میں ایسے پھنسے کہ آخری وقت تک
چھٹکارا نہ ہوا اسی سبب سے ان کے علمی خزانے اور حکمت کے اسرار پوشیدہ رہے انکی اکثر تالیفات
ناتمام ہیں اور جو دو چار پوری ہیں وہ نہایت مختصر رسالے ہیں۔ مثلاً کتاب النفس و تدبیر المتوحد
اور کتاب المنطق و علم الطبیعہ وغیرہ آخر سے ناتمام ہیں اور اسکے علاوہ انکی تصانیف کی عبارتیں
بھی ناقص ہیں۔ یقین ہے کہ اگر انکو فرصت ہوتی تو ضرور ان کی اصلاح کرتے۔

بس ان شخص کا علمی تحفہ جو ہم کو پہونچا ہے اس کا یہ بیان ہوا اور باقی ان سے ہماری ملاقات
نہیں ہوئی نیز ان کے کسی ہمعصر کی بھی جو علم و معرفت میں ان کا ہم پایہ ہو ہم نے کوئی تالیف نہیں دیکھی
انہی لوگوں کے بعد ہمارے ہمعصر جو لوگ ہیں وہ حد کمال کے پہونچنے سے پہلے ہی توقف میں
رہگئے یا ایسے ہیں جنکی خبر ہم کو نہیں پہونچی اب رہیں ابو نصر فارابی کی کتابیں ان میں سے اکثر منطق میں
ہیں اور جو فلسفہ میں بھی ہیں وہ شکوک و شبہات سے لبریز ہیں۔ چنانچہ اونہوں نے کتاب ملۃ فاضلہ
میں نفوس شریرہ کا الام لانہایت میں باقی رہنا ثابت کیا ہے۔ پھر کتاب سیاست مدینہ
میں لکھتے ہیں کہ یہ نفوس موت کے بعد منحل ہو کر عدم میں چلے جائیں گے۔ بقا صرف نفوس فاضلہ
ہی کے واسطے ہے۔ پھر کتاب الاخلاق میں سعادت انسانی کو بیان کر کے لکھتے ہیں کہ یہ صرف اسی
زندگانی میں ہوتی ہے۔ پھر اسکے آگے ایسا کلام کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اسکے علاوہ
جو کچھ بیان ہے وہ سب لغو اور ہذیان ہے۔ اس بیان سے اونہوں نے تمام مخلوق کو رحمت
سے ناامید کر دیا کیونکہ نیک و بد سب کو ایک لکڑی عدم ہی کی طرف ہانکدیا ہے اور یہ ان سے
ایسی لغزش ہوئی ہے۔ جس کی تلافی ممکن نہیں۔ پھر باوجود اسکے نبوت کے متعلق یہہ
نہایت فاسد اعتقاد رکھتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک نبوت **قوت خیالی** کا کرشمہ ہے اور
فلسفہ کو نبوت پر ترجیح دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکے بیان کرنے
کی ہم کو یہاں ضرورت نہیں ہے۔

ارسطاطالیس کی کتابوں کے تمام مضامین شیخ ابو علی نے اپنی کتابوں میں

نقل کرتے ہیں۔ اور انہیں کا مذہب اختیار کیا ہے۔ چنانچہ کتاب شفا میں بھی فلسفہ مذکور ہے مگر ابتدائے کتاب میں خود شیخ ہی نے تصریح کر دی ہے کہ میرے نزدیک حق یہ نہیں ہے جو میں اس کتاب میں بیان کرتا ہوں یہ کتاب مشائین کے مذہب کے موافق لکھی ہے جس کو حق صریح کی تلاش ہو وہ فلسفہ مشرقیہ کی کتابیں ملاحظہ کرے جس شخص نے ارسطاطالیس کی کتابوں اور کتاب شفا کا مطالعہ کیا ہوگا اُسنے دونوں کو اکثر امور میں متفق پایا ہوگا اگرچہ کتاب شفا میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جو ارسطو سے ہم کو نہیں پہونچیں۔ بس اب ثابت ہوگیا کہ کتب ارسطو اور کتاب شفا کمال کو نہیں پہونچا سکتی ہیں جیسا کہ شیخ نے متنبہ کر دیا ہے۔

شیخ ابو حامد غزالی اپنی کتابوں میں کہیں کچھ اور کہیں کچھ لکھتے ہیں۔ چنانچہ کتاب تہافۃ الفلاسفہ میں انہوں نے فلسفیوں کے کافر ہونے کا یہ سبب بیان کیا ہے کہ یہ حشر جسد اور ثواب وعقاب کے منکر ہیں پھر اول کتاب میزان میں میں لکھتے ہیں کہ یہی اعتقاد شیوخ صوفیہ کا ہے اور پھر کتاب منقذ من الضلال والمفصح بالاحوال میں لکھتے ہیں کہ میرا اعتقاد وہی ہے جو صوفیہ کا ہے اور اس بات پر ان کا اعتقاد طویل بحث کے بعد قائم ہوا غرضکہ اس قسم کی باتیں انکی کتابوں میں بہت ہیں جو شخص غور کی نظر سے دیکھے گا اس کو معلوم ہو جائیگا پھر آخر کتاب میزان العمل میں اس بات سے انہوں نے معذرت کی ہے یعنی لکھتے ہیں کہ رائیں تین قسم کی ہیں ایک وہ رائے ہے جو جمہور کی رائے سے موافقت و مشارکت رکھتی ہو اور ایک رائے وہ ہے جو ہر ایک سائل کے لحاظ سے بیان کی جاتی ہے اور ایک رائے وہ ہے جو انسان اور اس کے دل کے درمیان ہوتی ہے اس رائے پر سوا اس شخص کے جو اس کا ہم اعتقاد ہے اور کوئی مطلع نہیں ہوتا پھر کہتے ہیں کہ اگر الفاظ میں یہ عیب نہ ہوتا کہ یہ تمہارے موروثی اعتقاد میں شک ڈالدیتے ہیں تو ان سے کافی نفع پہونچتا کیونکہ جس نے شک نہیں کیا اوس نے نظر نہیں کی اور جس نے نظر نہیں کی اُس نے نہیں دیکھا اور جس نے نہیں دیکھا وہ نابینائی اور حیرت میں رہا پھر یہ بیت لکھی ہے

خُذْ مَا تَرَاهُ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهٖ ؛ فِي طَلْعَةِ الشَّمْسِ مَا يُغْنِيكَ عَنْ زُحَلٍ

بس ان کی تعلیم کی یہ صورت ہے جو مذکور ہوئی اور اکثر کلام ان کا رمز و اشارہ پر مبنی ہے جس سے وہ ہی شخص نفع حاصل کرسکتا ہے جو ان سے واقف ہو یا کسی شخص کی فطرت ایسی سلیم اور تیز ہو کہ وہ ایک ادنا اشارہ کو سمجھ لے۔ کتاب جواہر میں لکھتے ہیں کہ انکی بعض کتابیں ایسی پُر اشارات ہیں کہ نااہل ان سے نفع نہیں اٹھا سکتا اور ان کے اندر حق صریح کا بیان ہے۔ ہمارے نزدیک اندلس میں ان کتابوں میں سے کوئی کتاب نہیں پہونچی ہاں انکے علاوہ اور کتابیں پہونچی ہیں جنکو بعض لوگ انہیں کتابوں میں سے شمار کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے نہیں میں ایک معارف عقلیہ ہے اور ایک کتاب النفخ والتسویہ اور کتاب مسائل مجموعہ ان کے علاوہ ہے ان کتابوں میں اگرچہ اشارات ہیں مگر کوئی ایسی بات نہیں ہے جو اور مشہور کتابوں میں نہ ہو بلکہ ان سے زیادہ باریکیاں کتاب مقصد اسنے میں ہیں اور خود انہوں نے بیان کردیا ہے کہ کتاب مقصد اسنے ان محفوظ کتابوں میں سے نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کتابیں اور ہیں۔

بعض متاخرین نے امام غزالی کے اس کلام سے جو انہوں نے آخر کتاب مشکاۃ میں محجوبین کا ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے سخت وہم کیا ہے جس سے نجات ممکن نہیں چنانچہ یہ انوار سے محجوبین کا ذکر کرکے جب واصلین کے ذکر میں پہونچے ہیں تو بیان کیا ہے کہ یہ لوگ اس بات پر واقف ہوئے کہ یہ موجود ایک ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہے جو وحدانیت محضہ کے منافی ہے اس بات سے یہ لازم ہوا کہ انکا عقیدہ ذات باری میں کثرت کا ہے۔ تَعَالَی اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔

ہم کو اس بات میں شک نہیں ہے کہ شیخ ابو حامد غزالی ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے سعادت تصوف کے ساتھ سرفرازی پائی ہے اور وصل کے شریف اور مقدس مقام میں پہونچے ہیں مگر ان کی وہ کتابیں جو علم مکاشفہ پر مشتمل ہیں ہم کو نہیں پہونچیں اور اب ہمارا مبلغ علم جو ہے جو ہم نے شیخ ابو علی اور امام ابو حامد غزالی کے کلام سے تتبع کیا ہے اور انکو باہم ترتیب دیکر جمع کرلیا ہے اور پھر اسکے ساتھ ان رایوں کو بھی مرتب کیا ہے جو اس ہمارے زمانہ میں پیدا ہوئی ہیں

یہاں تک کہ پہلے تو حق ہمارے سامنے بحث و نظر کے طور سے قائم ہوا پھر اب ہم نے اسی کی بدولت مشاہدہ کے ساتھ یہ ذوق حاصل کیا اور اپنے آپ کو اس لائق پایا کہ اس بیان میں یہ رسالہ تصنیف کریں۔ اور اے سائل تم کو ہم یہ ایسا تحفہ پیش کرتے ہیں جو تم سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا ہے اور جو علم کہ ہمارے پاس ہے اسپر ہم نے تم کو مطلع کر دیا ہے اور ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ تم صرف اسی پر قناعت کر لو بلکہ ہماری خوشی یہ ہے کہ تم اس سے بھی اعلےٰ درجات حاصل کرو اگرچہ تم نے ہماری نسبت اپنا گمان نیک کر لیا ہے تو یہ تمہاری محبت و الفت کا باعث ہے نہ یہ کہ ہم اس بات کے مستحق ہیں اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم کو اس راستہ پر چلائیں جس پر تم سے پہلے ہم چل چکے ہیں اور تم کو ہم اس دریا میں طیرائیں جسکو ہم نے تم سے پہلے عبور کر لیا ہے تاکہ تم ان باتوں کا مشاہدہ کرو جنکو ہم نے مشاہدہ کیا ہے اور اپنے نفس کی بصیرت کے ساتھ اس بات کو تحقیق کرو جسکو ہم نے تحقیق کیا ہے اور پھر تم کو اپنی ذاتی معرفت کے ساتھ ہماری معرفت کی پرواہ نہ رہے۔

اس مقام کے حصول کے واسطے ایک کافی مدت درکار ہے اور وہ بھی نہایت اطمینان کے ساتھ جس میں کوئی اور فکر دامنگیر نہ ہو۔

اگر یہ عزم تمہارا بالجزم اور قصد مصمم ہے تو دونوں جہاں میں تم نیک نام ہوگے اور اپنی محنت کی راحت پاؤگے۔ خدا تم سے راضی ہوگا اور تم خدا سے راضی ہوگے امید ہے کہ میں تم کو نہایت محفوظ راستہ سے جلد منزل مقصود پر پہنچا دونگا اور اس غرض سے کہ تمہارا شوق دوبالا ہو کر تم اسطرف متوجہ ہو میں تمہارے سامنے حی بن یقظان اور اسال و سلامان کا قصہ بیان کرتا ہوں جس کو دراصل شیخ ابو علی نے ذکر کیا ہے اس قصہ میں اہل عقل کے واسطے عبرت اور کان دھر کر سننے والوں کے واسطے نصیحت ہے۔

حی بن یقظان کا قصہ

بزرگان متقدمین بیان فرماتے ہیں کہ جزائر ہند میں سے ایک جزیرہ خط استوا کے نیچے واقع ہے اور اس جزیرہ میں بغیر ماں باپ کے انسان کی پیدائش ہوتی ہے اس جزیرہ میں ایک درخت ہے

کہ جس کے پھل عورتوں کی ہم شکل ہوتے ہیں۔ مسعودی نے اپنی کتاب میں جواری الوقواق لکھا ہے یہ جزیرہ بہ نسبت تمام روئے زمین کے معتدل اور خوش آب و ہوا ہے ہمیشہ آفتاب کا نور بطور اکمل اسپر پرتو افگن رہتا ہے۔ بعض لوگ تو اس بات پر کامل اعتقاد رکھتے ہیں کہ حی بن یقظان

یہ بات جمہور فلاسفہ اور کبار اطباء کے خلاف ہے کیونکہ اُن کے نزدیک تمام اقالیم میں معتدل چوتھی اقلیم ہے۔ پس اگر اطبا کا یہ قول اس سبب سے ہے کہ ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ خط استوا کے نیچے کسی مانع ارضی کے سبب سے عمارت نہیں ہے جیسا کہ ان میں سے بعض حضرات نے بصراحت بیان کیا ہے تو انکے اس قول کی کہ چوتھی اقلیم معتدل ترین اقالیم ہے کوئی وجہ ہو گی اور اگر انکا یہ مطلب ہے کہ خط استوا پر سخت گرمی ہے جیسا کہ ان میں سے بعض نے بیان کیا ہے تو یہ خطا ہے اور اسکے خلاف برہان قائم ہے اور وہ یہ ہے کہ علوم طبعیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ حرارت پیدا ہونیکے یہ تین سبب ہیں ایک حرکت اور ایک اجسام حارہ کی ملاقات اور ایک روشنی اور یہ بھی انہیں میں بیان کیا گیا ہے کہ سورج بذات خود غیر حارہ ہے بلکہ وہ بذاتہا کسی کیفیت مزاجی کے ساتھ متکیف نہیں ہے اور یہ بھی وہیں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اجسام جو صقیل غیر شفاف ہیں روشنی کو خوب قبول کر لیتے ہیں اور پھر اجسام کثیفہ بھی تھوڑا بہت روشنی کو قبول کرتے ہیں سوا اجسام شفافہ کے کہ یہ کسی طرح روشنی کو قبول نہیں کرتے ہیں یہ برہان شیخ ابوعلی کے سوا ان سے پہلے کسی نے بیان نہیں کی ہے پھر جب یہ برہان پوری ہو گئی اور یہ مقدمات صحیح ہو گئے تو ان سے یہ بات لازم ہوئی کہ سورج زمین کو گرم نہیں کرتا ہے جیسے کہ اجسام حارہ مماست کے ساتھ دوسرے اجسام کو گرم کرتے ہیں کیونکہ شمس فی ذاتہا غیر حارہ ہے اور نیز زمین حرکت کے ساتھ بھی گرم نہیں ہوتی ہے کیونکہ زمین ساکنہ ہے اور سورج کے اس پر چمکنے اور غروب ہونے کے وقتوں میں یہ ایک ہی حالت پر رہتی ہے اور پھر ان وقتوں میں زمین کے گرم و سرد ہونے کی حالت حس پر ظاہر ہے اور نیز یہ بات بھی ظاہر ہے کہ سورج پہلے ہوا کو گرم کر کے پھر اُسکے ذریعہ سے زمین کو گرم نہیں کرتا ہے کیونکہ ہم اُس ہوا کو جو زمین سے قریب ہوتی ہے بہ نسبت اس ہوا کے جو زمین سے دور ہوتی ہے زیادہ گرم پاتے ہیں گرمی کے موسم میں۔ پس معلوم ہوا کہ سورج کا زمین کو گرم کرنا صرف

اس جزیرہ میں بغیر ماں باپ ہی کے پیدا ہوا تھا اور بعض لوگ اس بات کے منکر ہیں اور اس کی پیدائش کا دوسرا واقعہ بیان کرتے ہیں جسکی تفصیل یہ ہے کہ اس جزیرہ کے مقابل اور ایک جزیرہ نہایت معمور آباد تھا اور وہاں کے بادشاہ کی ایک بہن نہایت حسین و صاحب جمال تھی مگر یہ بادشاہ بہ سبب غیرت و حمیت کے اپنی بہن کی شادی نکرتا تھا آخر مجبور ہو کر اسکی بہن نے خفیہ طور سے شادی کر لی اور تھوڑے ہی دنوں میں اُسکے ہاں بچہ پیدا ہوا جسکو اس نے اپنے بھائی یعنی بادشاہ کے خوف سے ایک صندوق میں بند کر کے خدا کے سپرد اور سمندر کے حوالہ کر دیا۔ خدا کی قدرت سے یہ صندوق

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۳) روشنی کے ذریعہ سے ہے کیونکہ حرارت ہمیشہ اضاءت کے تابع ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ اگر مقعر شیشہ میں بشدت روشنی پڑے تو وہ اپنے مقابل کی چیز کو مشتعل کر دیگا۔

علوم تعالیم میں براہین قطعیہ کے ساتھ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ شمس کروی الشکل ہے اور زمین کی شکل بھی کروی ہے اور سورج بہ نسبت زمین کے بہت بڑا ہے اور زمین کا جو حصہ سورج کی شعاع سے روشن ہوتا ہے وہ ہمیشہ اسکے نصف سے زیادہ ہوا کرتا ہے پھر اس نصف کا بھی درمیانی حصہ زیادہ روشن ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ حصہ محیط دائرہ سے زیادہ فاصلہ پر واقع اور سورج کے ٹھیک مقابل ہوتا ہے اور جو حصہ محیط دائرہ سے زیادہ قریب ہوگا وہی زیادہ اندھیرا ہوگا چنانچہ محیط دائرہ پر سراسر ظلمت ہوگی اور جس جگہ کے رہنے والوں کے جس وقت سورج سمت الراس پر آئیگا تو اس وقت وہاں سب سے زیادہ گرمی ہوگی اور اگر ایسی جگہ ہے کہ وہاں کے لوگوں کی سامتیت سے سورج دور رہتا ہے تو وہاں سردی زیادہ ہوگی اور اگر قریب رہتا ہے تب وہاں گرمی زیادہ ہوگی علم ہیئت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ خط استوا کے رہنے والوں کے سمت الراس پر سورج سال بھر میں دو مرتبہ آتا ہے ایک جبکہ وہ برج حمل میں حلول کرتا ہے اور ایک جب وہ میزان میں حلول کرتا ہے اور سال بھر میں چھ مہینہ یہ جنوب میں رہتا ہے اور چھ مہینہ شمال میں۔ پس اس حساب سے خط استوا کے نیچے نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے نہ زیادہ سردی بلکہ اکثر اوقات معتدل موسم رہتا ہے اگرچہ اس بیان کی زیادہ تفصیل درکار تھی مگر چونکہ ہمارے مطلب سے خارج ہے لہذا ہم اسکو قلم انداز کرتے ہیں اور یہ بیان بھی جو ہم نے

بہتا ہوا اس جزیرہ میں پہونچا مد کے سبب سے پانی کا چڑھاؤ تہا یہ صندوق ایک جھاڑی میں
الجھ کر رہگیا اور پانی کے اتار کے بعد ہوا کے زور سے ادہر اودہر کی مٹی اسکے گرداگرد اکہٹی ہوگئی اور آئندہ
کے واسطے پانی کی آمد اس کے نزدیک بند کردی۔ بچہ بھوک کی شدت سے صندوق کے اندر رونے لگا
ایک ہرنی اپنے بچہ کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی جسکو بھٹ سے نکلتے ہی عقاب نے شکار کر لیا تہا اس ہرنی
کے کان میں جو اس بچہ کی آواز آئی وہ اسکو اپنا بچہ سمجھکر اس کے قریب پہونچی اور اپنے کھر صندوق
پر مارنے شروع کئے صندوق چونکہ سمندر کی امواج اور تلاطم کے صدمہ سے مضمحل ہوگیا تہا ایک تختہ اس کا
اکھڑ آیا ہرنی نے اپنی پستان اس بچہ کے منہ میں دیدی بچہ نے خوب سیر ہوکے دودہ پیا ہرنی کو کچھ ایسا
قدرتی میلان اس بچہ کی طرف ہوا کہ اسی جنگل میں رہنا اور چرنا چگنا اختیار کر لیا۔ گہڑی گہڑی اس بچہ
کے پاس آکر اسکی خبر لیتی اور اسکو دودہ پلاتی تھی۔

یہ بیان تو ان لوگوں کا ہے جو بغیر ماں باپ کے حی بن یقظان کی پیدائش کے منکر ہیں اور
جو لوگ اسکی پیدائش بغیر ماں باپ ہی کے بیان کرتے ہیں اُن کے نزدیک اس واقعہ کی ابتدا یہ ہے کہ
اس جزیرہ میں ایک مقام پر کیچڑ کا خمیر اٹہا اور اس قدرتی اعتدال سے جو اس جزیرہ کا آب وہوا کو نصیب
تہا اس خمیر میں عناصر کا پورے طور سے امتزاج ہوتے اور مہینوں برسوں گذرنے کے بعد گرم نے سردی میں
اور خشک نے تری میں خوب آمیزش پائی ہر ایک قوت دوسرے میں ملکر نہایت معتدل
ہوگئی۔ پہر اس خمیر میں لزوجت کے سبب سے تین مقام پر نفخ پیدا ہوا بیچ میں جو نفخ تہا
اسکے درمیان میں ایک حجاب نے اس کے دو حصے کر دئے تھے جنمیں سے ایک حصہ جو خالی تہا
اس کے اندر ایک بخار لطیف نہایت معتدل جاگزیں ہوا۔ پہر اس بخار کے ساتھ روح جو ایک
امر الٰہی ہے متعلق ہوئی اور یہ تعلق اس کا اس قسم کا تہا جو کسی طرح جدا نہیں ہوسکتا نہ حس کے
نزدیک نہ عقل کے نزدیک کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ یہ روح خداوند تعالےٰ کی جناب سے دائم الفیضان
ہے جیسے آفتاب کا نور عالم پر فائض رہتا ہے۔ عالم کی بعض چیزیں ایسی ہیں جو آفتاب کے نور سے

(بقیہ صفحہ ۱۵) لکہاہے تو صرف اس غرض سے کہ تم کو اس جگہ بغیر ماں باپ انسان کی پیدائش کے قول میں شک واقع نہ ہو۔

روشن نہیں ہوتیں جیسے کہ ہوا کہ یہ اپنی شفاف ہونے کے سبب آفتاب کا نور قبول نہیں کرتی۔ اور بعض اجسام ایسے ہیں جو آفتاب کے نور کو قبول کرتے ہیں مگر اُس کے اندر مختلف درجے ہیں جو اجسام کہ غیر صقیل ہیں اور کثیفہ ہیں وہ اسکے نور کو کم قبول کرتے ہیں اور اسی اختلاف کے سبب سے ان کے رنگوں میں اختلاف ہوتا ہے اور بعض اجسام ایسے ہیں جو آفتاب کے نور سے بدرجہ اتم روشن ہو جاتے ہیں۔ یہ اجسام صقیلہ ہیں جیسے آئینہ وغیرہ پھر جب یہ آئینہ ایک خاص شکل کے ساتھ متغیر ہو تو اسکے مقابل چیز میں افراط ضیاکے سبب سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسیطرح روح امر الٰہی سے ہے اور ہمیشہ تمام موجودات پر اس کا فیض جاری ہوتا ہے۔ اب بعض موجودات ایسے ہیں جنکے اندر اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ ان میں روح کا اثر قبول کرنے کی استعداد نہیں ہے جیسے جمادات جو زندہ نہیں ہیں اور یہ بمنزلہ ہوا کے ہیں جس میں آفتاب کا نور قبول کرنیکی قابلیت نہیں ہے اور بعض موجودات ایسی ہیں جن میں روح کا اثر نہایت قلیل ظاہر ہوا ہے جیسے نباتات اور یہ بمنزلہ اجسام کثیفہ کے ہیں۔ اور بعض موجودات ایسی ہیں جنمیں بدرجہ اتم روح کا اثر ظاہر ہوا ہے اور یہ جنس حیوان ہے جو بمنزلہ اجسام صقیلہ کے ہے جس میں سورج کا نور معہ اُسکی صورت کے پرتو فگن ہوتا ہے اسیطرح حیوان بھی روح کے اثر کو پورے طور سے قبول کرتا ہے اور اُسی کی صورت اختیار کر لیتا ہے خصوصًا انسان جسکی نسبت جناب رسول کریم علیہ التحیات والتسلیم نے اشارہ فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ اس روحانی صورت نے اس کمال کے ساتھ اسپر جلوہ کیا کہ صرف وہی وہ رہ گئی اور سب کو فنا کر دیا جیسے کہ کسی آئینہ پر جب سورج کی شعاع پڑتی ہے تو وہ تمام چیز ونکو جو آئینہ کے مقابل ہوتی ہیں جلا دیتی ہے اس قسم کی روح سوا انبیا علیہ السلام کے اور کسی کی نہیں ہوتی۔ اس بیان کی پوری تفصیل اسکے لائق مواضع میں کی گئی ہے وہاں ملاحظہ کرنا چاہیے۔

ف۱۔ یعنی وہ چیز جسپر جلا ہوتی ہے ف۲ جیسے آتشی شیشہ ہوتا ہے ف۳ بیشک اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔

کہتے ہیں جب یہ روح اس جسم سے متعلق ہوئی تمام قویٰ اُسکے مسخر ہو گئے اور سب نے اسکے آگے حکم الٰہی سے سجدہ کیا۔

پہر اس نفخ کے علاوہ ایک اور نفخ پیدا ہوا جس کے تین حصے تھے اور اُن کے درمیان میں لطیف حجاب اور سانک نافذہ تھے اور وہی جسم ہوائی جو پہلے نفخ یعنی دل میں تہا اسکے اندر بھی بہر گیا مگر وہ اس سے زیادہ لطیف تہا پہر اسیکے تینوں بطون میں تین قوتوں نے جگہ پکڑی جو روح کی مطیع ہوئی تھیں اور اسکی خدمت وحراست کا کام ان کے سپرد تھا پہلے نفاخہ کے مقابل ایک اور نفاخہ تیسرا قائم ہوا۔ اسکے اندر بہی جسم ہوائی مگر غلیظ بہرا ہوا تہا اور انہیں قوی میں سے بعض قوتیں اسکے اندر بھی ساکن ہوئیں۔

یہ تینوں مقام سب سے پہلے اس خمیر کے اندر تیار ہوئے تھے اسی ترتیب سے جو ہم نے بیان کی ہے پہران میں ایک دوسرے کا ضرورت مند ہوا پہلے کو تو دونوں دوسروں کی طرف وہ ضرورت تھی جو آقا کو اپنے نوکروں اور غلاموں کی طرف ہوتی ہے اور دونوں دوسروں کو پہلے کی طرف وہ ضرورت تھی جو نوکروں اور غلاموں کو اپنے رئیس و مدبر کیطرف ہوتی ہے پہر ان کے علاوہ بقیہ اعضا ان تینوں کے خادم وغلام ہوئے۔ ان تینوں اعضا میں سب سے پہلے کے ساتھ جب روح متعلق ہوئی تو روح کی حرارت کے سبب سے اس نے بھی آگ کی صنوبری شکل اختیار کی پہر جس گوشت سے کہ اس عضو کا تکون ہوا وہ بہی نہایت سخت تھا اور ایک سخت غلاف اسکی حفاظت کے واسطے اس پر چڑہایا گیا تھا اور اس تمام عضو کا نام قلب رکھا گیا اور چونکہ اس کے اندر حرارت تھی اور حرارت کا کام رطوبت کو فنا کرنے کا ہے اسواسطے اسکو ایک ایسے عضو کی ضرورت ہوئی جو اسکو غذا پہنچائے اور یہ غذا بدل ما تحلل ہوا کرے کیونکہ اگر غذا نہ پہونچے تو اس کی بقا بھی قائم نہ رہے پہر اس عضو کو اس بات کی بھی ضرورت ہوئی کہ یہ حس کے ذریعے اپنے مخالف اور موافق میں تمیز کر سکے اور موافق کو قبول کر کے مخالف کو دور کر دے۔ لہٰذا پہلا کام یعنی غذا حاصل کرنے کا جگر کے سپرد ہوا اور دوسرا کام یعنی حس دماغ کے حوالہ کیا گیا پہر دماغ کو یہ ضرورت ہوئی

کہ قلب ان کو اپنی حرارت سے امداد پہنچائے چنانچہ انہیں ضرورتوں کے لحاظ سے ان اعضا کے درمیان میں چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے راستہ قائم ہوئے یعنی شرائین[1] اور عروق پیدا ہوئیں۔

غرضکہ اسی طرح ان لوگوں نے تمام خلقت انسانی کی تشریح بیان کی ہے جو اطبا رحم کے اندر بچہ کی پیدائش میں بیان کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بچہ تیار ہو کر اس حد کو پہونچا جو رحم کے اندر وضع حمل کے وقت جنین کی حالت ہوتی ہے اور کیچڑ میں اس بچہ پر وہ جھلی بھی تیار ہوئی جس میں جنین لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ الغرض یہ جھلی پھٹی اور بچہ اس کے اندر سے نکل پڑا اور اس نے رونا شروع کیا اس وقت ہرنی اسکے پاس پہونچی اور اس نے دودھ پلانا شروع کیا۔

اب یہاں سے دونوں راویوں کی روایت متفق ہوگئی ہے اور بیان کرتے ہیں کہ اس ہرنی نے یہاں بہت عمدہ چراگاہ اور نہایت سرد میٹھا پانی دیکھکر اسی جنگل کا رہنا اختیار کیا اور اس بچہ کی پرورش و تربیت میں مصروف ہوئی جب یہ آواز نکالتا دوڑ کر اسکے پاس آجاتی اور دودھ پلا کر چرنے میں مشغول ہو جاتی۔ بچہ کو ہرنی سے نہایت الفت ہوگئی تھی جب اسکو کہیں دیر ہو جاتی تو زور سے روئے وہ کر اسکو بلاتا تھا۔ درندوں اور دیگر موذی جانوروں سے بالکل خالی تھا اس سبب سے یہ وہاں بڑے امن کی زندگانی بسر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اس بچہ نے اسی صورت سے دو برس پورے کئے اور کچھ کچھ قوت رفتار اس کے اندر پیدا ہوگئی پھر تو یہ ہرنی کے ساتھ تھوڑی تھوڑی دور چلتا تھا اور ہرنی اسکو میوہ دار درختوں کے نیچے لیجا کر نرم اور پختہ میوے کھلاتی تھی اور جس میوہ کا چھلکا سخت ہوتا اسکو اپنے کھروں سے توڑ کر اسکے آگے کر دیتی اور جب اسکو دودھ کی خواہش ہوتی تو دودھ بھی پلاتی۔ پھر شام کو اسی صندوق میں جسکے اندر سے یہ نکلا تھا لا کر اسکو سلا دیتی۔ ہرنی ہی کی بولی اس بچہ نے سیکھی تھی اسیطرح دیگر حیوانات کی بولیاں بھی اس نے حاصل کی تھیں۔ کیونکہ اس میں سیکھنے کا مادہ زبردست تھا۔ اسی سبب سے تمام حیوانات اس کے

[1] شرائین وہ رگیں ہیں جو حرکت کرتی ہیں۔ اور عروق وہ رگیں ہیں جو حرکت نہیں کرتیں ۱۲ ۔

ساتھ مالوف تھے۔ نہ یہ اُن سے وحشت کرتا نہ وہ اس سے نفرت کرتے۔

جب یہ بچہ اس حد کو پہونچا کہ چیزوں کی مثالیں چیزوں کے غائب ہونے کے بعد اس کے ذہن میں قائم ہونے لگیں تو اسوقت اس کے دل میں بعض چیزوں سے نفرت اور بعض کی طرف رغبت پیدا ہوئی۔ اور یہ دیکھتا تہا کہ تمام حیوانات کے جسم بالوں یا پروں میں پوشیدہ ہیں مگر اس کا بدن بالکل برہنہ ہے۔ اور نیز حیوانات دوڑ دھوپ میں اس پر سبقت لے جاتے ہیں اور کھروں اور سینگوں و ناخنوں وغیرہ کے ایسے اوزار اور اسلحہ اُن کے پاس موجود ہیں جس سے یہ محروم ہے اور وہ پھل پہلاری کی چھین جھپٹ میں اسپر غالب آجاتے ہیں اور یہ اپنے جسم سے کسی طرح انکی مدافعت نہیں کر سکتا۔ بلکہ اسکو مجبوراً مغلوب ہی ہونا پڑتا ہے۔ نیز یہ دیکھتا تہا کہ اسکے بھائی یعنی ہرنی کے بچے دوڑنے میں اسپر غالب ہوجاتے ہیں اور پھر اُن کے سینگ بھی نکلنے شروع ہوئے مگر اس کے جسم میں ان باتوں میں سے ایک بھی نہ تھی۔ غرضکہ ہر وقت یہ اسی فکر میں مبتلا رہتا مگر ان اسباب سے محروم رہنے کی کوئی وجہ اس کے سمجھ میں نہ آتی اور نہ یہ کسی حیوان کو اپنا ہم شکل و شبیہ پاتا نیز دیکھتا تھا کہ تمام حیوانات کے مقام بول و براز دُموں یا پر و بال سے پوشیدہ ہیں اور اسکے مقام پر کوئی پردہ نہیں۔ اس بات سے بھی اسکو تکلیف ہوتی۔ پہر جب ان باتوں کا فکر اسکو بہت زیادہ ہوا اور اسکی عمر سات سال کے قریب پہونچی اور یہ اس بات سے ناامید ہوگیا کہ اسکے پر و بال یا دم نکلے گی یا سینگ پہوٹیں گے۔ تب اس نے درخت کے بڑے بڑے پتے لیکر درخت ہی کی چھال میں باندھکر اپنے آگے پیچھے لٹکائے۔ مگر پتوں میں یہ عیب دیکھا کہ وہ سوکھ کر جھڑ جاتے ہیں اور اسکو ہر روز بدلنے پڑتے ہیں۔ پھر اس نے ایک درخت کی شاخ لیکر ہاتھ میں رکھنے کا عصا بنایا اور حیوانات کا مقابلہ کرنے لگا اور اس اپنی ایجاد سے بہت خوش ہوا اور یہ سمجھنے لگا کہ مجھکو ان دیگر حیوانات پر بہت بڑی فضیلت ہے۔ کیونکہ یہ اپنی حکمت عملی سے حیوانات کے طبعی اسلحہ اور دم کے ساتھ اُن کے ستر عورت سے مستغنی ہوگیا تہا۔

مگر یہ خلش اس کے دل میں چلی جاتی تھی کہ کسی ایسی چیز سے اپنے ستر کو پوشیدہ کرے جس کو

گھڑی گھڑی تبدیل کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اسی سبب سے اس نے چاہا کہ کسی مردہ حیوان کی دم اپنے
جسم پر لٹکالے۔ مگر دیکھا کہ حیوانات اپنے مردوں کی از حد حفاظت وحمایت کرتے ہیں اور اس کو اُن
کے قریب جانے نہیں دیتے۔ آخر اسی فکر میں ایک روز اس نے دیکھا کہ ایک نسر مردہ پڑا ہے۔ بس اس
کا مقصود حاصل ہو گیا۔ اور اس نے اُس کی دم کے لمبے لمبے پر اکھیڑ کر بجائے پتوں کے آگے پیچھے لٹکالیے
اور اُس کے دونوں بازوؤں کو اپنے مونڈھوں پر باندھ لیا جنکے سبب سے ایک گونہ سردی سے بھی
اسکو امن ہوا اور جانوروں میں اسکو ہیبت وعظمت نصیب ہوئی اور اب اُسی ہرنی کے جو
اسکی مربیہ تھی اور کوئی جانور اس کے قریب نہ آتا تھا۔ اسی ہرنی کو اس بچہ سے اسقدر الفت تھی کہ کسی
حال میں اس سے جدا نہ ہوتی۔ بلکہ چھانٹ چھانٹ کر شیریں اور عمدہ پھل اسکو کھلاتی تھی مگر آخر
اس ہرنی کا بڑھاپا آگیا اور دن بدن یہ ضعیف وکمزور اور دبلی ہونے لگی۔ تب یہ بچہ اچھے اچھے
پھل اور ہری ہری گھاس اُسکو لا کر کھلاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ ہرنی مرگئی۔ اس بچے نے
جو اُسکو اس خاموشی کے عالم میں دیکھا کہ تمام حرکتیں اُسکی زائل ہو گئی ہیں۔ نہ چلتی ہے نہ پھرتی ہے نہ
کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ آنکھ بھی نہیں کھولتی۔ تب یہ بہت گھبرایا اور چیخ چیخ کر اسکو پکارنے لگا۔ مگر اس
بیچاری نے کان تک نہ ہلایا۔ حالانکہ پہلے وہ اسکے ایک ذرا سے اشارے پر دوڑ کر آتی تھی ہرنی
کی اس حالت سے اسکو سخت رنج وقلق ہوا اور یہ اُس کے کانوں اور آنکھوں وغیرہ اعضا کو غور
سے دیکھتا تھا کہ شاید کسی وجہ سے اسکا سننا اور دیکھنا موقوف ہو گیا ہے۔ کیونکہ پہلے یہ اس بات کا
اپنی ذات پر تجربہ کر چکا تھا کہ کانوں میں اُنگلی یا اور کوئی چیز داخل کرنے سے آواز نہیں آتی اور نہ آنکھوں
پر ہاتھ یا اور کچھ رکھنے سے دکھائی دیتا ہے اور جب ان موانع کو دور کر دیتے ہیں تب دکھائی اور سنائی
دینے لگتا ہے۔ اسی خیال سے اس نے ہرنی پر نگاہ دوڑائی اور اسکے کانوں اور آنکھوں کو خوب غور سے دیکھا
مگر کوئی آفت دکھائی نہ دی۔ نیز اس نے دیکھا کہ ہرنی کے تمام اعضا اپنی حرکتوں سے معطل ہو گئے ہیں بعد
اس کے سوچا کہ ہرنی کے ظاہری اعضا میں تو کچھ خلل واقع نہیں ہوا ہے۔ مگر ہاں اسکے باطنی اعضا ضرور
خلل سے خالی نہیں ہیں۔ پھر اس نے غور کیا کہ ضرور وہ آفت کسی ایسے عضو کو لاحق ہوئی ہے جو تمام اعضا کا

سروار ہے اور جس کے معطل ہو جانے سے یہ تمام اعضا بیکار ہو گئے ہیں اگر اس عضو کی آفت زائل
کر دی جائے تو ممکن ہے کہ تمام اعضا پھر اپنی اصلی حالت پر آجائیں گے۔ اسواسطے اس عضو کو اس نے غور کیا
کہ وہ اندرون جسم میں کس جگہ ہے سو یہ جانتا تھا کہ جسم کے اندر صرف تین مقام پر تجویفیں ہیں ایک
پیٹ کی تجویف اور ایک سینہ کی اور ایک سر کی کیونکہ یہ اس نے بعض مردہ حیوانات کے اندر مشاہدہ
کیا تھا۔ اب پھر اس نے غور کیا کہ ان تینوں تجویفوں میں سے وہ عضو رئیس کونسی تجویف میں ہے مگر یہ
جانتا تھا کہ اس عضو رئیس کے تمام اعضا محتاج ہیں۔ اس سبب سے ضرور ہے کہ وہ عضو درمیان جسم
میں ہونا چاہیے اور نیز اسی عضو کے مبتلائے آفت ہونے کا سبب ہے کہ تمام اعضا بیکار ہو گئے ہیں کیونکہ
آنکھ یا کان یا ہاتھ و پیر میں کسی آفت کے پیدا ہونے سے دوسرے پر اس کا اثر نہیں پڑتا نیز
جب یہ کسی فکر و رنج میں مبتلا ہوتا یا کسی وقت اس پر غضب و غصہ کی شدت ہوتی تو یہ اس کا اثر
سینہ میں پاتا تھا اس سبب سے اسکی رائے قائم ہوئی کہ بیشک وہ عضو ضرور سینہ ہی میں ہے اور پھر اس کے
بعد یہ فکر ہوا کہ اس عضو تک کس طرح پہونچنا ممکن ہے اور کیونکر اسکی آفت کو دور کیا جائے پھر غور کیا
کہ آیا کسی اور حیوان کو بھی اس نے اس حالت میں دیکھا ہے کہ پھر وہ اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کر آیا
ہو تو اور کوئی حیوان اسکے خیال میں نہ آیا۔ الغرض اسکو ہرنی کے اپنی قدیمی حالت کی طرف واپس
آنے سے ناامیدی ہو گئی۔ مگر کچھ امید کا خیال بھی لگا رہا کہ شاید کسی ترکیب و تدبیر سے اس کی واپسی ممکن
ہو اسی خیال میں اس نے چند تیز تیز پتھر کی کتلیں جمع کر کے پسلیوں کے درمیان سے اسکے سینہ کو
پھاڑنا شروع کر دیا اور گوشت کے چیرنے کے بعد جب حجاب پر پہونچا تو اسکو بہت سخت اور قوی
پایا اسکے چیرنے میں اسکو دقت ہوئی آخر اور نئی کتلوں اور بانس کی کھپچوں سے اسکو بھی شق کر دیا اور
پھیپھڑے کے پاس جا پہونچا سمجھا کہ یہی عضو میرا مقصود ہے اور اسکو الٹ پلٹ کرنا شروع کیا تاکہ
کا پتہ چلے۔ مگر پھر اسکو جو اس نے ایک ہی طرف جھکا ہوا دیکھا تو خیال کیا کہ یہ عضو مقصود نہیں ہے
کیونکہ وہ عضو اسکے اعتقاد میں ٹھیک درمیان میں ہونا چاہیے کیونکہ جیسا کہ وہ بدن کے طول
وسط کے اندر ہے اسیطرح عرض کے بھی وسط ہی میں ہوگا۔ یہ خیال کر کے اس نے پھیپھڑے کو

سینہ میں تلاش کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ دل پر اسکی نگاہ پڑی اور اسکی عجیب و غریب صورت
اور مضبوطی کو دیکھکر خیال کیا کہ بیشک یہی وہ عضو مقصود ہے۔ مگر اسکو دوسری جانب سے بھی دیکھنا
چاہیے اگر ادھر سے بھی اسی طرح ہے تب اس کے مقام مقصود ہونے میں کچھ شک نہ رہے گا چنانچہ
ایسا ہی کیا اور ادھر سے بھی اسکو نہایت محفوظ اور پنجرے میں چھپا ہوا دیکھا تب اسکو دل کے عضو رئیس
ہونے کا کامل یقین ہو گیا۔ اور اس نے دل کو نہایت محنت کے ساتھ رگ پٹھوں سے جدا کر کے نکال
لیا اور خوب غور سے اسکو دیکھنے لگا کہ اس میں کوئی آفت ہے یا نہیں مگر اس میں بھی آفت کا کچھ پتہ نہ
چلا۔ تب خیال کیا کہ اسکو چیر کر اس کے اندر کی حالت بھی دیکھنی ضروری ہے کہ اسکے اندر شاید کچھ پتہ چلے
پھر جب اسکو چیرا تو اسکے اندر دو خانہ دیکھے ایک میں منجمد خون بھرا ہوا تھا اور ایک خالی تھا۔ خون
کو دیکھکر تو اس نے یہ خیال کیا کہ ہرنی کے مرنے کے بعد یہ خون منجمد ہو گیا ہے کیونکہ یہ اکثر دیکھتا تھا کہ جب
اسکے کہیں کہیں کھرونچ لگ جاتی اور خون نکلتا تو نکلتے ہی جم جاتا بس اسیطرح یہ خون بھی بدن کے سرد
ہو چکنے کے بعد جم گیا ہے اور نیز یہ خون تمام اعضا میں موجود ہے کسی ایک عضو کے ساتھ مخصوص نہیں
جسکو میں اپنا مطلوب تصور کر سکوں اور اکثر اوقات جو بدن سے خون بہتا ہے تو اس سے یہ حالت
نہیں ہو جاتی۔ بس ان وجوہات کو خیال کر کے خون کو اس نے نظر انداز کر دیا اور یہ فکر کیا کہ دل کے اندر
یہ جو خانہ خالی ہے ضرور اسکے اندر میرا مطلوب تھا جو اس میں سے چلا گیا ہے اور اس کے جانے کے
ساتھ ہی ہرنی نے یہ دائمی خاموشی اختیار کی ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا چیز اس خانہ کے
اندر تھی اور کیوں اسکے اندر سے چلی گئی۔ حالانکہ اس خانہ میں کوئی خرابی بظاہر معلوم نہیں ہوتی اور
چونکہ وہ اسکو ایسی اچھی حالت میں چھوڑ کر رخصت ہو گئی۔ لہذا اب اس کا اس کے اندر واپس
آنا ممکن نہیں معلوم ہوتا اور نہ یہ قیاس کام کرتا ہے کہ ایسے شریف مقام میں یہ خانہ بیکار رہنا یا گیا
ہو۔ پس ضرور میرا مطلوب اسکے اندر تھا اور اب وہ اسکو چھوڑ کر رخصت ہو گیا ہے اور اسکے رخصت
ہوتے ہی بدن کی تمام قوتیں اور افعال و ادراکات باطل ہو گئے ہیں۔ الغرض ان تمام خیالات سے
بدن کی قدر و قیمت اسکی نظر سے گر گئی اور تمام توجہ اسکی اسی چیز کی طرف متوجہ ہونے جب نے نکل

سے بالکل بدن بیکار ہوگیا۔ اور یہ فکر کرنے لگا کہ کس دروازہ سے وہ نکلی اور وہ کونسا سبب ہے جس سے وہ نکلنے پر مجبور ہوئی اگر وہ بخوشی نہیں نکلی ہے اور اگر بخوشی نکلی ہے تو کس باعث سے اسکو بدن سے نفرت ہوئی ہے۔ بس اسی فکر میں یہ ہرنی کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے سمجھ لیا کہ اسکی وہ ماں جو اسکو دودھ پلاتی اور اسکی پرورش کرتی تھی وہ دراصل وہی چیز تھی جو اس بدن سے رخصت ہوگئی۔ پھر اس نے ہرنی کے بدنکو گھسیٹ کر ایک طرف ڈالدیا اور سمجھ لیا کہ بے شک یہ بدن اس چیز کے واسطے بمنزلہ آلہ کے ہے جسکے ساتھ وہ اپنے کاروبار انجام دیتی ہے جیسے کہ اس نے جانوروں کے مقابلہ کے واسطے ایک لاٹھی بنا رکھی تھی۔

پھر اس کے ایک دو روز بعد ہرنی کا مردہ سڑ اٹھا جس کے سبب سے اور بھی اسکو جسم سے نفرت پیدا ہوئی اور یہ سوچنے لگا کہ اس مردہ کو کیا کروں آخر اسی فکر میں یہ مصروف تھا کہ دو کوے لڑتے ہوئے اس جگہ آن پہنچے پھر اُن میں سے ایک نے دوسرے کو مار ڈالا اور اپنی چونچ اور پنجوں سے ایک گڑھا کھود کر اسکے اندر اسکی لاش کو دبا دیا۔ یہ حکمت اس کو بہت پسند آئی اور کہنے لگا کہ اگرچہ اس کوے نے یہ کام بہت برا کیا کہ اپنے ساتھی کو ہلاک کر دیا۔ مگر یہ کام اچھا کیا کہ اسکی لاش زمین میں دفن کر دی پھر اس نے بھی اسیطرح ہرنی کے مردہ کو دفن کر دیا۔

اور اب یہ اسی چیز کے فکر میں رہا جو بدن سے رخصت ہوگئی تھی اور جن جن ہرنیوں کو یہ دیکھتا تھا تو خیال کرتا تھا کہ ان سب میں وہی چیز تصرف کر رہی ہے جو اسکی ہرنی میں تصرف کر رہی تھی مگر اسکو تمام جزیرہ میں کوئی حیوان اپنا ہم شکل نظر نہ آتا تھا اسی طرح اسکو ایک مدت گزر گئی کہ یہ تمام جزیرہ کے چکر لگاتا اور ہر ایک چیز میں غور و فکر کرتا پھرتا تھا۔ جزیرہ کے چاروں طرف پانی کو محیط پاکر سمجھتا کہ بس زمین یہی ہے اور اس کے علاوہ کہیں خشکی نہیں ہے۔

ایک دفعہ اتفاق سے اس جزیرہ کے خشک درختوں میں آگ لگ گئی اس نے جو پہلی ہی مرتبہ آگ دیکھی اس کا منظر نہایت خوشنما معلوم ہوا اور اسکے قریب جاکر اس نے چاہا کہ اپنے ہاتھ سے اسکے شعلہ کو پکڑے مگر حرارت کے سبب ممکن نہ ہوا بلکہ اسکا ہاتھ جل گیا تب

اس نے ایک لکڑی اس آگ میں سلگائی اور اسکو اپنے رہنے کی جگہ لے آیا بہت سی لکڑیاں
اس میں لگا دیں اور شب و روز اسکو روشن رکھا رات کو اسکی روشنی سے بہت فائدہ پہونچے
ہر ایک چیز نظر آنے لگی۔ اور کوئی جانور اسکے قریب نہ آیا۔ اس سبب آگ کے ساتھ اسکی انسیت
بہت بڑھ گئی۔ نیز سردی میں اسکو بہت آرام پہونچتا۔ اور یہ کہتا کہ آگ سے بہتر چیز اسوقت تک
میرے ہاتھ نہیں آئی۔ نیز اس نے دیکھا کہ آگ ہمیشہ اوپر کی طرف حرکت کرتی اور بلندی کو
جاتی ہے۔ لہذا اسکا خیال ہوا کہ بیشک آگ جواہر سماوی سے ہے اور اس نے آگ کی قوت
کو بھی سب چیزوں پر غالب پایا کہ جس چیز کو آگ میں ڈالا اسی پر آگ غالب ہو گئی کسی پر جلدی
کسی پر دیر میں جیسی کہ اس جسم میں اسکے قبول کرنے کی استعداد ہوئی آگ اسکو جلا کر راکھ بنا دیتی
انہیں چیزوں میں سے جو اس نے آگ کے اندر ڈالیں مچھلیاں بھی تھیں جو سمندر کی اچھال
سے خشکی پر آ نکلکر رہ جاتی تھیں جب ان کو اس نے آگ میں ڈالا اور وہ پختہ ہو گئیں تو خود بخود
اسکے دل میں ان کے کھانے کی خواہش پیدا ہوئی اس نے جو کچھ گوشت انکا منہ میں ڈالا تو
اسکا ذائقہ اچھا معلوم ہوا۔ پھر تو یہ خوب بھون بھون کر کھانے لگا اور اب اسکو بحری اور بری جانوروں
کے شکار کی دھن لگی طرح طرح کے حیلوں سے شکار کرنے لگا اور اب آگ سے اسکی محبت
اور بھی دوبالا ہونے لگی کیونکہ اس کے ذریعہ سے اسکو لذیذ غذا میسر آتی تھی اور یہ خیال کرنے لگا
کہ ضرور وہ چیز جو ہرنی میں سے رخصت ہو گئی وہ آگ یا اسی قسم سے کوئی اور چیز تھی یہ خیال اس
کا اس سبب سے اور بھی پختہ ہوا کہ زندہ حیوان کے جسم کو یہ گرم اور مردہ کے جسم کو ٹھنڈا پاتا تھا اور اپنے
سینہ میں بھی اسکو ایک گونہ حرارت معلوم ہوتی تھی پس ان خیالات سے اس کے دل میں یہ بات
پیدا ہوئی کہ کسی زندہ ہرنی کا دل چیر کر دیکھے کہ اسکے اندر کیا ہے اس چیز میں بھی روشنی اور حرارت
ہے یا نہیں۔ پھر اس کے بعد اس نے ایک ہرنی کے ہاتھ پیر باندھ کر ڈالدیا اور اسکی پسلیاں چاک کر کے
دل کو جھٹ پٹ چیر ڈالا تو دیکھا کہ اس خانہ میں جو خالی تھا ایک بخار لطیف بھرا ہے اس کے
اندر جو اس نے انگلی ڈالی تو اسکی انگلی ایسی جل گئی جیسے آگ سے جلجاتی ہے اور ہرن بخار کے نکلنے کے

ہرنی کا دم بھی نکل گیا۔ پس اب اسکو یقین ہو گیا کہ یہ گرم بخار ہی وہ چیز ہے جو اس حیوان کو حرکت دیتا تھا اور
در اصل کل کاروبار کا کرنے والا یہی تھا۔

اس کے بعد اسکے دل میں تمام اعضا کی تشریح کا شوق پیدا ہوا اور اس نے ان کی ترکیب
اور اوضاع اور کمیات و کیفیات سے پوری طرح بحث کی اور اس بات میں غور کیا کہ اس بخار سے
اعضا کو کس طرح مدد پہونچی اور کس طرح اسکی حرارت فنا نہیں ہوتی پس ان سب باتوں میں اس نے
زندہ اور مردہ حیوانات کے اجسام کی تشریح کر کے کمال حاصل کیا یہانتک کہ اس فن میں ایک بہت
بڑے ڈاکٹر یا حکیم کے مرتبہ کو پہونچ گیا۔

اب یہ بات اس پر ظاہر ہو گئی کہ اشخاص حیوان میں سے ہر ایک شخص اگرچہ اپنے تفنن حواس
اور حرکات اعضا کے اعتبار سے کثیر ہے۔ مگر اس روح کے اعتبار سے ایک ہے اور جسم کے ساتھ
روح کے تصرف کرنیکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص ہتیاروں اور اوزاروں کے ساتھ دشمن
کا مقابلہ کرتا ہے۔ پھر ان اوزاروں کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جن سے دشمن پر حملہ کرتے اور اسکو
صدمہ پہونچاتے ہیں اور دوسرے وہ ہتیار ہیں جن سے دشمن کے حملہ کو روکتے اور اپنے آپ
کو محفوظ رکھتے ہیں اوزاروں میں بھی بعض تو ایسے ہیں جن سے چیرنے کا کام لیا جاتا ہے
اور بعض اور دیگر کام دیتے ہیں حالانکہ ان سب سے کام لینے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے اسیطرح روح
حیوانی ایک ہے مگر جب وہ انکھ سے کام لیتی ہے تو اس کا فعل دیکھنا ہوتا ہے اور جب وہ کان سے
کام لیتی ہے تو اس کا فعل سننا ہوتا ہے اور اسیطرح ناک سے سونگھنا اور ہاتھ سے مس کرنا اور چیرے
چلنا اور زبان سے چکھنا ہوتا ہے اور جب یہ عضو سے کام لیتی ہے تو اس کا فعل حرکت ہے اور جب
یہ جگر سے کام لیتی ہے تو اس کا فعل غذا ہے اور جب یہ دماغ سے کام لیتی ہے تو اس کا فعل حس
ہے اور ان اعضا کے یہ فعل بغیر اس قوت کے پورے نہیں ہو سکتے جو روح سے ان کو بذریعہ پٹھوں
کے پہونچتی ہے جب ان پٹھوں میں سے کوئی پٹہ ٹوٹ جاتا ہے یا اور کسی قسم کا فساد لاحق ہوتا
ہوتا ہے تو وہ عضو اپنے کام سے معطل رہ جاتا ہے۔ ان اعضا کو بطون دماغ سے روح کی

امداد پہونچتی ہے اور دماغ میں یہہ روحانی قوت قلب سے آتی ہے دماغ چونکہ بہت سی اقسام کا مجموعہ ہے
اس واسطے اُس کے اندر بہت سی ارواح ساکن ہوتی ہیں۔ پھر جس عضو میں اس روح کی آمد و رفت
منقطع ہو جاتی ہے وہ عضو بیکار آلہ کی مثال ہو جاتا ہے جبکو کاریگر اپنے کام کا نہ دیکھکر یونہی ڈال دیتا ہے
اور جب یہہ روح بالکل ہی تمام جسم سے نکل جاتی ہے تب کل جسم بیکار ہوجاتا ہے اور موت
کی حالت اُس پر طاری ہوتی ہے۔ یہ تمام واقفیت اسکو اسکی عمر کے اکیسویں سال میں حاصل ہو گئی
تھی اور اسی مدت میں اس نے بہت اسباب ظاہری بھی حاصل کر لیئے تھے یعنی حیوانات کی کھالوں
کا لباس تیار کیا اور انہیں کے بالوں سے ان کو باندھکر اپنے جسم کے مناسب موزوں کر لیا اور پرندوں
کے گھونسلوں کو دیکھکر اس نے اپنے مکان کو درست کیا اور ایک ٹھاٹھ کا دروازہ لگا کر اسکو محفوظ کر دیا اور
اُسی میں ایک کوٹھری اپنی چیزیں اور بچا ہوا کھانا وغیرہ رکھنے کے واسطے تیار کی تاکہ دیگر حیوانات سے
محفوظ رہے اور شکاری پرندوں کو اپنے سے ہلا کر اُن کے ذریعہ سے شکار کرنے لگا اور انڈے کھانے کے
واسطے مرغیاں بھی ہلائیں اور نیل گائے وغیرہ بڑے بڑے جانوروں کے سینگ لکڑی پر لگا کر نیزہ
تیار کیا اور کھالوں کو جمع کر کے ایک ڈھال بنائی اور اب یہ بخوبی تمام جانوروں کے مقابلہ اور ان کے شکار
پر کافی طور سے قادر ہو گیا اور اس نے جان لیا کہ اسکے ہاتھ ان تمام ہتیاروں سے زیادہ قیمتی ہیں جو
قدرت کی طرف سے اور حیوانات کو دیئے گئے ہیں مگر ابھی ایک
تشویش اسکے دل میں باقی تھی اور وہ یہ کہ یہ دیگر حیوانات کی برابر دوڑ نہ سکتا تھا آخر سوچتے سوچتے
اس نے یہ ترکیب نکالی کہ بعض تیز دوڑنے والے حیوانات مثلاً گھوڑے و گورخر و بیل گائے وغیرہ کو
اپنے سے مانوس کرنا شروع کیا ہری ہری گھاس اور عمدہ عمدہ پھل وغیرہ ان کو کھلا کر خوب ہلا لیا
اور جب وہ مطیع ہو گئے تو ان پر سواری شروع کر دی اور انہیں کے کھالوں کے زین و لگام
تیار کیں اس حیلہ سے یہ غرض بھی اسکی پوری ہو گئی۔ اور اب اس نے تمام موجودات کی تفتیش و
تحقیق شروع کی چنانچہ حیوانات کی کل انواع اور نباتات و جمادات اور پتھر و مٹی اور پانی و بخار
اور آگ و دھواں اور برف وغیرہ سب کو معلوم کیا اور ہر ایک میں بہت سے مختلف اوصاف ملاحظہ کیئے

ہر ایک کی حرکات متفقہ و متضادہ کو خوب تحقیق کر لیا اور دیکھا کہ بعض صفات میں یہ سب متفق اور بعض میں
ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور جس طرف سے کہ یہ سب متفق ہیں اس طرف سے سب ایک اور متحد ہیں
اور جس طرف سے کہ مختلف ہیں اس طرف سے سب ایک دوسرے سے جدا اور متغایر و متکثر ہیں۔ پس
کبھی تو اس کی نظر خصائص اشیا اور ان باتوں پر پڑتی تھی جنکے ساتھ ہر ایک چیز مخصوص اور جداگانہ
ہے تو اوسوقت اشیا اس کے نزدیک اس قدر کثیر ہوتی تھیں کہ حد حصر سے باہر ہو جاتی تھیں
اور وجود اس قدر منتشر ہوتا تھا کہ جس کا ضبط کرنا ممکن نہ تھا یہاں تک کہ اس کی ذات بھی اس کے
نزدیک کثیر ہوتی تھی کیونکہ یہ دیکھتا تھا کہ اس کا ہر ایک عضو قسمت کا متحمل اور اجزا کثیرہ رکھتا
ہے لہذا یہ اپنی ذات پر بھی کثرت کا حکم لگاتا تھا اسیطرح ہر ایک چیز کی ذات پر اس کا حکم تھا اور جب
یہ دوسری نظر سے دیکھتا تو اوسکو معلوم ہوتا کہ اس کے اعضا اگرچہ کثیر ہیں۔ مگر وہ سب ایک دوسرے
متصل ہیں اور کسی وجہ سے ان کے اندر انفصال نہیں ہے۔ لہذا وہ سب حکم واحد میں ہیں اور نیز اس کا
اختلاف ان کے اختلاف کے سبب سے ہے اور یہ اختلاف افعال ان کا اس قوت سے ہے جو
روح حیوانی سے ان کو پہونچتی ہے اور اس روح حیوانی پر اس کی نظر پہلے ہی منتہی ہو چکی تھی اور یہ جانتا
تھا کہ یہی روح فی ذاتہ واحد ہے اور یہی حقیقت ذات ہے کل اعضا اس کے واسطے بمنزلہ آلات کے ہیں
پس اس طریق سے اسکی ذات اس کے نزدیک متحد ہو جاتی تھی اور پھر اسی طریق سے یہ تمام انواع حیوان
میں سے ہر ایک نوع مثلاً ہرن گھوڑے اور گدھے و گائے اور پرند وغیرہ سب کے اشخاص و افراد کو
اعضاء ظاہری و باطنی اور ادراکات و حرکات میں باہم متفق و متشابہ پاتا اور بہت ہی تھوڑی باتوں
میں ان کے اندر اختلاف اس کے پیش نظر تھا۔ لہذا اس نے یہ حکم لگا دیا کہ ان تمام انواع میں روح حیوانی
ایک ہی ہے مگر اس میں اختلاف ہونے کا یہی سبب ہے کہ وہ قلوب کثیرہ پر منقسم ہے اگر یہ بات
ممکن ہو کہ اس کو تمام متفرق قلوب سے نکالکر ایک برتن میں جمع کیا جائے تو وہ سب ملکر ایک ہی
چیز ہوگی جیسے کہ پانی مختلف برتنوں میں سے جب ایک برتن میں کیا جاتا ہے تو ایک ہو جاتا ہے
اور تفریق و جمع کی حالت میں وہ ایک ہی چیز ہے مختلف برتنوں کے اندر جو وہ مختلف کہلاتا ہے تو

صرف برتنوں کی طرف اضافت کے سبب سے ورنہ پانی دونوں حالتوں میں ایک ہے۔
اس طریق سے یہ تمام انواع کو واحد شمار کرتا تھا اور کثرت جو ان کے اندر تھی اس کو بمنزلہ اعضاء انسان کی کثرت کے سمجھتا تھا جو درحقیقت کثیرہ نہیں ہیں پھر اس نے تمام انواع پر ایک جامع نظر ڈالی اور دیکھا کہ سب حس اور حرکت بالارادہ اور تغذی میں متفق ہیں اور نیز اس بات کو یہ جان چکا تھا کہ یہ تمام افعال روح حیوانی کے مخصوص ترین افعال ہیں اور وہ تمام اشیاء جنکے ساتھ یہ سب انواع اس اتفاق کے بعد مختلف ہوتی ہیں وہ روح حیوانی کے ساتھ کچھ زیادہ خصوصیت نہیں رکھتی ہیں۔
اس تامل سے اسکو ظاہر ہو گیا کہ تمام جنس حیوان کی روح حیوانی واحد فی الحقیقت ہے اگرچہ اس کے اندر تھوڑا سا وہ اختلاف بھی ہے جس کے سبب سے ایک نوع دوسری نوع سے جدا اور مختلف ہوتی ہے۔ اور وہی اختلاف ہے جس کی مثال اوپر پانی کے برتنوں سے دی گئی ہے خلاصہ یہ کہ اس نظر سے اس پر ثابت ہو گیا کہ تمام انواع حیوان کی روح حیوانی ایک ہے۔
پھر اس نے اسی طرح سے انواع نبات پر ایک جامع نظر ڈالی اور دیکھا کہ اسکی ہر ایک نوع کے اشخاص دوسری نوع کے اشخاص و افراد سے پھول پتوں اور پھلوں اور ٹہنیوں اور کل افعال نباتی میں مشابہ ہیں چنانچہ ان سب کو بھی اس نے حیوان پر قیاس کر کے جان لیا کہ درحقیقت یہ سب ایک ہی چیز ہیں اور ان سب کے اندر بھی ایک ایسی ہی روح ہے جیسی کہ حیوان کے اندر ہے جس کو روح نباتی کہتے ہیں اور اس روح ہی کے اعتبار سے تمام انواع نبات ایک چیز ہیں اور تغذی اور نمو جو اُن کی روح کے افعال ہیں ان میں تمام انواع نبات مشترک ہیں۔
پھر اس نے نبات اور حیوان دونوں پر ایک جامع نظر ڈالی اور دیکھا کہ تغذی و نمو میں دونوں مشترک ہیں صرف حس و حرکت اور ادراک کے ساتھ حیوان نبات پر فضیلت رکھتا ہے اور بعض نبات میں بھی ایسی باتیں ہیں جن سے اُس میں حیوان کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ مثلاً بعض نبات کے
[illegible] حرکت کرتے ہیں [illegible]

کرتی ہیں اور کھجور کے درخت کا جب سر کاٹ دیتے ہیں تو مثل انسان کے وہ بھی مردہ ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پس اس نظر سے ثابت ہوگیا کہ نبات اور حیواں ایک چیز ہیں اس چیز کے سبب جو ان دونوں میں مشترک ہے اور جو ان میں سے ایک یعنی حیوان میں زیادہ اتم اور اکمل ہے اور دوسرے یعنی نبات میں بعض موانع نے اس کو کمال کی حد تک پہونچنے سے روک دیا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے پانی اور برف کہ ان میں سے ایک جامد اور ایک سیال ہے اور در حقیقت دونوں ایک ہیں۔ اب اس نظر سے حیوان اور نبات بھی اسکے نزدیک متحد ہوگئے۔

پھر اس نے ان اجسام پر نظر ڈالی جن میں نہ حس ہے نہ حرکت نہ تغذی نہ نمو جیسے پتھر اور مٹی اور پانی اور ہوا اور آگ وغیرہ تو دیکھا کہ یہ سب صاحب مقدار ہیں یعنی طول اور عرض وعمق رکھتے ہیں اور اب صرف ان کے اندر اختلاف یہ ہے کہ بعض اُن میں سے رنگ رکھتے ہیں اور بعض بے رنگ ہیں۔ اور بعض گرم ہیں اور بعض سرد ہیں وغیرہ ذالک اور پھر یہ بھی اس نے دیکھا کہ ان میں جو اجسام گرم ہیں وہ سرد بھی ہوجاتے ہیں اور جو سرد ہیں وہ گرم بھی ہوجاتے ہیں چنانچہ پانی بخار بن جاتا ہے اور بخار پانی ہوجاتا ہے۔ اور اشیاء محترقہ کوئلہ اور راکھ اور شعلہ اور دھواں بن جاتی ہیں اور دھواں جب اپنے صعود یعنی اوپر کی طرف حرکت کرنے میں کسی چھت وغیرہ سے رکتا ہے۔ تو جم کر اشیاء ارضی کے مثل ہوجاتا ہے پس تامل سے اس پر روشن ہوا کہ یہ تمام اشیاء در حقیقت ایک ہی چیز ہیں اگرچہ کسی وجہ سے ان میں ظاہری کثرت لاحق ہوگئی ہے اور یہ کثرت ایسی ہی ہے جیسے کہ حیوان ونبات میں تھی۔

پھر اس نے اس چیز میں نظر کی جس کے ساتھ نبات اور حیوان متعلق ہورہے ہیں تو دیکھا کہ وہ بھی ان اجسام کی طرح سے صاحب طول وعرض وعمق ہیں اور وہ یا گرم ہیں یا سرد ہیں جیسے کہ ان اجسام میں سے ہر ایک جسم نہ حس رکھتا ہے نہ غذا چاہتا ہے اور صرف یہ ان افعال میں ان اجسام سے مخالفت رکھتا ہے جو بذریعہ آلات حیوانیہ ونباتیہ کے اس سے صادر ہوتے ہیں اور شاید کہ یہ افعال ان کے ذاتی نہیں ہیں بلکہ ایک ایسی چیز کے سبب

سے ہیں کہ اگر وہ چیز دوسرے اجسام میں ساری ہو تو اُن سے بھی یہ افعال صادر ہونے لگیں
پس یہ بنا تہ حیوان ونبات کو ان افعال سے مجرد پاتا تہا جو بادی الرائے میں اُن سے صادر ہوتے
ہیں اور در اصل یہ دیکھتا تھا کہ حیوان ونبات بھی انہیں اجسام کی شکل میں۔

پس اس نظر سے اسکو ثابت ہوگیا کہ تمام اجسام زندہ ومردہ متحرک وساکن سب
ایک چیز ہیں مگر ان میں سے بعض اجسام سے بذریعہ آلات کے افعال صادر ہوتے ہیں مگر ابھی اسکو
یہ معلوم نہ ہوا تہا کہ ان اجسام کے یہ افعال ذاتی ہیں یا کسی اور کی طرف سے اِن کے اندر ساری
ہیں پہر اس نے تمام اجسام زندہ ومردہ پر ایک نظر ڈالی اور دیکھا کہ ان میں سے کوئی اس بات سے
خالی نہیں ہے کہ یا تو وہ نیچے کی طرف حرکت کرتا ہے جیسے پانی اور اجسزا رحیوان ونبات و دیگر اجزا ارضی
وغیرہ اور یا اوپر کی طرف جیسے شعلۂ آتش وبخار ودخان وہوا وغیرہ اور ان اجسام میں سے کوئی جسم ان دونوں حرکتوں میں ایک
حرکت سے خالی نہیں ہے اور نہ وہ اس حرکت سے ساکن ہوتا ہے مگر جبکہ کوئی مانع اُسکو حرکت سے
روکدے جیسے پتھر کو جب نیچے ڈالا جائے تو وہ زمین سے رک جائیگا اگر زمین کو ہٹایا جائے تو
پتہر ضرور نیچے اترتا چلا جائیگا اور بغیر کسی مانع کے نہیں رکے گا یہی سبب ہے کہ پتھر وغیرہ اشیا
کے اٹھانے میں بوجھ معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ اشیا اپنے مرکز یعنی سفل کی طالب ہیں اور علے ہذا القیاس
دہوان وبخار جب کسی قبہ یا چھت سے رک جاتا ہے تو دایں بائیں راستہ کو تلاش کرتا ہے
اور جب اسکو راستہ مل جاتا ہے تو پہر سیدہا ہوا کی راہ لیتا ہے۔
نیز یہ بھی اس نے دیکھا کہ جب ایک مشک میں ہوا بہر کر اور موہنہ باندھکر پانی
کی تہہ میں اُسکو چھوڑ دیا جائے تو وہ پانی کے اوپر ہوا میں اُبھر کر ٹہیر جائیگی اور بلندی کی طرف جو
اس کا میلان پانی کی تہ میں تہا وہ پانی کے اوپر اُبھر جانے سے گا۔

پہر اس نے غور کیا کہ کیا کوئی ایسا جسم بھی ہے جو ان دونوں حرکتوں سے خالی ہو مگر ان
اجسام میں جو اس کے پاس تھے کوئی جسم اسکو ایسا نہ ملا اور جسم کی تلاش اسکو اس سبب سے
تھی کہ یہ جسم کی اصلی طبیعت کو معلوم کرے جسمی حیثیت سے بغیر اس کے کہ وہ اُن اوصاف

میں سے کسی وصف کے ساتھ متصف ہو جو تکثر کے منشا ہیں۔ مگر جب یہ اس بات سے عاجز آگیا اور اس صفت کا کوئی جسم اسکو نہ ملا تب بھی اس نے اجسام کے وزن پر نظر کی اور دیکھا کہ کوئی جسم ثقل یعنی بھاری پن یا خفت یعنی ہلکے پن سے خالی نہیں ہے پھر اس نے اس بات میں غور کیا کہ آیا جسم کا ثقل یا خفت جسمی حیثیت سے ہے یا یہ جسمیت پر کوئی زائد چیز ہے تو اسکو معلوم ہوا کہ یہ جسمیت پر ایک شے زائد ہے کیونکہ ہم ثقیل جسم میں خفت کو نہیں پاتے اور نہ خفیف میں ثقل کو پاتے ہیں۔ حالانکہ خفیف اور ثقیل دونوں جسم ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ خفت و ثقل اور چیز ہیں اور جسمیت اور چیز ہے۔ اور یہ ثقل و خفت ایسی چیز ہیں جن سے ثقیل و خفیف اجسام ایک دوسرے سے متمیز و متغائر ہوتے ہیں ورنہ جسمیت میں یہ دونوں برابر ہیں اور اگر یہ ثقل و خفیف نہ ہوتی تو دونوں اجسام من جمیع الوجوہ واحد ہوتے۔

پس اس نظر سے اسکو معلوم ہو گیا کہ ثقیل و خفیف اجسام میں سے ہر ایک کی حقیقت دو معنوں سے مرکب ہے۔ ایک وہ معنی جس میں یہ دونوں مشترک ہیں یعنی جسمیت اور دوسرے وہ معنی جس کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا اور متغائر ہیں یعنی ثقل اور خفت اور یہی وہ معنی ہیں جو اجسام میں سے ایک کو اوپر کی طرف اور دوسرے کو نیچے کی طرف حرکت دیتے ہیں۔

پھر اس طرح اس نے اجسام زندہ و مردہ پر ایک غائر نظر کی اور دیکھا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کی حقیقت جسمیت اور ایک اور چیز سے مرکب ہے جو جسمیت پر زائد ہے اور وہ شے زائد کسی جسم میں ایک اور کسی میں ایک سے زائد ہے۔

پس اس نظر سے اسکو اجسام کی صورتیں مع ان کے اختلاف کے ظاہر ہوئیں اور یہ عالم روحانی سے پہلا ظہور اس کے اوپر ہوا تھا کیونکہ ان صور کا ادراک حس کے ساتھ نہیں ہوتا بلکہ نظر عقلی سے کیا جاتا ہے

اور اس ظہور کے جملہ میں اسکو یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ روح حیوانی جس کا مسکن قلب اور جسکا مفصل حال اوپر گذر چکا ہے وہ بھی جسمیت سے ایک زائد چیز ہے اور وہی وہ چیز

ہے جس سے اعمال غریبہ اور احساسات و ادراکات و اصناف حرکات صادر ہوتی ہیں اور یہی معنی اسکی صورت اور فصل ہیں جس کے ساتھ یہ تمام اجسام سے جدا ہوتی ہے اور اہل نظر اوسکو نفس حیوانی کہتے ہیں اور روح نباتی کا نام انہوں نے نفس نباتی رکھا ہے اسیطرح ماسوا حیوان ونبات کے اجسام جمادات میں بھی ایک چیز ہے۔ جس کے ساتھ ان میں سے ہر ایک اپنے مخصوص افعال کرتا ہے اور کیفیات محسوسہ اس سے صادر ہوتی ہیں جسکو اہل نظر طبیعت کہتے ہیں۔

پھر جب حی بن یقظان اس نظر پر واقف ہوا کہ روح حیوانی کی حقیقت جس کا یہ ہمیشہ سے مشتاق تھا دو معنوں سے مرکب ہے ایک تو جسمیت کے معنی جس کے اندر وہ تمام اجسام سے مشترک ہے اور دوسرے وہ معنی جنکے ساتھ وہ دیگر کل اجسام سے جدا ہوتی ہے تو اسوقت جسمیت اس کو نہایت ذلیل معلوم ہوئی اور بالکل اس کی نظر سے گر گئی اور صرف دوسرے ہی معنوں کے ساتھ اس کا فکر متعلق ہوا پھر اس نے اجسام پر ایک اور نظر ڈالی مگر نہ اس حیثیت سے کہ وہ اجسام ہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ ذوات صور ہیں اور ان کی صورتوں ہی سے ان کے خواص صادر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں پس اس نے خوب تحقیق کے بعد معلوم کیا کہ تمام اجسام ایک صورت میں مشترک ہیں جس سے افعال صادر ہوتے ہیں اور پھر یہ دیکھا کہ انہیں اجسام میں سے بعض اجسام ایک اور صورت بھی رکھتے ہیں جس کے ساتھ ان سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو انکے ساتھ مخصوص ہیں اور پھر ان میں سے بعض اجسام پہلی اور دوسری صورت کے ساتھ ایک تیسری صورت بھی رکھتے ہیں جس سے وہ افعال صادر ہوتے ہیں جو اس کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اسکی مثال اجسام ارضی میں اسطرح خیال کرنی چاہیے کہ جیسے مٹی اور پتھر اور معدنیات ونباتات وحیوانات اور کل اجسام ثقیلہ یہ سب ایک صورت میں مشترک ہیں جس سے نیچے کی حرکت صادر ہوتی ہے بشرطیکہ ان اجسام کو نزول سے کوئی مانع نہ ہو اور نیز جب انکو بلندی کی طرف بالقسر حرکت دی جائے یعنی پتھر کو اوپر اچھالا جائے تو اس حرکت کے موقوف ہونیکے بعد

پتھر خود بخود اپنی صورت کے سبب سے اسفل کی طرف حرکت کریگا

پھر انہیں اجسام میں سے بعض حیوان و نبات ہیں جو باوجود صورت مذکورہ میں دیگر اجسام کی مشارکت کے اور صورت بھی رکھتے ہیں جس سے تغذی[1] اور نمو صادر ہوتا ہے

پھر ان دونوں یعنی حیوان و نبات میں سے ایک فریق یعنی حیوان باوجود صورۃ اولی و ثانیہ میں نبات کے ساتھ شریک ہونیکے ایک تیسری صورت کے ساتھ مخصوص ہے جس سے حس و حرکت صادر ہوتا ہے۔

پھر اس نے دیکھا کہ انواع حیوان میں سے ہر ایک نوع کے واسطے ایک خصوصیت ہے جس کے ساتھ وہ تمام انواع سے ممتاز ہوتی ہے۔ پس اس نے جان لیا کہ یہ خصوصیت اسی صورت سے صادر ہوئی ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اس صورت سے زیادہ ہے جس کے اندر یہ نوع تمام انواع حیوان کے ساتھ مشترک ہے۔ اور یہی حال تمام انواع نبات کا بھی ملاحظہ کیا۔

اب اس پر یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جس قدر اجسام عالم کون و فساد میں ہیں انکی حقیقت معنی جسمیت کے علاوہ بہت سے معانی سے مرکب ہے جو بعض اجسام میں کم اور بعض میں زیادہ ہیں اور یہ بھی انکو معلوم ہوگیا کہ جو جسم کم معانی سے مرکب ہے اسکی معرفت بہ نسبت اس جسم کے آسان ہے جو بہت سے معانی سے مرکب ہے۔ کیونکہ اس نے دیکھا کہ حیوان و نبات کی حقائق بہت سے

---

[1] تغذی یہ ہے کہ بواسطہ قوت غاذیہ کے جو غذا متغذی حاصل کرے وہ بذریعہ قوت ہاضمہ کے بدل ما یتحلل ہو جائے اس قوت کے سبب سے جو بواسطہ جاذبہ کے اسکو پہنچتی ہے اور پھر یہ غذا جوہر متغذی کی سی شکل اختیار کرے تاکہ اسکے جسم کی حفاظت اور اسکی مقدار کی تکمیل ہو۔ نمو یعنی بڑھنا اس زیادتی کو کہتے ہیں جو بواسطہ قوت نامیہ کے جسم کی اقطار ثلثہ یعنی طول و عرض و عمق میں ہوتی ہے۔ تناسب طبیعی کے موافق اس غذا کے سبب سے جو اسکے اجزا میں داخل ہوتی ہے اور یہ دونوں فعل نباتات اور حیوان کے واسطے عام ہیں اور ضرور ہے کہ یہ دونوں فعل اسی صورت یعنی نفس سے صادر ہوتے ہیں جس میں یہ دونوں یعنی حیوان و نبات مشترک ہیں۔

معانی سے مرکب ہیں اور اسی سبب سے ان سے قسم قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں لہذا ان کی صور میں فکر کرنا اس نے موخر کیا۔ اسی طرح اس نے دیکھا کہ اجزا ارضی ایک دوسرے سے زیادہ بسیط ہیں پس اس نے اُس جزو کو اپنا مقصود ٹھہرایا جو ان میں سب سے زیادہ بسیط ہے اور ایسے ہی اس نے دیکھا کہ پانی ایک قلیل الترکیب چیز ہے کیونکہ اسکی صورت سے بہت کم افعال صادر ہوتے ہیں اور اسیطرح آگ اور ہوا کو بھی ملاحظہ کیا۔

اور یہ اس کو پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا کہ عناصر اربع یعنی آگ ہوا اور پانی و مٹی ایک دوسرے کی صورت میں مستحیل ہو جاتے ہیں اور ایک بات میں یہ چاروں شریک ہیں جسکو جسمیت کہتے ہیں اور ضرور ہے کہ یہ معنی یعنی جسمیت ان معانی سے علیحدہ ہے جنکے ساتھ یہ چاروں ایک دوسرے سے جدا اور متمیز ہوتے ہیں۔ اور نہ ان تمام معانی سے ان چاروں کا خالی ہونا ممکن ہے چنانچہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم اجسام مذکورہ میں سے نہ اوپر کی طرف حرکت کرے نہ نیچے کی طرف اور نہ وہ گرم ہو نہ سرد اور نہ تر ہو نہ خشک۔ کیونکہ ان اوصاف میں سے کوئی وصف ایسا نہیں ہے جو تمام اجسام کے اندر پایا جائے۔ پس معلوم ہوا کہ یہ اوصاف حقیقت جسمی میں دخل نہیں رکھتے اور جب ایسے جسم کا وجود ممکن ہو گیا جو سوا جسمیت کے ان اوصاف میں سے کوئی وصف نہ رکھتا ہو تو ضرور وہ ایسے وصف سے خالی نہ ہوگا جو تمام اجسام میں نہ پایا جائے بلکہ وہ وصف تمام اجسام مختلفۃ الصور میں پایا جائیگا۔۔

تب اس نے اس بات میں غور کیا کہ آیا کوئی وصف اسکو ایسا بھی نظر آتا ہے جو کل اجسام زندہ و مردہ میں پایا جائے یا نہیں تو اس نے دیکھا کہ امتداد کے سوا اور کوئی وصف ایسا نہیں ہے۔ یعنی امتداد ہی ایک ایسی چیز ہے جو تمام اجسام کی اقطار ثلثہ یعنی طول و عرض و عمق میں پایا جاتا ہے۔ پس اس نے جانا کہ یہی ایک وصف جسمی حیثیت سے جسم کا وصف ہے مگر یہ بات اسکو حاصل نہ ہوئی کہ یہ کسی ایسے جسم کو ملاحظہ کرتا جس میں اس وصف کے سوا اور کوئی وصف نہ ہو اور نہ کوئی صورت اسکے اندر پائی جائے۔

پھر اس نے امتداد کی نسبت یہ غور کرنا شروع کیا کہ جسمیت کے یہی معنی ہیں اور اسکے سوا اور کوئی معنی ہیں یا لیا نہیں ہیں تو اسکو معلوم ہوا کہ اس امتداد کے پیچھے ایک اور چیز بھی ہے جسکے اندر امتداد پایا جاتا ہے ورنہ صرف امتداد کا ممکن نہیں کہ بذاتہ قائم ہو جیسے کہ شے ممتد کا قیام بغیر امتداد کے ممکن نہیں ہے اور اس مسئلہ کو اس نے اسطرح سمجھا کہ مثلاً مٹی سے جب ایک شکل گول مثل کرہ یعنی گیند کے بنائی جائے تو اسکی مقدار کے موافق طول و عرض و عمق ضرور ہوگا۔ پھر اگر اسی گیند کو توڑکر اسکی مکعب یا بیضی شکل بنادیں تو وہ طول و عمق بدل جائیں گے مگر ہونگے ضرور چاہے کسی مقدار کے ساتھ ہوں اور شکل کا ان تینوں سے خالی ہونا ممکن نہیں ہے۔ پس اس اعتبار سے اسکو معلوم ہوا کہ جسم جسمی حیثیت کے ساتھ دو باتوں سے مرکب ہے ایک تو اس چیز سے جو گیند کی مثال میں مٹی بیان کی گئی ہے اور دوسری گیند کا طول و عرض اور عمق کیونکہ کوئی جسم ان دونوں باتوں سے خالی مفہوم نہیں ہو سکتا اور نہ ان دونوں باتوں میں سے ایک دوسرے سے مستغنی ہیں۔ مگر ہاں یہ ضرور ہے کہ امتداد یعنی طول و عرض اور عمق مختلف اور کثیر وجوہات کے ساتھ متعاقب اور متبدل ہوتا رہتا ہے اور یہ ان صور سے مشابہ ہے جو صورت والے اجسام رکھتے ہیں اور وہ چیز جو تبدیل نہیں ہوتی بلکہ ایک ہی حالت پر ثابت و قائم رہتی ہے۔ یہ بمنزلہ مٹی کے ہے اور یہ اس معنی جسمیت سے مشابہت رکھتی ہے جو تمام اجسام ذولت الصور رکھتے ہیں۔ یہی چیز جسکو مثال مذکورہ میں مٹی بیان کیا گیا ہے اسکو اہل نظر مادہ اور ہیولی کہتے ہیں۔

جب اس حد پر اسکی نظر پہونچی اور عالم محسوس سے کچھ مفارقت نصیب ہوئی تو اب یہ عالم عقل کی ہوا کھانے لگا۔ پھر یہ وحشت زدہ ہوکر پیچھے ہٹا اور مطلق جسم کی بحث کو اس نے ترک کر دیا کیونکہ وہ کوئی ایسی بات نہ تھی جسکو حس کے ساتھ ادراک کیا جائے تب اس نے ان اجسام پر نظر کی جو پہلے اس کو تمام اجسام سے زیادہ بسیط نظر آئے تھے یعنی عناصر اربعہ اور ان میں بھی سب سے اول پانی کی نسبت غور کیا تو دیکھا کہ پانی جب اصلی حالت اور صورت پر ہوتا ہے تو اس سے سردی اور ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے اور یہ اسفل کی طرف نزول کا طالب رہتا ہے

اگرجب اس آگ یا سورج کی حرارت میں گرم کیا جائے اور زیادہ گرمی اسکو پہونچے تو اس کے اندر
اسفل کی طلب دور ہوجاتی ہے اور یہ صعود الی الفوق کا طالب ہوتا ہے مطلب یہ کہ اس صورت
میں پانی کے دونوں قدیمی وصف یعنی سردی اور نزول دور ہوجاتا ہے جنکا دور ہونا پانی کی
صورت سے ممکن نہ معلوم ہوتا تہا اور نہ یہ ممکن معلوم ہوتا تہا کہ پانی گرم ہوجائے گا اور صعود
کی تلاش کریگا۔ مگر پانی کے اُن قدیم دونوں فعلوں کے باطل ہونے ہی اسکی صورت مائی بھی زائل
ہوجاتی ہے اور وہ نئی صورت حاصل ہوتی ہے جو پہلے نہ تھی اور اسی صورت سے وہ افعال صادر
ہوتے ہیں جنکا پانی کی صورت سے صادر ہونا ممکن نہ تہا۔

اب اسکو معلوم ہوا کہ ہر ایک حادث کے واسطے محدث کا ہونا ضروری ہے اور اس خیال نے
اس کے دل میں صورت کے فاعل کا نقش جمنا شروع ہوا۔

تب اس نے تمام صور پر جنکو یہ پہلے ہی جان چکا تہا ایک عام نظر ڈالی اور دیکھا کہ وہ سب
کی سب حادث ہیں اور اُن کے واسطے فاعل کا ہونا ضروری ہے۔ پہر اس نے ذوات الصور یعنی
ان اجسام پر نظر ڈالی جو صورت رکہتے ہیں تو اس سے زیادہ اور کچھہ نہ دیکھا کہ صورت جسم کی وہ
استعداد اور قابلیت ہے جس سے فعل صادر ہوتا ہے مثلاً پانی جب گرم کیا جائے گا تو وہ اوپر
کی طرف حرکت کرنیکے واسطے مستعد ہوگا اور یہ استعداد ہی اسکی یہ صورت ہی کیونکہ بجز جسم اور ان کیفیات
حرکات کے سوا جو اس سے محسوس ہوتی ہیں اور کچھہ نہیں ہے اور وہ فاعل ہی ان سب کو پیدا کرتا ہے
حالانکہ پہلے یہ نہیں تھیں یہی تفصیل اسکو تمام صورتوں میں ظاہر اور واضح ہوئی۔

اور اس تفصیل نے یہ بات اس کے ذہن نشین ہوگئی کہ اجسام سے جو افعال مختلف صورتوں
میں صادر ہوتے ہیں وہ درحقیقت انہیں سے صادر نہیں ہوتے بلکہ وہ سب اس فاعل ہی
کی طرف سے ہیں یہ معنی جو اس شخص پر روشن ہوئے اس حدیث قدسی کے مضمون
سے مطابق تھے۔ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهِ

[1] یعنی میں اسکے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور میں اسکی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔

اور قرآن شریف میں وارد ہے کہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۔ فاعل کا یہ اجمالی علم اسکو حاصل ہونے سے ایک زبردست شوق اُسکی معرفت کا اس کے دل میں پیدا ہوا۔ مگر اس نے جو ہنوز عالم حس سے مفارقت نہ کی تھی اسواسطے محسوسات کی طرف سے اسکی تلاش میں مشغول ہوا اور ابھی اسکو یہ بھی نہ معلوم ہوا تہا کہ وہ واحد ہے یا کثیر تب اس نے کل اجسام پر جو اس کے پیش نظر تھے پھر ایک نظر ڈالی اور دیکھا کہ بعض اوقات وہ تکون ہوتے ہیں اور بعض اوقات فاسد ہو جاتے ہیں اور جو اجسام بالکل فاسد نہیں ہوتے ان کے اجزا میں ضرور فساد واقع ہوتا ہے جیسے کہ پانی اور زمین کے اجزا آگ سے فاسد ہو جاتے ہیں اور اسیطرح ہوا برودت کی شدت سے برف بنتی اور پھر پانی ہو کر بہہ جاتی ہے۔ غرضکہ اسیطرح تمام اجسام میں کوئی جسم بھی اسکو ایسا نظر نہ پڑا جو حوادث سے محفوظ اور فاعل مختار کی طرف احتیاج نہ رکہتا ہو پس ان تمام اجسام سے اس نے اپنی نظر مثلاً اجسام سماوی کی طرف اپنا نظر متوجہ کیا اور اب اسکی عمر کا اٹہائیسواں سال شروع ہوا تہا۔ کہ اس نے دیکھا کہ آسمان اور جس قدر کواکب اسکے اندر ہیں وہ سب اجسام ہیں کیونکہ وہ اقطار ثلثہ یعنی طول وعرض اور عمق رکھتے ہیں اور ان میں سے کوئی اس صفت سے خالی نہیں ہے اور جو اس صفت سے خالی نہ ہو وہ ضرور جسم ہے پس ثابت ہوا کہ یہ سب اجسام ہیں۔ پھر اس نے اس بات میں غور کیا کہ آیا انکا طول وعرض و عمق متناہی محدود ہے یا غیر متناہی وغیر محدود ہے اور اسکے اندر اسکو کچھ حیرت لاحق ہوئی مگر یہ اپنی عقل و ذہانت سے سمجھ گیا کہ کسی جسم کا غیر منتہی وغیر محدود ہونا اور بالکل عقل کے خلاف ہے۔

پھر اس نے غور کیا کہ یہ جسم سماوی اس جہت سے جو ہماری طرف ہے متناہی ہے جس میں مجھکو شک ہے تو اسکی نسبت بھی میں ضرور جانتا ہوں کہ اس کا الی غیر النہایہ ممتد ہونا محال

---

۵ پس تم نے ان کو قتل نہیں کیا ولیکن خدا نے اونکو قتل کیا تہا اور اے رسول تم نے انکو کنکر نہیں مارے ولیکن خدا نے مارے ۱۲

جب اسکو اپنی عقل سلیم سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جسم سماوی متناہی ہے تب اس نے یہ معلوم کرنا
چاہا کہ اسکی شکل کیا ہے اور ان سطوح کے ساتھ جو اسکو محدود کرتی ہیں اس کے منقطع ہونے کی
کیا کیفیت ہے۔ پس اس نے پہلے شمس و قمر اور کل کواکب پر ایک نظر ڈالی تو دیکھا کہ سب کے سب
مشرق سے طلوع ہو کر مغرب میں غروب ہو جاتے ہیں اور جو کواکب اسکے سمت الراس پر ہیں
وہ بڑا دائرہ اور جو قطب شمالی یا جنوبی کی طرف مایل ہیں وہ چھوٹے چھوٹے دائرے قطع کرتے ہیں
یہاں تک کہ جو ستارے قطب شمالی کے متصل مدار فرقدین اور جو قطب جنوبی کے متصل مدار
سہیل پر گردش کرتے ہیں۔ انکا دائرہ سب سے چھوٹا ہے اور چونکہ اس شخص کا مسکن خط استوا
کے نیچے واقع تھا اس سبب سے یہ تمام دوائر سطح افق پر واقع و جنوب و شمال میں یکساں
حالت کے ساتھ اور دونوں قطب اس کے سامنے ظاہر تھے۔ نیز یہ بھی اسکو معلوم ہوا کہ ایک
کوکب دائرہ کبیرہ پر طلوع ہوا اور دوسرا دائرہ صغیرہ پر اور طلوع انکا ساتھ تھا تو غروب
بھی ساتھ ہی ہوگا اور یہ بات اس نے تمام کواکب میں کل اوقات کے اندر ملاحظہ کی اور اس کے
ذریعہ سے اسکو معلوم ہو گیا کہ فلک کی شکل کروی ہے اور اس بات سے اور بھی اس کا یہ اعتقاد قوی
ہو گیا کہ یہ تمام کواکب کو مغرب میں غروب ہونے کے بعد پھر مشرق سے ہی طلوع ہوتے دیکھتا تھا
اور نیز یہ بھی دیکھتا تھا کہ حالت طلوع و توسط و غروب میں کواکب کی ایک ہی مقدار اسکو معلوم
ہوتی ہے یہ نہیں کہ کسی وقت بڑے اور کسی وقت چھوٹے معلوم ہوں اور یہ بات ضرور تھی
کہ اگر سماوی حرکت کرہ کی شکل نہ ہوتی تو ایک وقت میں کواکب اسکی نظر سے قریب اور ایک وقت
میں دور ہوتی اور اس حساب سے انکی مقدار بھی کسی وقت چھوٹی اور کسی وقت بڑی
معلوم ہوتی مگر چونکہ ایسا نہ تھا اس سبب سے شکل کی کرویت اس پر ثابت ہو گئی پھر اس نے تمام
سیارات کی حرکات پر غور کرکے علم ہیئت میں کافی واقفیت حاصل کر لی اور اس پر ظاہر ہو گیا
کہ سیارات کی حرکات بغیر افلاک کثیرہ کے نہیں ہوتی ہیں اور یہ سب افلاک ہیئت ایک دوسرے
کے اندر متضمن ہیں اور جو فلک ان سب کے اوپر ہے۔ وہی ان سب کو حرکت

دیتا ہے اور یہ حرکت اسکی یعنی اسکا ایک دورہ ایک شبانہ روز میں ختم ہو جاتا ہے تفصیل اس اجمال کی کتب علم ہیئت میں مرقوم ہے۔

جب اس شخص کی نظر اس مقام پر پہونچی اور اسکو معلوم ہو گیا کہ فلک اعظم مع ان اشیاء کے جو اس کے اندر اور ایک دوسرے سے متصل ہیں بمثل ایک شئے کے ہے کیونکہ جو اجسام پہلے اس کے پیش نظر تھے جیسے زمین اور پانی اور ہوا اور آگ اور نبات وحیوان وغیرہ یہ سب فلک کے ضمن میں ہیں اور ان سب کی مثال ایسی ہے جیسے انسان کا جسم جسکے حواس بمنزلہ کواکب نیرہ کے ہیں اور اعضاء انسانی بمنزلہ افلاک ہیں جو ایک دوسرے سے متصل ہیں اور اس کے پیٹ کے اندر جو چیزیں ہیں یہ سب بمنزلہ عالم کون وفساد کے ہیں اور اسکے اندر جو کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں انکو عالم کون وفساد میں حیوان تصور کر لینا چاہیے۔

پھر جب اسکو یہ ثابت ہو گیا کہ تمام عالم بمنزلہ ایک شخص کے ہے اور اپنے قیام میں فاعل مختار کا محتاج ہے تو جس نظر سے کہ اسکے نزدیک عالم کون فساد کے اجسام متحد ہوئے تھے اسی نظر سے تمام اجسام علوی وسفلی متحد ہو گئے

اور اب اس کے دل میں یہ فکر پیدا ہوا کہ تمام عالم حادث ہے یعنی قدیم سے نہ تھا بعد میں ہوا ہے یا قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے موجود ہے اور اس سے پہلے عدم نہ تھا تو اس مسئلہ میں اس کے دل کے اندر بہت بحث ہوئی مگر کوئی امر قائم نہ ہوا کیونکہ جب یہ قدامت کا اعتقاد کرتا تو بہت سے اعتراض اس قسم کے اسپر وارد ہوتے جن سے جسم لانہایت کا وجود ممکن ہوتا جو در اصل محال ہے اور نیز یہ بھی اسکو خیال ہوتا کہ اس وجود کا حوادث سے خالی ہونا ممکن نہیں اور اس حالت میں یہ حوادث کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ جو حوادث مقدم نہیں ہی حادث ہے اور جب یہ حدوث کا اعتقاد کرتا تب دوسرے قسم کے اعتراضات اس کے پیش نظر ہوتے مثلاً یہ دیکھتا کہ حدوث کے معنی یہ ہیں کہ ایک چیز ہمیشہ سے نہ تھی اور بعد میں ہوئی اور یہ بات بغیر زمان کے مفہوم نہیں ہوتی اور لازم آتا ہے کہ زمان اس پر متقدم ہو اور زمان

بھی جملہ عالم سے ہے اور اس وقت عالم کا زمان سے موخر ہونا مفہوم نہیں ہوتا۔ نیز یہ بھی خیال
پیدا ہوتا تھا کہ جب عالم حادث ہے تو اسکے واسطے محدث کا ہونا بھی ضروری ہے پھر اس
محدث نے عالم کو اس وقت کیوں پیدا کیا اسوقت سے پہلے یا پیچھے کیوں نہیں پیدا کیا
حالانکہ وہاں اسوقت اسکے سوا اور کوئی نہیں تھا کیا اسوقت اسکی ذات میں کوئی تغیر پیدا
ہوا اور پیدا ہوا تو کس نے اس تغیر کو اسکی ذات میں راہ دی۔ اس مسئلہ میں فکر کرتے ہوئے
اسکو برسوں گذر گئے مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا کیونکہ دونوں طرف کی حجتیں اور براہین اسکے
نزدیک برابر تھیں اور کسی طرح ایک اعتقاد کو دوسرے پر ترجیح نہ ہوتی تھی۔

آخر جب اس فکر میں عاجز اور پریشان ہو گیا تب اس نے دوسری ترکیب
کی یعنی یہ سوچنا شروع کیا کہ ان دونوں اعتقادوں میں سے ہر ایک اعتقاد سے کیا لازم
آتا ہے اور کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ شاید کہ ان دونوں سے ایک ہی نتیجہ برآمد ہو

اس نے دیکھا کہ اگر یہ اس بات کا اعتقاد کرتا ہے کہ عالم حادث ہے اور عدم سے
وجود میں آیا ہے تو اس سے یہ امر لازم آتا ہے کہ عالم کا بنفسہ عدم سے وجود میں آنا ممکن
نہیں بلکہ اس کے واسطے ایک فاعل کی ضرورت ہے جو اسکو عدم سے وجود میں لائے اور
وہ فاعل ایسا ہے کہ حواس سے اس کا ادراک ممکن نہیں کیونکہ اگر حواس کے ذریعہ سے اسکا
ادراک ممکن ہو تو ضرور وہ جسم ہوگا اور جب وہ جسم ہوگا تو جملہ عالم میں شمار کیا جائے گا اور
حادث ہوگا۔ پھر اسکو محدث یعنی پیدا کرنے والے کی ضرورت ہوگی اور پھر یہ محدث بھی جسم ہونے
کے سبب سے تیسرے محدث کا محتاج ہوگا اور تیسرا چوتھے کا اور اسیطرح یہ لانہایت
سلسلہ قائم ہو جائیگا اور یہ باطل ہے پس ضروری ہوا کہ عالم کا فاعل جسم نہیں ہے تو پھر حواس
کے ذریعہ سے اس کا ادراک کرنا بھی ممکن نہیں کیونکہ پانچوں حواس سوا اجسام اور ان کی لحوقات
کے اور کسی چیز کو ادراک نہیں کر سکتے اور جبکہ فاعل محسوس نہیں ہے تو پھر اس کا متخیل ہونا بھی
ممکن نہیں کیونکہ تخیل اسکے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ محسوسات کی صورتوں کو ان کے غائب

ہو سکنے کے بعد خیال میں حاضر کیا جائے ۔

اور جبکہ فاعل جسم نہیں ہے تو اجسام کی تمام صفات کا بھی اس پر صادق آنا محال ہے اور اجسام کی سب سے پہلی اور بڑی صفت طول وعرض اور عمق میں ممتد ہونا ہے لہذا فاعل اس صفت سے بالکل منزہ اور پاک ہے اسیطرح کل ان دیگر صفات سے بھی جنکے ساتھ اجسام موصوف ہیں فاعل بے نیاز ہے اور جبکہ وہ تمام عالم کا فاعل ہے تو لامحالہ وہ اس کا عالم اور اس پر قادر بھی ہے۔ [1] اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ

پھر اس نے یہ خیال کیا کہ اگر یہ عالم کی قدامت کا اعتقاد کرتا ہے کہ عالم سے پہلے عدم نہیں تھا بلکہ وہ ہمیشہ سے اسیطرح ہے تو اس اعتقاد سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ابتدائی طرف سے عالم کی حرکت قدیمہ ہے کیونکہ اسکو کبھی سکون لاحق نہیں ہوا جس سے وہ حرکت شروع ہو۔ پھر ہر ایک حرکت کیواسطے محرک کا ہونا ضروری ہے اور یہ محرک یا تو جسم کے اندر ایک قوت ساریہ ہوگی اور یا جسم بنفسہ متحرک ہوگا اور یا کوئی دوسرا جسم اسکو حرکت دینے والا ہوگا اور یا کوئی ایسی قوت ہوگی جو نہ جسم کے اندر ساری ہے اور نہ اس کے اندر شائع ہے کیونکہ جو قوت جسم کے اندر ساری اور شائع ہوتی ہے وہ جسم کے انقسام کے ساتھ منقسم اور اس کے تضاعف کے ساتھ متضاعف ہو جاتی ہے جیسے کہ پتھر کا ثقل جو اسکو اسفل کی طرف حرکت دینے والا ہے۔ پتھر کے دو حصہ کرنے سے اس کے بھی دو حصے ہو جاتے ہیں اور اگر پتھر کی مقدار میں تزاید ممکن ہو تو ثقل بھی متزاید ہو جائیگا اور اگر یہ ممکن ہو کہ پتھر میں غیر نہایتہ تزاید پایا جاتا ہے تو اس کا ثقل بھی غیر نہایتہ متزاید ہوگا اور جس جگہ پتھر کا تزاید متوقف ہوگا وہیں ثقل بھی ٹھیر جائیگا۔ مگر یہ برہان پہلے ہی بیان ہو چکی ہے کہ ہر ایک جسم متناہی ہے لہذا انکی قوت بھی متناہی ہوتی اور جب ہم کوئی ایسی قوت پائیں جس سے لا نہایت فعل صادر ہوتا ہو تو ضرور وہ قوت جسم کے اندر نہ ہوگی جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فلک ہمیشہ سے لانہایت حرکت کرتا ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوتی کیونکہ ہم نے اسکو قدیم فرض

[1] کیا بس وہی جانتا ہے جس نے پیدا کیا اور وہ مہربان باخبر ہے ۔

کر رکھا ہے جس کی ابتدا نہیں ہے پس اس سے لازم ہوا کہ یہ قوت جو اسکو حرکت دیتی ہے اس کے جسم کے اندر نہیں ہے اور نہ اس کے سوا اور کسی جسم کے اندر ہے۔

اور اسکو پہلی ہی نظر میں جو اس نے علم کون و فساد پر ڈالی تھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہر ایک جسم کے وجود کی حقیقت صرف اس صورت کی طرف سے ہے جو اس کا مختلف حرکات کے واسطے مستعد ہوتا ہے اور ہر جسم کا وجود جو اسکے مادہ کی طرف سے ہے نہایت ضعیف ہے جس کا ادراک ہونا قریب المحال ہے پس اب معلوم ہو گیا کہ کل عالم کا وجود اس محرک کی تحریک کے واسطے مستعد ہونے کی طرف سے ہے اور یہ محرک مادہ اور کل صفات اجسام سے منزہ اور حواس کے ادراک سے پاک ہے اور خیال کو اسکی جناب میں گزر کرنے کی مجال نہیں۔

جب وہ فاعل جل شانہ حرکات افلاک کا اُن کی اختلاف انواع پر فاعل ہے اور اس فعل میں اُس کے نہ فطور ہے نہ تفاوت ہے پس لامحالہ وہ اس پر قادر اور اُس کے ساتھ عالم ہوا ہے جب اس مقام پر اسکی نظر منتہی ہوئی تو اسکو روشن ہو گیا کہ عالم کے حدوث و قدم میں اس کو جو شکوک واقع ہوئے تھے اُن سے اسکو کچھ نقصان نہیں پہونچا اور دونوں اعتقادوں سے اسکو فاعل مختار و غیر جسم کا وجود ثابت ہو گیا جو نہ جسم ہے نہ جسم سے متصل نہ منفصل ہے نہ جسم کے اندر داخل ہے نہ اس سے خارج ہے کیونکہ اتصال و انفصال اور دخول و خروج سب اجسام کی صفات ہیں اور فاعل مختار ان سب سے منزہ اور پاک ہے اور چونکہ ہر ایک جسم کا مادہ صورت کا محتاج ہے کیونکہ بغیر صورت کے وہ قائم نہیں رہ سکتا اور نہ اسکی حقیقت بغیر صورت کے ثابت ہوتی ہے اور صورت کا وجود اسی فاعل مختار کی طرف سے ہے پس معلوم ہوا کہ ہر چیز کا قیام فاعل ہی کے ساتھ ہے کیونکہ وہ ان سب کی علت ہے اور یہ سب اُسکی معلول ہیں خواہ یہ سب حادث ہوں یا قدیم ہوں کیونکہ یہ دونوں حالتوں میں فاعل کی محتاج اور اسکے ساتھ متعلق الوجود ہیں اگر فاعل کو دوام نہ ہو تو یہ بھی دائم نہ رہیں اور اگر وہ قدیم نہ ہو تو یہ بھی قدیم نہیں ہو سکتے

اور وہ بذاتہ ان سب سے غنی اور بری ہے اور کیوں نہ ہو کہ برہان سے ثابت ہو گیا ہے کہ اسکی
قوت اور قدرت غیر متناہی ہے اور کل اجسام اور ان کی متعلقات سب منقطع اور متناہی
ہیں پس اب ثابت ہو گیا کہ تمام عالم اور اسکے اندر جو کچھ آسمان و زمین اور کواکب وغیرہ
سے ہے سب اسی فاعل کا فعل اور اسکی خلق ہے اور بالذات اس سے متاخر ہے اگرچہ بالزمان
متاخر نہیں ہے جیسے کہ تم اپنے ہاتھ میں کسی چیز کو لیکر ہاتھ کو حرکت دو تو ہاتھ کی اور اس
چیز کی حرکت ساتھ ہو گی اور اس چیز کی حرکت ہاتھ کی حرکت سے اگرچہ بالزمان متاخر نہیں
ہے مگر بالذات ضرور متاخر ہے پس اسی طرح تمام عالم اس فاعل کی معلول و مخلوق بغیر زمان
ہے انما امرہٗ اذا اراد شیئاً ان یقول له کن فیکون [1] ۔ پھر جب اسکو یہ ثابت ہو گیا
کہ تمام موجودات فاعل کا فعل اور اسکی صنعت و قدرت سے ہے تب اس نے تمام موجودات
پر ایک نظر ڈالی اور یہ نظر اسکی قدرت میں اعتبار کرنے اور اسکی غریب و عجیب صنعت
اور لطیف حکمت اور دقیق علم پر تعجب کے طور سے تھی چنانچہ اسکو تھوڑی ہی سی چیزوں
میں اسقدر آثار حکمت اور بدائع صنعت معلوم ہوئے کہ حیران رہگیا اور یہ بات روشن ہو گئی
کہ بیشک یہ باتیں اس فاعل مختار ہی سے صادر ہو سکتی ہیں جو انتہا کمال پر پہنچا ہو۔
لا یعزب عنه مثقال ذرة فی السموات ولا فی الارض ولا اصغر
من ذالك ولا اکبر [2] ۔ پھر اس نے تمام انواع حیوان پر نظر ڈالی اور ملاحظہ کیا کہ کس
طرح فاعل حقیقی نے ان کے تمام اعضاء کو پیدا کر ان کے استعمال کا طریقہ ان کو تعلیم کیا
ہے کیونکہ اگر وہ صرف اعضاء کو پیدا کرکے ان کا استعمال کرنا نہ سکھاتا تو ان سے کوئی فایدہ
بآمد نہ ہوتا بلکہ یہ حیوان کے واسطے وبال جان ہو جاتے۔ پس اس نظر سے اسکو معلوم ہوا

[1] بس اس کا حکم یوں ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسکو فرماتا ہے کہ ہو جا بس
وہ ہو جاتی ہے ۱۲ ۔ [2] آسمانوں اور زمینوں میں ایک ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی یا
بڑی چیز اس (کے علم) سے غائب نہیں۔ یعنی سب کا اسکو علم ہے۔

کہ وہ فاعل ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین یعنی اپنی مخلوق پر بڑا عنایت فرما اور نہایت مہربان ہے

پھر جب یہ کسی چیز میں حسن وخوبی دیکھتا یا کمال و قوت اسکو نظر آتا یا کوئی فضیلت دکھائی دیتی تو یہ اسکو اسی فاعل کا فیض اور اسکی بخشش سمجھتا اور اس کے دل میں یہ بات جم گئی تھی کہ فاعل جل جلالہ وعم نوالہ فی ذاتہ سب سے بڑھکر کمال و قوت اور حسن وخوبی رکھتا ہے جس کے کمال وخوبی کے آگے مخلوقات کے حسن وکمال کو کچھ وقعت نہیں ہے۔

پھر اس نے تمام صفات کمال میں غور کرنا شروع کیا تو سب کو ذات باری تعالیٰ ہی کے واسطے مخصوص اور اسی سے صادر پایا اور دیکھا کہ سب سے زیادہ وہی ان کا مستحق ہے اور تمام صفات نقص میں غور کرکے سب سے اسکو بری اور منزہ دیکھا اور وہ ان سے بری کیونکر نہ ہو کہ نقص کے معنی عدم محض کے ہیں یا وہ چیز جو عدم سے متعلق ہے پھر عدم کو اس ذات کے ساتھ کیسے تعلق ہو سکتا ہے جو موجود محض اور واجب الوجود ہے اور ہر ایک وجود والے کو وجود کا عنایت کرنے والا ہے غرض یہ ہے کہ اس کے سوا وجود نہیں ہے پس وہی وجود ہے اور وہی کمال ہے اور وہی تمام ہے اور وہی حسن وجمال ہے اور وہی قدرت اور علم ہے اور وہی وہ ہے اور سوا اسکی ذات کے ہر ایک چیز ہلاک اور فنا ہونے والی ہے اس شخص کو اس حد تک معرفت اسکی عمر کے پینتیسویں سال میں حاصل ہوئی اور اس فاعل مختار کا خیال اس کے دل میں اسقدر جم گیا کہ اس کے سوا تمام چیزوں سے اسکا فکر برطرف ہو گیا موجودات کے متعلق ہر ایک بحث اسکے دل سے دور ہو گئی۔

اب جس چیز پر نظر پڑتی اسی میں خدائی جلوہ نظر آتا اور جو چیز نظر سے گزرتی خدا ہی خدا پکارتا یہاں تک کہ عالم ادنیٰ سے اس کا دل بالکل ہٹ کر ہمہ تن عالم ارفع کی طرف متوجہ ہوا

الغرض جب اس کو ذات واجب الوجود کا علم حاصل ہوا جس کے وجود کا کوئی سبب نہیں ہے اور وہی تمام اشیا کے وجود کا سبب ہے تب اس نے چاہا کہ یہ بات معلوم

کرے کہ یہ علم اس کو کس چیز سے حاصل ہوا ہے اور کس قوت کے ساتھ اس موجود کا اس نے ادراک کیا ہے پس پہلے اس نے اپنے پانچوں حواسوں یعنی سامعہ اور باصرہ اور شامہ اور ذائقہ اور لامسہ پر غور کیا تو دیکھا کہ یہ سب جسم اور اسکی ملحقات کے سوا اور کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتے کیونکہ قوت سامعہ اس آواز کا ادراک کرتی ہے جو اجسام کے تصادم کے وقت ہوا کے تموج سے پیدا ہوتی ہے اور قوت باصرہ سے رنگ وصورت کا ادراک ہوتا ہے اور قوت شامہ سے بو معلوم کی جاتی ہے اور قوت لامسہ صلابت اور نرمی اور گرمی وسردی کا ادراک کرتی ہے۔

اور ایسے ہی قوت خیالیہ سے انہیں چیزوں کا ادراک ہوتا ہے جو طول وعرض اور عمق رکھتی ہیں۔ یعنی اجسام یا متعلقات اجسام سے ہیں غرضکہ ان تمام حواس سے صرف انہیں چیزوں کا ادراک ہوتا ہے جو اجسام یا ان کے متعلقات سے ہیں ان کے سوا اور کسی چیز کو حواس ادراک نہیں کر سکتے کیونکہ حواس ایسی قوتیں ہیں جو اجسام کے اندر شائع اور ساری ہیں اور اجسام کے انقسام کے ساتھ منقسم ہو جاتی ہیں اسی سبب سے یہ اجسام کے سوا اور کسی چیز کو ادراک نہیں کر سکتیں کیونکہ جب یہ قوت کسی منقسم چیز میں شائع ہو گی تو ضرور جب کسی چیز کا ادراک کریگی تو وہ چیز بھی اس قوت کے انقسام کے ساتھ منقسم ہو جاویگی اب معلوم ہو گیا کہ جسم کے اندر جو قوت ہے وہ جسم یا متعلق جسم کے سوا اور کسی چیز کا ادراک نہیں کر سکتی اور یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ موجود واجب الوجود اجسام کی تمام صفات سے بری ہے۔ پس اب اس کا ادراک اس چیز سے ہو سکتا کہ جو جسم نہیں ہے اور نہ جسم کے اندر کوئی قوت ہے اور نہ کسی وجہ سے جسم کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور نہ وہ جسم کے اندر داخل اور نہ اس سے خارج اور نہ اسکے ساتھ متصل اور نہ اس سے منفصل ہے اور اس بات اس نے پہلے ہی معلوم کر لی تھا کہ اس نے بذاتہ اس موجود واجب الوجود کو معلوم کیا ہے اور اس کی معرفت اسکے دل نشین ہو گئی ہے پس اسکو معلوم ہو گیا

کہ اسکی ذات جس کے ساتھ اس نے موجود واجب الوجود کو پہچانا ہے وہ ایک غیر جسمانی چیز ہے اور اجسام کی صفت کے ساتھ متصف نہیں ہے۔ اسکی وہ ظاہری ذات جس کے ساتھ جسمانی چیزوں کا ادراک کرتا ہے درحقیقت اسکی ذات نہیں ہے بلکہ اس کی حقیقی ذات وہی ہے جس کے ساتھ اس نے موجود واجب الوجود کو پہچانا اور اس کا علم حاصل کیا ہے۔

پھر جب اسکو معلوم ہو گیا کہ اسکی ذات یہ متجسمہ یعنی یہ ظاہری صورت جسمانی نہیں ہے جس کو یہ اپنے حواس کے ساتھ ادراک کرتا ہے اور جسکا احاطہ اسکی کھال یا اسکے جرم نے کر رکھا ہے تو یہ صورت جسمی بالکل اسکی نظر سے گر گئی اور اس کا پورا فکر اس ذات شریفہ کی طرف متوجہ ہوا جس سے واجب الوجود کا ادراک کیا ہے اور اس نے اپنی ذات کے ساتھ اس ذات شریفہ میں نظر کی اور غور کیا کہ آیا اس کا ہمیشہ رہنا ممکن ہے یا یہ مضمحل اور فاسد ہو جائیگی۔ پس دیکھا کہ فساد اور اضمحلال اجسام کی صفات سے ہیں یعنی اجسام کی یہ حالت ہے کہ ایک صورت کو چھوڑ کر دوسری صورت اختیار کرتے ہیں مثلاً پانی ہوا بنجاتا ہے اور ہوا پانی ہو جاتی ہے اور مٹی نبات کی صورت میں روئیدہ ہوتی ہے اور نبات پھر خاک بنجاتی ہے۔ یہی معنی فساد اور اضمحلال کے ہیں۔ اور جو چیز کہ نہ جسم ہے اور نہ جسم کی طرف اپنے قیام میں محتاج ہے اور نہ جسم کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھتی ہے وہ جسمیات سے بالکل منزہ ہے اور کسی صورت سے اس کا فساد متصور نہیں ہو سکتا۔ پھر جب یہ بات اسکے نزدیک ثابت ہو گئی کہ اسکی حقیقی ذات میں فساد واقع ہونا ممکن نہیں ہے تب اس نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ جب یہ ذات بدن سے جدا ہو گی تو اس کا کیا حال ہو گا یہ بات اسکو پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی کہ بدن سے یہ اسوقت مفارقت کرے گی جب وہ اسکے کام دینے کے قابل نہ رہیگا پس اس نے تمام قوی مدرکہ پر ایک نظر ڈالی اور دیکھا کہ یہ سب مدرکہ بالقوۃ اور کسی وقت مدرک بالفعل ہوتے ہیں۔ مثلاً آنکھ جسوقت بند ہوتی ہے تو وہ مدرکہ بالقوۃ ہوتی ہے یعنی اگرچہ وہ اسوقت دیکھ نہیں رہی ہے مگر اس میں دیکھنے کی قوت ہے بعد جس وقت

آنکھ کہلی ہوئی ہوتی ہے تو وہ مدرکہ بالفعل ہے یعنی دیکھ رہی ہے ۔ اسیطرح کل حواس کے قوت اور فعل کو قیاس کر لینا چاہیے

پہر ان قوتوں میں سے جس قوت نے کبہی بالفعل ادراک نہیں کیا ہے وہ اپنے ادراک کی طرف زیادہ مشتاق نہیں ہوتی کیونکہ اس ادراک کے لطف سے وہ غافل ہے اور جس قوت نے پہلے بالفعل ادراک کیا تہا پہر کسی سبب سے یہ ادراک اسکا زائل ہو گیا تو اسکو اپنے اس گم شدہ ادراک کا از حد شوق ہوتا ہے ۔ جیسے کوئی شخص جنمی اندہا تو اس کے دل میں بینائی کی اس قدر خواہش نہیں ہوتی جیسی کہ اس شخص کے دل میں ہوتی ہے جو پہلے بینا تہا پہر نابینا ہو گیا ۔

جس قوت کے فوائد و منافع زیادہ ہوتے ہیں اسی کے زائل ہونے کا رنج بہی زیادہ ہوتا ہے مثلاً بینائی کے جاتے رہنے کا رنج قوت شامہ یا قوت سامعہ کے زائل ہو جانے کے رنج سے بدرجہا زیادہ ہوتا ہے ۔

اسی طرح موجود واجب الوجود جو تمام صفات کمال کے ساتھ موصوف ہے اور تمام حسن و جمال اور قدرت و کمال اسی سے ہر ایک چیز کو پہونچتا ہے اسکی معرفت بہی کل اشیا کی معرفت سے زیادہ لطف خیز اور فرحت انگیز ہے ۔ جس شخص کو یہ حاصل ہو گی اس کے عیش و سرور کا کیا ٹہکانا ہے اسی طرح جسکو یہ معرفت حاصل ہو کر زائل ہو جائیگی اس کے رنج و الم کا کیا کہنا اور جسکو یہ ابتدا ہی سے جنمی اندہے کی طرح حاصل نہ ہوئی ہو گی اسکو چنداں رنج و الم نہ ہوگا ۔

یہ بات اسکو پہلے ہی معلوم ہو گئی تہی کہ موجود واجب الوجود کل صفات کمال کے ساتھ موصوف اور کل صفات نقص سے بری ہے اور جس چیز سے اسکی معرفت حاصل ہوئی وہ ایک ایسی چیز ہے جو اجسام سے مشابہت نہیں رکھتی نہ ان کے فساد سے فاسد ہوتی ہے ۔ پس اسکو ظاہر ہو گیا کہ جس کے پاس ایسی ذات موجود ہو جو

ایسے ادراک کی قابلیت رکھتی ہے تو جب یہ موت کے ساتھ بدن سے جدا ہوگی
تو اس کے واسطے تین حالتوں میں سے ایک حالت ہے کیونکہ اس نے بدن کے اندر
متصرف ہونیکے وقت یا تو بالکل ہی موجود واجب الوجود کو نہ جانا تھا اور نہ اسکی کچھ
معرفت حاصل کی تھی پس ایسی ذات یعنی روح مرنے کے بعد اسکا قرب نہ حاصل
کرسکے گی اور نہ اس قرب حاصل نہونے سے اسکو کچھ رنج والم ہوگا۔

نیز یہ تمام قوی جسمانی جسم کے بطلان کے ساتھ باطل ہو جاتے ہیں اور اپنی
مقتضیات کے بالکل مشتاق نہیں رہتے اور نہ ان کے گم ہو جانے سے رنجیدہ ہوتے ہیں
یہ حالت تمام بہائم غیر ناطقہ کی ہے چاہے وہ انسانی صورت رکھتے ہوں یا غیر انسانی۔

اور یا اس ذات (یعنی روح) نے موجود واجب الوجود کو بدن کے اندر اپنے
متصرف ہونیکی حالت میں تمام صفات کمال کے ساتھ پہچانا تھا مگر پوری طرح اسکی طرف
متوجہ نہ ہوئی تھی بلکہ اپنی خواہشات اور ہوا و ہوس کے پورا کرنے میں ہمیشہ پریشاں
و سرگردان رہتی تھی تو ایسی روح کو مرنے کے بعد واجب الوجود سے اتصال نصیب
نہ ہوگا اور اس نقصان کے سبب سے یہ عذاب الیم اور دردناک تکلیف میں مبتلا رہے گی
پھر یا تو یہ تکلیف اس روح کے واسطے سرمدی اور دائمی ہوگی اور یا اسکی غفلت
کے بقدر ہو کر ختم ہو جائیگی اور لذت و سرور اس کو نصیب ہوگا۔

• اور یا اس ذات نے اپنی حیات بدنی کے زمانہ میں اس موجود واجب الوجود
کی پوری معرفت حاصل کی تھی اور آخری وقت تک اسی کے مشاہدہ میں مشغول رہی
تو مرتے ہی اسکو ذات باری کا قرب نصیب ہوگا اور ہمیشہ یہ دائمی لذت و سرور
میں مشغول رہے گی۔

پھر جب اسکو یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اسکی ذات کا کمال اور اسکی لذت صرف
اس موجود واجب الوجود کے مشاہدہ ہی پر موقوف ہے اور مشاہدہ بھی ایسا کہ جو دائمی ہو

یہ ایک طرفۃ العین غافل نہ رہے تاکہ اس غفلت میں کہیں اسکو موت نہ آجائے بلکہ اسکی یہ کوشش ہونی چاہیے کہ عین مشاہدہ ہی میں اس کا وقت آخر ہو اور اسکی لذت میں فرق نہ آئے چنانچہ اسی کی طرف شیخ الصوفیہ حضرت جنید بغدادی نے اپنے آخری وقت اشارہ فرمایا ہے کہ یہ وہ وقت ہے کہ میں اللہ اکبر کہکر نماز کی نیت باندہتا ہوں

پھر یہ شخص اس بات میں متفکر ہوا کہ یہ مشاہدہ دوامی طور سے اسکو کس طرح حاصل ہو جس سے یہ کسی وقت غفلت نکرے ہر وقت یہ اسی فکر میں مشغول رہتا اور جس وقت کوئی چیز اسکے سامنے آجاتی یا کوئی آواز اسکو سنائی دیتی یا کوئی خیال اسکے دل میں پیدا ہوتا یا کوئی بیماری اسکو لاحق ہوتی یا سردی گرمی اسکو محسوس ہوتی یا قضاے حاجت کے واسطے جانا ہوتا ان تمام باتوں سے اسکے مشاہدہ میں فرق پڑتا اور اس مقام میں پہونچنا مشکل ہو جاتا اور یہ اندیشہ ہوتا کہ یکایک اسکو موت نہ آجائے اور اس غفلت کے سبب سے ہمیشہ کی شقاوت بدنصیبی حاصل ہو۔

تب اس نے تمام حیوانات پر ایک نظر ڈالی اور دیکھا کہ آیا ان کو بھی اس موجود واجب الوجود کی کچھ خبر ہے یا نہیں تو دیکھا کہ تمام حیوانات صرف اپنی غذا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوات کے پورا کرنے میں مشغول ہیں ان کاموں کے سوا اور کچھ فکر نہیں رکھتے اپنی پیدائش سے لیکر مرتے دم تک شب و روز میں انکو اور کچھ کام نہیں ہے پس اسکو معلوم ہوگیا کہ ان تمام حیوانات کو اس ذات پاک کا شعور اور اسکی کچھ خبر نہیں ہے اسی سبب سے ان کو اسکی ملاقات کا اشتیاق نہیں ہوتا اور یہی باعث ہے کہ یہ سب عدم کو جانے والے ہیں یا ایسے حال کی طرف جو عدم سے مشابہ ہے۔ پھر جب یہ حکم حیوان پر اس نے لگادیا تو خیال کیا کہ بمقابلہ حیوان کے نبات اور بھی زیادہ اس حکم کی مستحق ہے کیونکہ نبات کے افعال حیوان سے کم اور ناقص ہیں اور جب کامل افعال والا اس حکم کا مستحق ہے تو پھر ناقص افعال والا کیوں نہ مستحق ہوگا۔

پھر اس نے کواکب اور افلاک پر نظر کی تو دیکھا کہ یہ سب منتظمۃ الحرکات ہیں یعنی ان کی حرکتیں ابتدا سے ایک نسق پر جاری ہیں اور اس نے دیکھا کہ تمام کواکب شفاف اور چمکدار ہیں اور تغیر اور فساد کے قبول کرنے سے بہت بعید ہیں پس اسکے دل میں یہ خیال گذرا کہ ان کے اجسام کے علاوہ ان کی اور بھی ذوات ہیں جو اس موجود واجب الوجود کی عارف ہیں اور وہ ذوات اسکی ذات کی طرح نہ تو اجسام ہیں اور نہ اجسام کے اندر منطبع ہیں اجسام سماوی کے واسطے ان ذوات کا اس سبب سے اس نے حکم لگایا کہ یہ خود باوجود ایک جسم فاسد ہونیکے ذات عارفہ رکھتا ہے تو پھر اجسام سماوی جو اجسام غیر فاسدہ ہیں یہ ذات عارفہ (یعنی روح) کیوں نہ رکھتے ہونگے اور یہ بھی اس نے جان لیا کہ ضرور یہ اجرام سماوی اس موجود واجب الوجود کی پوری معرفت رکھتے ہیں اور اسکے دائمی مشاہدہ میں مشغول ہیں کیونکہ وہ عوارض محسوسہ جو مشاہدہ سے روکنے والے ہیں ان میں نہیں پائے جاتے ۔

پھر اس بات میں فکر کیا کہ تمام انواع حیوان میں سے اس ذات عارفہ کے ساتھ اسکو کیوں خصوصیت ہوئی یہ بات اسکو پہلے ہی معلوم ہو گئی تھی کہ عناصر اور چیزیں کہ ان سے مرکب ہیں ایک صورت پر قائم نہیں رہتیں بلکہ ہمیشہ کون و فساد ان پر متعاقب ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ان میں سے اکثر اشیا متضاد چیزوں سے مرکب ہیں اور اسی سبب سے ان میں فساد واقع ہوتا ہے اور ان میں سے کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو خالص بسیط یعنی غیر مرکب ہو کیونکہ جو چیز مرکب نہ ہوگی وہ فساد سے بھی بعید ہوگی جیسے کہ یاقوت اور سونے و چاندی کے اجسام کہ یہ قلیل الترکیب ہونے کے سبب سے بعید از فساد ہیں اور صورتوں کا تعاقب ان پر نہیں ہوتا

نیز یہ بات بھی اسکو معلوم ہو گئی تھی کہ وہ تمام اجسام جو عالم کون و فساد میں ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جنکی حقیقت صرف ایک ہی صورت کے ساتھ قائم ہو سکتی ہے

اور یہ صورت ان کے معنی جسمیت سے علاوہ ہے اور یہ چاروں اسطقسات یعنی عناصر ہیں اور ان اجسام میں سے بعض ایسے ہیں جنکی حقیقت ایک سے زائد صورتوں کے ساتھ قائم ہے جیسے حیوان ونبات پھر یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ جس جسم کی حقیقت کا قوام قلیل صورتوں سے ہوگا اس جسم سے افعال بھی قلیل صادر ہونگے اور حیات سے زیادہ بعید ہوگا اور اگر اس جسم کے واسطے صورت بالکل ہی معدوم ہے تو حیات کی طرف اس کا راستہ بھی مسدود ہے اور جس جسم کی حقیقت کا قوام زیادہ صورتوں سے ہے اس جسم سے افعال بھی زیادہ صادر ہوتے ہیں اور حیات سے بہت قریب ہوتا ہے اور اگر اس جسم کی یہ صورت ایسی ہے کہ مادہ سے اسکی مفارقت کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے تو اس جسم کے اندر حیات غایت ظہور اور دوام اور قوت کے ساتھ ہوگی۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ وہ شے جو بالکل صورت نہیں رکھتی وہ ہیولا اور مادہ ہے اور اسی سبب سے حیات کا اس میں اسکا کچھ حصہ نہیں بلکہ ان کی حالت عدم سے مشابہ ہے اور وہ چیز جو ایک ہی صورت کے ساتھ قائم ہے اور وہ عناصر اربع ہیں اور یہ وجود کے نہایت ہی ادنی مرتبہ میں ہیں انہیں سے بکثرت صورت والی تمام اشیا مرکب ہوتی ہیں اور یہ ت نہایت ضعیف حیات رکھتے ہیں کیونکہ ان کے اندر صرف ایک حرکت ہے اور نیز اس سبب سے بھی ضعیف الحیات ہیں کہ یہ باہم ضد رکھتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی طبیعت کا مقتضا دوسرے کے خلاف ہے اور ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرے کی صورت کو متغیر کرے اسی سبب سے انکا وجود غیر متمکن اور انکی حیات ضعیف ہے۔

پھر بمقابلہ عناصر کے نبات قوی زندگی رکھتی ہے اور حیوان کی زندگی اس سے بھی زیادہ ظاہر اور قوی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ ان مرکبات میں سے جس کے اندر ایک عنصر کی طبیعت اس قدر غالب ہوتی ہے کہ باقی عناصر کے مزاج کو بمنزلہ معدوم کے

کردیتی ہے تو ایک ہی عنصر کا مزاج سب پر غالب آجاتا اور یہ مرکب بھی اُسی عنصر کے حکم
میں ہو جاتا ہے اور حیات سے اس مرکب کا وہی حصہ ہوتا ہے جو اس عنصر کا ہے یعنی بہت
تھوڑا اور جس مرکب میں چاروں عناصر کی طبائع حد اعتدال پر رہتی ہیں اور ایک
عنصر دوسرے کی قوت کو فنا نہیں کرتا بلکہ باہم مل جلکر ایک پانچویں طبیعت پیدا کر لیتے
ہیں تو یہ طبیعت ہر ایک عنصر کی طبیعت سے جداگانہ ہوتی ہے اور حیات کی طرف
اس کا راستہ بہت قریب ہوتا ہے پھر جس قدر یہ اعتدال زیادہ ہوگا اسی قدر حیات
بھی اسکی کامل اور قوی ہوگی اور اسیقدر زیادہ افعال صادر ہونگے ۔

چونکہ روح حیوانی جس کا مسکن قلب ہے نہایت معتدل اور بغایت لطیف
ہے اور لطافت اسکی پانی اور مٹی سے زیادہ اور آگ و ہوا سے کمتر ہے اس سبب سے
وسط کا درجہ اسکو دیا گیا اور کسی عنصر سے اسکی عداوت ظاہر نہیں ہوئی لہذا یہ صورت
حیوانی کے ساتھ مستعد ہوگئی پھر ان ارواح حیوانیہ میں بھی جو روح اس اعتدال کے
واسطے زیادہ مستعد ہوئی اوسکا حیات میں بہت بڑا حصہ ہوا اور وہ اس بات کی مستحق
ٹھہری کہ اسکی نسبت یہ کہا جاسکے کہ اسکی صورت کی ضد نہیں ہے اور اسی سبب سے
یہ اجسام سماوی سے مشابہ ہوئی جنکی صورت لاضد ہیں اور یہ روح حیوانی درحقیقت تمام
اسطقصات کے درمیان میں مرتبہ رکھتی ہے چنانچہ اگر ممکن ہو کہ انتہا پستی سے لیکر
انتہا بلندی کے درمیان میں ایک مرکز قائم کیا جائے تو ضرور یہ روح اسی مرکز پر پہنچکر
قائم ہو جائیگی نہ اوپر کی طرف حرکت کریگی نہ نیچے کی طرف اور اگر حرکت بھی کریگی تو اس
مرکز کے گرد درمیان میں جیسے کہ اجسام سماوی حرکت کرتے ہیں اور شکل بھی اسکی گردی ہوگی
کیونکہ اس کے سوا اور کسی شکل کا ہونا ممکن نہیں ہے پس اب ثابت ہوگیا کہ روح اجرام سماوی
سے زبردست مشابہت رکھتی ہے جب یہ تمام انواع حیوان پر غور کرچکا اور ان میں
کسی کو ایسا نہ پایا جو موجود واجب الوجود کی خبر رکھتا ہو اور اپنی ذات کی نسبت اس طرح

یہ جان لیا کہ یہ بیشک اُس کا شعور رکھتی ہے تب اس نے قطعی حکم لگا دیا کہ یقیناً کہ یہی
معتدل ترین روح والا حیوان ہے اور اجسام سماوی سے کامل مشابہت رکھتا ہے
نیز اسکی نوع تمام انواع حیوان سے جداگانہ اور ایک اور ہی غرض و غایت کے واسطے
پیدا کی گئی ہے اور اس کام کے واسطے اس کو تیار کیا گیا ہے جو کسی انواع حیوان سے پورا
نہیں ہو سکتا۔ اور نیز یہ شرف اسکو کافی ہے کہ اس کے دونوں اجزا میں سے ادنیٰ
جز یعنی جسمانی کل اشیا سے زیادہ جواہر سماوی کے ساتھ جو عالم کون فساد سے خارج اور
حوادث نقص و استحالہ اور تغیر سے پاک ہیں کامل مشابہت رکھتا ہے اور جزء اشرف اس
کا وہ چیز ہے جس کے ساتھ اس نے موجود واجب الوجود کو پہچانا ہے اور یہ پہچاننے
والی چیز ایک امر ربانی الٰہی ہے جو نہ مستحیل ہوتا ہے اور نہ کسی طرح فساد اسکو لاحق ہے
اور نہ کسی ایسے وصف کے ساتھ موصوف ہے جو اجسام سے تعلق رکھتے ہیں اور نہ حواس
سے ادراک کیا جاتا ہے اور نہ خیال میں آسکتا ہے اور نہ اسکی معرفت کی طرف اسکے سوا اور
کسی چیز سے راستہ ہے پس یہی عارف اور معروف اور معرفت ہے اور یہی عالم اور علم
اور معلوم ہے اس میں سے کسی چیز میں تباین نہیں ہے کیونکہ تباین اور انفصال اجسام کی
صفات ہیں اور نہ یہاں جسم ہے نہ جسم کی صفت نہ جسم کے لواحق پھر جب اسکو وہ وجہ
معلوم ہو گئی جس کے ساتھ یہ تمام انواع حیوان سے اجسام سماوی کی مشابہت کے ساتھ
مخصوص ہے تب اس نے اپنے اوپر واجب دیکھا کہ یہ اُن کے افعال کی تقلید کرے اور
جہاں تک ہو سکے اُن کے ساتھ تشبہ بجا لائے۔

اسیطرح اس نے یہ بھی دیکھا کہ یہ اپنی ذاتِ اشرف کے ساتھ واجب الوجود
جل شانہ سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ جیسے واجب الوجود اجسام کی صفات سے منزہ
ہے اسکی ذات بھی اُن سے پاک ہے اور اسی سبب سے اس نے   لپنے اوپر
واجب پایا کہ جسطرح ممکن ہو یہ ذات باری تعالیٰ کی صفات اپنے اندر حاصل کرلے اور

اُس کے اخلاق کے ساتھ متخلق اور اس کے افعال کا مقلد ہو جائے اور اس کے تمام احکام
کو رضا کے ساتھ تسلیم کرے اور اس کے ہر ایک امر و ارادہ پر دل سے خوش ہو جائے یہاں
تک کہ اگر وہ بظاہر اس کے حق میں تکلیف دہ ہو مگر یہ اسکے ساتھ بھی خوشی کا اظہار کرے
اسیطرح اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے اندر اسکی خسیس جز یعنی بدن یعنی بدن مظلم
وکثیف کی طرف سے تمام انواع حیوان کے ساتھ مشابہت ہے اور اس بدن کی طرف سے
اسکو آب وطعام اور جماع وغیرہ انواع محسوسات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور نیز یہ بھی
اس پر روشن ہو گیا کہ اس کا یہ بدن محض فضول اور بیکار نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اس پر
واجب ہے کہ یہ اس کے قائم رکھنے اور اسکی شان کے درست کرنے میں کوشش کرے اور
اس کا باقی رکھنا انہیں افعال پر موقوف ہے جو حیوانی افعال سے مشابہت رکھتے ہیں
پس اس کے نزدیک تین قسم کے اعمال کا بجالانا اسپر فرض ہوا۔
(۱) وہ اعمال جنکے ساتھ یہ حیوان غیر ناطق سے مشابہت رکھتا ہے (۲) وہ اعمال جنکے
ساتھ یہ اجسام سماوی سے مشابہت رکھتا ہے (۳) وہ اعمال جنکے ساتھ اسکو واجب الوجود
سے مشابہت حاصل ہے۔ پہلا تشبہ اسکو حاصل کرنا اسواسطے ضروری ہے کہ یہ اعضاء
منقسمہ اور قوائے مختلفہ والا بدن مظلم رکھتا ہے۔ دوسرا تشبہ اسواسطے اسپر لازم ہوا
کہ اسکی ذات وہی ہے جس کے ساتھ اس نے موجود واجب الوجود کو پہچانا ہے اس بات
کو یہ پہلے ہی معلوم کر چکا تھا کہ اسکی سعادت اور کامیابی اس کے دوامی مشاہدہ پر موقوف
ہے یہاں تک کہ یہ اس مشاہدہ سے ایک پلک زدن بھی غافل نہ ہو۔ اور اس نے خوب
سمجھ لیا کہ یہ تینوں قسم کے تشبہات اس کے واسطے ضروری ولابدی ہیں اور جب تک
یہ ان کو پورے طور سے بجا نہ لائیگا کامیاب نہ ہوگا۔
پہلے تشبہ میں تو اس کو مشاہدہ کا کوئی حصہ حاصل نہ ہوگا بلکہ درحقیقت یہ تشبہ
مشاہدہ سے مانع اور عائق ہے کیونکہ یہ امر محسوسہ میں تصرف کرتا ہے اور امور محسوسہ

مشاہدہ کے حق میں حجابہائے معترضہ ہیں اور اس تشبہ کی صرف اس غرض سے ضرورت ہے کہ روح حیوانی کا تعلق جسم سے منقطع نہ ہونے پائے ورنہ یہ تشبہ حضرت سے خالی نہیں۔

دوسرا تشبہ مشاہدہ کا کچھ لطف رکھتا ہے مگر اس مشاہدہ میں قدرے خلل باقی ہے اور وہ یہ کہ مشاہدہ کرنے والا اس مشاہدہ میں اپنی ذات کا بھی شعور رکھتا ہے اور اس کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔

تیسرے تشبہ میں صرف مشاہدہ ہی مشاہدہ اور استغراق ہے جس کے اندر کسی وجہ سے اپنی ذات کی طرف التفات نہیں ہوتا مشاہدہ کرنے والا ہمہ تن موجود واجب الوجود ہی میں مستغرق رہتا ہے اس مشاہدہ میں اسکی ذات بالکل غائب اور فنا ہو جاتی ہے اور یہی حال اسکی نظر میں کل ذوات کثیرہ وقلیلہ کا ہوتا ہے غرضکہ بجز ذات واحد واجب الوجود عز اسمہ کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔

پھر جب اسکو یہ معلوم ہو گیا کہ اسکا اصلی مطلب ومقصد تیسرا تشبہ ہے اور یہ بغیر دوسرے تشبہ کے حاصل کئے اور ایک مدت اس کے اندر بسر کرنیکے حاصل نہ ہوگا اور عمر کا بسر کرنا بغیر پہلے تشبہ کے ممکن نہیں ہے تب اس نے اپنے اوپر یہ بات لازم سمجھی کہ ضرورت سے زیادہ پہلے تشبہ میں مصروف نہ ہو اور یہ ضرورت اسی قدر ہے کہ روح حیوانی باقی رہے اور روح کے باقی رہنے کیواسطے دو باتیں لازم ہیں ایک تو یہ کہ غذا کی ضرورت ہے جو بدن کے اندر داخل ہو کر بدل ماتحلل ہو اور دوسرے ایسی چیز کی ضرورت ہے جو بیرونی آفات سردی و گرمی وغیرہ آفات سے اسکو محفوظ رکھے پھر اس نے یہ بھی ضروری سمجھا کہ اگر یہ اپنی ضروریات کو بے قاعدہ طور سے حاصل کریگا تو ضرور اسراف میں پڑ جائیگا اور بہت سی کوششیں اسکی فضول ولغو ہونگی پس اس نے اپنے واسطے تحصیل غذا و دیگر ضروریات میں قواعد مقرر کئے اور عہد کیا کہ ان کی حد سے تجاوز نہ کریگا چنانچہ اس نے اجناس غذا میں غور کیا تو

تو دیکھا کہ یہ تین قسم پر منقسم ہیں ایک تو وہ نباتات جو حد کمال اور پختگی کو نہیں پہونچیں اور پکنے سے پہلے غذا میں کام آتی ہیں اور یہ ساگ پات اور ترکاریوں کے اقسام ہیں دوسرے وہ پھل جو کمال کو پہونچکر پختہ ہوگئے ہیں اور ان کے تخم اس قابل ہیں کہ ان سے درخت پیدا ہوجائے اور ان کی نوع فنا نہ ہو اور یہ قسم تر و خشک میوہ جات کی ہے۔

تیسری قسم غذا کی حیوانات بری و بحری کا گوشت ہے یہ بات پہلے ہی اسکو معلوم ہوگئی تھی کہ یہ تمام اجناس اسی موجود واجب الوجود کا فعل اور اسکی مخلوق ہیں اور اسکی سعادت اسکے قرب اور اتصال پر موقوف ہے پھر اسکی مصنوعات کو خراب کرنا گویا اس پر اعتراض کرنا ہے اور اعتراض قرب کے منافی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تحصیل غذا سے یہ باز رہے مگر ایسا ممکن نہیں کیونکہ ایسا کرنے سے اسکے جسم کا فساد متصور ہے اور اپنے جسم کو فاسد کرنا گویا فاعل پر بہت بڑا اعتراض کرنا ہے اور یہ اعتراض پہلے اعتراض سے بھی زبردست ہے اس لئے کہ اسکی ذات دیگر اجناس کے مقابلہ میں نہایت اشرف ہے اور اشرف کی خاطر ارزل کو ضائع کرنے میں کچھ حرج نہیں اس لئے اس نے اپنے نفس کے واسطے تحصیل غذا کا فتوی دیا اور مناسب سمجھا کہ جو غذا اسکو وقت پر میسر آئے اسی پر اکتفا کرے اور اسی قدر استعمال میں لائے جو اسوقت اسکے واسطے کافی ہو۔ اور جب تمام اقسام اس کے واسطے موجود ہوں تب یہ ان میں سے اسکو پسند کرے جس کے اندر اسپر زیادہ اعتراض وارد نہ ہوتا ہو جیسے فواکہات کا گودہ جنکے تخم پختہ ہونیکے سبب سے اس قابل ہوگئے ہیں کہ ان سے درخت پیدا ہوسکے اور پھر یہ تخم بھی اس جگہ ڈالے جائیں جہاں اگ سکیں ایسی زمین میں نہ ڈالے جائیں جو شوریلی خراب اور روئیدگی کے قابل نہ ہو اور جو ایسے گودہ دار پھل نہ ملیں تب یہ ان میووں کا استعمال کرے جنکا صرف تخم ہی کھایا جاتا ہے جیسے اخروٹ و بادام و پستہ وغیرہ مگر ان کے کھانے میں یہ شرط لحاظ رکھنی چاہیئے کہ انکی پیداوار بکثرت ہو تاکہ اس کے کھا لینے سے ان کا تخم ضائع ہو کر ان کی نوع معدوم نہ ہوجائے اور اسی شرط کو بقولات یعنی ساگ و ترکاریوں میں لحاظ رکھنا چاہیئے اور اگر غذا کی یہ قسم بھی معدوم

ہو تب حیوان اور اس کے انڈوں کو استعمال میں لاتے اور اس میں بھی یہ شرط ہے کہ کسی حیوان کی نوع کو معدوم نہ کرے۔ یہ تمام قواعد اس نے جنس غذا کے واسطے مقرر کئے اور مقدار غذا کے متعلق یہ عہد کیا کہ سد رمق سے زیادہ نہ کھائے گا۔

نیز یہ بھی عہد کیا کہ ایک وقت کی غذا کھا کر دوسرے وقت جب غذا کھائیگا جب ضعف کے سبب سے اس کے کاروبار پورے نہ ہو سکیں گے۔

اب رہی دوسری ضرورت یعنی اسباب خارجی کا مہیا ہونا اُس کا بندوبست اس نے پہلے ہی کر لیا تھا یعنی پشم دار کھالوں کا لباس سردی میں پہنتا تھا اور اپنے رہنے کے مکان کو بھی در و دیوار سے مستحکم بنا لیا تھا جس سے زائد کی اسکو ضرورت نہ تھی۔ اب تمام کاموں سے فارغ ہو کر اس نے تشبہ ثانی کی طرف توجہ کی یعنی اجسام سماوی کے ساتھ تشبہ کرنا اور ان کے افعال کی اقتدا کرنی اور انکی صفات کو اپنے اندر حاصل کرنا شروع کیا اور یہ باتیں اس کے نزدیک تین اقسام میں منحصر ہوئیں۔

پہلی قسم وہ اوصاف جو اجرام سماوی میں عالم کون و فساد کی طرف اضافت سے ہیں مثلاً ان کا بالذات گرمی اور بالعرض سردی پہونچانا اور عالم کو روشن کرنا اور تلطیف اور تکثیف اور کل وہ امور جن کے سبب سے یہ اجسام صُور روحانیہ کے قبول کرنے کی استعداد حاصل کرتے ہیں اور یہ صُور روحانیہ ان اجسام کو واجب الوجود جل شانہ سے عنایت ہوتی ہیں۔

دوسری قسم اجرام سماوی کی ذاتی اوصاف ہیں مثلاً ان کا شفاف اور چمکدار اور تمام کدورتوں سے پاک و صاف ہونا اور اپنے مرکز نفس پر بالاستدارہ حرکت کرنا اور بعض کا غیر مرکز پر متحرک ہونا۔

تیسری قسم اجرام سماوی کے وہ اوصاف ہیں جو یہ واجب الوجود جل شانہ کی طرف اضافت سے رکھتے ہیں مثلاً ان کا ہمیشہ اُس کے مشاہدہ میں مشغول رہنا اور کسی وقت

اس سے اعراض نکرنا اور ہمیشہ اس کا مطیع حکم رہنا اور اُسکی مشیت اور ارادہ کے خلاف نکرنا
پس اس نے ان تینوں اقسام کے تشبہ میں اپنی انتہا کوشش سے کام لینا شروع کیا چنانچہ
پہلی قسم کا تشبہ اس طرح حاصل کیا کہ جب یہ کسی نبات یا حیوان کو ضرورت مند دیکھتا تو
اُسکی ضرورت کو رفع کرتا یا دیکھتا کہ کسی نبات کو دوسری نبات نے دہوپ سے روک دیا ہے
یا اسکو جہت کر نقصان پہنچا رہی ہے یا وہ اسقدر پیاسی ہے کہ جان بلب ہو گئی ہے تو اس کی
ان تمام تکلیفوں کو یہ دور کر دیتا اور پانی سے سیراب کیا کرتا تھا اور جب یہ دیکھتا کہ کسی حیوان
کے زخم ہو گیا ہے یا کانٹا چبھ گیا ہے تو اسکی اصلاح میں کوشش کرتا اور جو حیوان بسبب
بیماری کے چلنے پھرنے سے لاچار ہوتا تو یہ خود اُسکو گھاس لاکر کھلاتا اور جب اس کی نظر پانی
کے کسی ایسے چشمہ پر پڑتی جو حیوان یا نبات کو سیراب کرتا ہے اور کسی پتھر وغیرہ نے اُس کے
اندر گر کر اُسکے جریان کو روک دیا ہے تو یہ اُسکو ہٹا دیتا یہاں تک کہ یہ اخلاقی تعلیم میں کمال
کو پہونچ گیا۔

دوسری قسم کا تشبہ اس طریق پر اس نے حاصل کیا کہ ہمیشہ باطہارت اور پاک صاف
رہتا اپنے کپڑوں کو بھی میل کچیل اور گندگی سے پاک و صاف رکھتا اور خوشبودار گھاس اور
جس قسم کی خوشبودار چیزیں وہاں ممکن تھیں ان سب کو اپنے پاس رکھتا یہاں تک کہ
حسن و جمال سے مثل موتی کے چمکنے لگا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے استدارہ کی حرکتیں
شروع کیں یعنی کبھی اپنے جزیرہ کے چکر لگاتا کبھی اپنے گھر ہی کا طواف کرتا کبھی آپ ہی چلتا
اور بعض اوقات ایسے چکر کاٹتا کہ غشی کی نوبت ہو جاتی۔

تیسری قسم تشبہ کی اسطرح حاصل ہوئی کہ ہمیشہ اس نے موجود واجب الوجود
میں فکر کرنا شروع کیا محسوسات کی تمام علائق منقطع کر دئے اپنی آنکھوں اور کانوں کو بند کر کے
پوری کوشش کے ساتھ خیال کو اُسکی حضور میں متوجہ کیا اور یہ کوشش کی کہ اس کے
سوا اور کسی چیز کا خطرہ دل میں نہ آنے آخر یہاں تک مشق بہم پہونچائی کہ تمام محسوسات

اسکی نظر سے غائب ہونے لگیں اور اس کا خیال اور تمام وہ قوی جو آلات جسمانیہ کے محتاج
ہیں سب کمزور اور ضعیف ہو گئے اور اسکی اس ذات کو نہایت قوت حاصل ہوئی جو جسمیت
اور صفات اجسام سے بری تھی چنانچہ بعض اوقات اسکا فکر ایسا صاف ہوتا کہ یہ موجود
واجب الوجود کو مشاہدہ کر لیتا مگر پھر جسمانی قوی اس پر غلبہ کر کے اس حال کو فاسد کر دیتے
جس کے باعث سے اسکو نہایت اذیت ہوتی تھی۔

الغرض جب اس تشبیہ کو حاصل کرتے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا اور سخت
مجاہدہ و منازعہ کے بعد اس کے جسمانی قوی اسکے قبضہ میں آئے تب اہل تشبیہ ثالث کا حال
اس پر منکشف ہوتا تاکہ یہ اس کی تلاش اور جستجو کرے چنانچہ اس نے واجب الوجود کی صفات
میں غور و فکر کرنا شروع کیا یہ بات اسکو پہلے ہی نظر علمی سے معلوم ہو چکی تھی جبکہ اس
عمل کو شروع بھی نہ کیا تھا کہ اسکی صفات دو قسم کی ہیں۔

ایک صفات ثبوت جیسے علم اور قدرت اور حکمت اور دوسرے صفات سلب جیسے
جسمیات اور ان کے لواحق و متعلقات سے اس کا منزہ ہونا اور صفات ایجاب میں
بھی یہ تنزہ ضروری ہے تاکہ وہاں اجسام کی صفات میں سے شمار ہوں جنکے اندر
کثرت ہے اور پھر ان صفات ثبوتیہ کے سبب سے ذات واحد میں بھی کثرت کا احتمال ہو جائے
بلکہ لازم ہے کہ وہ تمام صفات ایک ہی معنی کی طرف راجع ہوں جو حقیقت ذات ہے۔ پس اب
اس نے یہ فکر کیا کہ ان دونوں قسم کی صفات کے ساتھ کس طرح تشبہ حاصل کرے۔

صفات ایجاب کی نسبت تو اس نے جان لیا کہ یہ سب حقیقت ذات کی طرف راجع
ہیں اور اس ذات واحد میں کسی طرح کثرت نہیں ہے چنانچہ علم باری تعالیٰ بذاتہ ہے اسکی
ذات کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہے یعنی اسکی ذات اور اس کا علم دونوں ایک ہیں۔ پس
اسکو معلوم ہو گیا کہ صفات ایجاب کے ساتھ اس کا تشبہ فقط یہی ہے کہ یہ واحد واجب
الوجود کو جان لے بغیر اسکے کہ اسکے ساتھ کسی جسمانی صفت کو شریک کرے اب رہیں صفات

سلب تو یہ سب جسمیات سے تنزہ کی طرف راجع ہیں اس واسطے اس نے اپنی ذات سے بہی
جسمیت کے اوصاف دور کرنے شروع کئے جن میں بہت سے تو یہ پہلی ریاضتوں ہی میں دور
کر چکا تہا اب جو باقی تھے ان کو بہی دور کرنا شروع کیا اور سب کو ترک کر دیا مثلاً استدارہ کی حرکت
جو اجسام کا مخصوص ترین فعل ہے اور حیوان و نبات پر رحم کرنا وغیرہ وغیرہ سب ترک کر دئے
کیونکہ یہ تمام اعمال اب اس حالت کے لائق نہ تھے جسکو یہ تلاش کرنا چاہتا تہا اب اس نے
اپنے گہر کے حجرہ میں آنکہیں بند کر کے تمام محسوسات سے روگرداں ہو کر بیٹھنا شروع کیا اور اپنی
تمام ہمت اور فکر کو ذات واحد موجود واجب الوجود میں مصروف کیا اور یہ کوشش کی کہ اس
کے فکر کے سوا اور کوئی فکر اس کے دل میں نہ آئے اور اگر آئے بھی تو یہ اسکو فوراً دفع کر دے۔

غرضکہ ایک مدت دراز یہ اسی مشاہدہ کی مشق کرتا رہا اور اسقدر مشغولی اسکو بہم پہونچگئی کہ
کبہی دن اسکو کہانے پینے کا خیال تک نہ آتا بلکہ کوئی حرکت بہی اس سے صادر نہ ہوتی پہر اس مراقبہ
میں اسکو یہ حالت نصیب ہوئی کہ اسکے ذکر و فکر سے تمام ذوات غائب ہو گئیں صرف ایک اسی کی
ذات باقی رہی جو استغراق کے وقت اسکی نظر سے غائب نہ ہوئی اور اسکے موجود رہنے سے اسکو
سخت تکلیف معلوم ہوئی کیونکہ یہ چاہتا تہا کہ بجز ذات واحد واجب الوجود کے اور کچہ باقی نہ رہے
یہاں تک کہ آخر یہ مقصود بہی اسکو حاصل ہوا اور اسکے ذکر و فکر سے تمام سماوات و زمین اور ان کی
درمیانی چیزیں اور کل صور روحانیہ اور قوی جسمانیہ اور تمام قوی مفارقہ اور خود اسکی ذات بہی
اس کی نظر سے غائب اور فنا ہو گئیں ذات حق جل شانہ کے سوا اور کچہ باقی نہ رہا اور اس کا
فرمانہ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ[1] اس نے سنا حالانکہ یہ کلام کرنا نہ جانتا
تہا مگر یہ کلام اس کا بجز اسکی ذات کے اور کچہ نہ تہا اور یہ اس حالت میں نہایت مستغرق ہوا
اور ان چیزوں کو مشاہدہ کیا جو نہ کسی آنکہ نے دیکہیں اور نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی دل پر
ان کا خطرہ گذرا ۔ اب تم ایسی بات کا کیا سمجہنا چاہتے ہو جس کا کسی انسان کے دل پر خطرہ

---

[1] آج کے دن کس کی سلطنت ہے خداوند قہار کی ۔

تک نہیں گئی کیونکہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکا دل پر خطرہ گذرتا ہے مگر اون کا بیان کسی طرح سے ممکن نہیں ہے پھر ان باتوں کا بیان کیسے ہو سکتا ہے جنکا خطور بھی دل پر ممکن نہیں ہے اور نہ وہ اس عالم اور اس کے طور سے تعلق رکھتی ہیں

دل سے میری مراد یہ جسم نہیں ہے اور نہ روح سے مراد وہ چیز ہے جو قلب کی تجویف میں رہتی ہے بلکہ ان دونوں سے میری مراد وہ روح ہے جو اپنے قوے کے ساتھ بدن انسان پر فائض ہوتی ہے اور ان تینوں چیزوں کو قلب یا دل کہتے ہیں اور ان پر اس مشاہدہ کے امر کا کسی طرح خطور نہیں ہو سکتا جو شخص اس حال کو بیان کرنا چاہے تو بیشک یہ اس کا امر محال کا قصد کرتا ہے اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی الوان مصبوغہ کو چکھکر معلوم کرنا چاہے مگر باوجود ان تمام باتوں کے ہم پھر بھی تم کو محروم نہیں رکھتے اور اس شخص نے جو کچھ اس مقام میں مشاہدہ کیا ہے اسکی طرف چند اشارات کر دیتے ہیں باقی پوری تحقیق اس شخص کو معلوم ہو سکتی جو بچشم خود اس کا معائنہ کرتا ہے۔

اگر تم کو یہ حالات معلوم کرنے ہیں تو گوش دل سے ادہر متوجہ ہو جاؤ شاید کہ اس بیان سے تم کو ہدایت نصیب ہو اور تم جادۂ طریق پر آجاؤ مگر یہ شرط ضرور ہے کہ میں تفصیل وار بیان نکرونگا کیونکہ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے اور نہ الفاظ اس بیان کا تحمل کر سکتے ہیں۔

جب اس شخص کی نظر سے اسکی ذات مع کل ذوات کے فنا ہوئیں اور وجود میں اس نے سوا واجب الوجود کے اور کچھ موجود نہ دیکھا اور جو کچھ اسکو مشاہدہ کرنا تھا وہ سب مشاہدہ کر چکا تب اس نے ملاحظہ اغیار کی طرف رجوع کی اور اس حالت سے جو سکر کے مشابہ تھی واپس گیا اور اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اسکی ذات ذات حق تعالیٰ سے جدا نہیں ہے بلکہ اسکی ذات کی حقیقت یہی ذات حق ہے اور جس چیز کو یہ پہلے ذات حق سے مغائر سمجھتا تھا وہ درحقیقت کچھ بھی نہیں ہے بلکہ وہاں ذات حق کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں اور اسکی مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کا نور اجسام کثیفہ پر واقع ہوتا ہے اور ان کے اندر آفتاب کی صورت نظر آتی ہے پس اگر اس صورت

اس جسم کی طرف نسبت کریں جس کے اندر یہ صورت ظاہر ہوئی ہے تو در حقیقت یہ نور شمس
کے سوا اور کچھ نہیں ہے گر ہاں جب یہ جسم زائل ہو جائے تو پھر یہ صورت بھی زائل ہو جاتی ہے
جو اس کے اندر حاصل ہو رہی تھی اور سورج کا نور اسیطرح باقی رہتا ہے اور جب کوئی جسم اس
نور کو قبول کرنے کے واسطے پیدا ہوتا ہے تب یہ صورت بھی اُسکے اندر حاصل ہو جاتی ہے اور
یہ گمان اس سبب سے اور بھی اس کے نزدیک مستحکم ہوا کہ اسکو پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ ذات
واحد میں کسی طرح کثرت نہیں ہے اور اس کا علم بذاتہ عین اسکی ذات ہے پس اس بات سے
لازم ہوا کہ اسکا علم حاصل ہونا عین اُسکی ذات کا حاصل ہونا ہے یعنی جس کو اسکا علم حاصل ہوا
تو گویا اسکی ذات ہی حاصل ہوئی اور یہ ذات حاصل نہیں ہوتی مگر اپنی ہی ذات کے نزدیک
اور اس کا حاصل ہونا بھی ذات ہے پس اسوقت بعینہ یہی ذات ہے اور ایسے ہی وہ تمام ذوات
بھی جو مادہ سے مفارق اور اس ذات حقہ کی عارف ہیں جنکو پہلے یہ کثیر دیکھا کرتا تھا پھر اس
گمان سے وہ سب اس کے نزدیک شئے واحد ہو گئی تھیں۔ قریب تھا کہ یہ شبہ اس کے
دل میں تہ نشین ہو جائے گر خدا نے اپنے فضل و کرم سے اسکی دستگیری کی اور اس نے جان لیا
کہ یہ شبہ اس کے دل میں بقایا ظلمۃ اجسام اور محسوسات کی کدورت سے پیدا ہوا ہے کیونکہ
کثیر اور قلیل اور واحد اور وحدت اور جمع اور اجتماع اور افتراق یہ سب اجسام کی صفات
ہیں اور یہ ذوات مفارقہ عارفہ چونکہ مادہ سے بری ہیں اس سبب سے ان کی نسبت
واحد کہا جاسکتا ہے نہ جمع کیونکہ جمع کہنے سے ایک ذات کی دوسری سے مغائرت معلوم
ہوتی ہے اور وحدت سے ایک ذات کا دوسرے کے ساتھ اتصال ثابت ہوتا ہے اور یہ
مفہوم نہیں ہوتا مگر ان معانی میں جو مرکب اور مادہ کے ساتھ ملتبس ہیں۔

اس مقام میں گفتگو کی بالکل گنجائش نہیں کیونکہ اگر ان ذوات مفارقہ کو صیغہ جمع
کے ساتھ تعبیر دیں تو اس سے کثرت کے معنی پیدا ہوتے ہیں اور اگر واحد کے لفظ سے تعبیر
دیں تو اتحاد کے معنوں کا وہم ہوتا ہے اور یہ دونوں باتیں ان ذوات پر مستحیل ہیں

اور گویا کہ اس جگہ مجھکو بعض ایسے جاہل خفاش منش لوگوں سے سابقہ پڑا ہے جنکی آنکھوں کے آگے سورج کی روشنی ظلمت معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے جنون کی زنجیر میں قید ہوئے اچھل رہے ہیں اور مجھ سے کہتے ہیں کہ میاں تم نے اپنی تحقیق میں ایسی باریکیاں بیان کیں کہ عقلا کے قانون اور عقل کے حکم سے بھی خارج ہوگئے کیونکہ عقل کا حکم یہ ہے کہ شے یا واحد ہے یا کثیر اور بس انکے سوا اور کچھ نہیں ہے پھر تم یہ کیسے کہتے ہو کہ ذوات مفارقہ نہ واحد ہیں نہ کثیر یہ بات عقل کے خلاف ہے

اس جاہل کو چاہیے کہ اپنی زبان درازی سے باز رہے اور ہم کو متہم کرنے کے بجائے اپنے نفس کو متہم کرے اور اپنے اس عالم محسوس وخسیس کو اس بات پر اعتبار کرے جو حی بن یقظان کو ابتدا میں معلوم ہوئی تھی کہ ایک نظر سے تو یہ محسوسات میں اسقدر کثرت دیکھتا تھا جو حد حصر سے باہر ہے اور دوسری نظر سے سب کو واحد دیکھتا تھا اور ایک مدت تک اسی بات میں متردد رہا اور کوئی فیصلہ نہ کرسکا کیونکہ یہ عالم محسوس ہی جمع اور افراد کا منشاء اور اسی میں انکی حقیقت مفہوم ہوتی ہے اور اسی میں محسوسات میں انفصال اور اتصال اور تحیز وتبدل اور اتفاق اور مغایرت ہے پھر اے جاہل تو اس عالم محسوس پر اس عالم الہی کو کیسے قیاس کرسکتا ہے جس میں نہ کل کہا جاتا ہے نہ جزء نہ الفاظ مسموعہ میں سے کسی لفظ کے ساتھ تعبیر دی جا سکتی ہے کیونکہ الفاظ کے ساتھ تعبیر دینے سے خلاف حقیقت معنی مفہوم ہوتے ہیں بس اُن کی حقیقت سے وہی واقف ہوتا ہے جس نے ان کا مشاہدہ کیا ہو اور یہ جو تو نے کہا ہے کہ تم نے عقلا کے قانون اور عقل کے حکم کو چھوڑ دیا ہے ہم تیری اس بات کو تسلیم کر کے تجھکو تیری عقل اور تیرے عقلا کے سپرد کرتے ہیں کیونکہ جس چیز کو تم عقل کہتے ہو وہ قوت ناطقہ ہے جو اشخاص موجودات کی تفتیش کرتی اور انکے اندر کلی اور جزئی کے معنی نکالتی ہے اور ہم ان لوگوں کو عقلا کہتے ہیں جو اس نظر سے دیکھتے ہیں جس کے اندر ہمارا کلام ہے اور جو تمہارے مبحث پر بہت فوقیت رکھتی ہے بس جو شخص سوا محسوسات اور اُن کی

کلیات وجزئیات کے اور کچھ نہ جانتا ہو وہ ہمارے اس بیان سے اپنے کان بند کرلے اور
اپنے اُن ساتھیوں کے پاس چلا جائے جو سوا ظاہری حیات دنیا کے اور کچھ نہیں جانتے اور
آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

اگر تم علم الٰہی کے اشارت بخوبی سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہو اور خلاف حقیقت ان
کا مفہوم نہیں لیتے ہو تو میں تمہارے آگے حی بن یقظان کے مشاہدہ کا کچھ تھوڑا حال اور بیان
کرتا ہوں جو اس نے مقام اُولی الصدق میں ملاحظہ کیا

۔ سنو ۔

حی بن یقظان نے استغراق محض اور فنا تام اور حقیقۃ وصول کے بعد فلک اعلےٰ کیواسطے
ایک ذات ملاحظہ کی اور دیکھا کہ وہ ذات مادہ سے بری ہے نہ وہ ذات حق ہے اور نہ وہ نفس
فلک ہے اور نہ ان دونوں کے سوا اور کوئی چیز ہے بلکہ اسکی مثال اسطرح سمجھنی چاہیے کہ جیسے
آئینہ میں سورج منعکس ہوتا ہے اور وہ عکس سورج کا نہ خود سورج ہے اور نہ آئینہ ہے اور
نہ ان دونوں کے سوا اور کوئی چیز ہے اور اس ذات کے اندر ایسا حسن وجمال اس نے ملاحظہ کیا
جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے اور نہایت ہی لذت وسرور وفرح وانبساط میں اسکو پایا کیونکہ
یہ ذات ہمیشہ حق جل وعلی کے مشاہدہ میں مشغول رہتی ہے۔

پھر اس فلک کے نیچے جو فلک ہے یعنی فلک الثوابت اُسکے واسطے بھی ایسی ہی
ذات ملاحظہ کی کہ وہ بھی مادہ سے بری ہے اور نہ وہ ذات حق تعالیٰ ہے اور نہ ذات فلک
اعلےٰ ہے اور نہ وہ نفس فلک ثوابت ہے اور نہ ان کے سوا اور کوئی چیز ہے بلکہ اسکی مثال ایسی
ہے جیسے سورج کا عکس ایک آئینہ پر پڑے پھر اس آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ پر پڑے
اور اسکے اندر سورج کی صورت حاصل ہو تو یہ نہ سورج ہے نہ پہلے آئینہ کا عکس ہے اور نہ دوسرا
آئینہ ہے اور نہ ان کے سوا اور کوئی چیز ہے اور اس ذات کے اندر بھی اس نے نہایت حسن و
جمال اور فرحت وسرور ملاحظہ کیا جس کا بیان ممکن نہیں ہے پھر اسیطرح اس نے فلک زحل

اور دیگر افلاک کی ذوات کو ملاحظہ کیا یہاں تک کہ عالم کون و فساد کی ذات بھی اسکے ملاحظہ
میں آئی اور دیکھا کہ یہ ذات بھی مادہ سے بری ہے اور اس کے ستر ہزار چہرہ ہیں اور ہر چہرہ
میں ستر ہزار موہنہ ہیں اور ہر موہنہ کے اندر ستر ہزار زبانیں ہیں اور ہر زبان سے وہ خداوند تعالیٰ
کی تسبیح اور تقدیس کر رہی ہے کسی وقت خاموش نہیں ہوتی اور یہ ذات جس کے اندر اسکو
کثرت کا وہم تھا حالانکہ وہ کثیر نہ تھی اس کے اندر بھی اس نے وہی لذت اور سرور ملاحظہ کیا جو
پہلی ذوات میں ملاحظہ کیا تھا اور اس ذات کی مثال ایسی سمجھنی چاہئے جیسے آفتاب کی صورت
پانی میں ظاہر ہوتی ہے پھر اس نے اپنی ذات مفارقہ بھی ملاحظہ کی اگر ستر ہزار چہرہ والی
ذات کے حصے کرنے جائز ہوتے تو ہم یہ کہہ دیتے کہ اسکی ذات بھی انہیں میں کا ایک حصہ تھی

پھر اس نے اپنی ذات کے ساتھ اور بھی ذوات ملاحظہ کیں جو ان اجسام کی تھیں جو
اس سے پہلے گذر چکے تھے یا اس کے زمانے میں موجود تھے اگر انکو کثیر کہا جائے تو یہ کثیر تھیں
اور اگر انکو متحد کہنا جائز ہو تو یہ متحد تھیں اور اس نے اپنی ان ذوات میں بھی وہ حسن و جمال ملاحظہ
کیا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل پر اس کا خطرہ گذرا اور نہ کوئی
تعریف کرنے والا اسکی تعریف کر سکتا ہے اور نہ سوا واصلوں کے کوئی اسکو جان سکتا ہے

پھر اس نے بہت سی ذوات مفارقہ ایسی بھی دیکھیں جو نہایت زنگ آلودہ اور اس
عکس کی طرف سے جو ان پر پڑ رہا تھا موہنہ پھیرے ہوئے تھیں ان کی قباحت اور بدصورتی کو بھی
ایسا ہی خیال کرنا چاہئے کہ جس کا کسی دل پر خطرہ تک نہیں گذرا اور اسی قدر ہیبت اور دائمی رنج
عذاب میں یہ مبتلا تھیں ۔ الغرض اس تمام مشاہدہ کے بعد پھر اسکے حواس نے اس
پر ہجوم کیا اور یہ اس بیخودی کے عالم سے ہوش میں آگیا کیونکہ عالم الہی اور عالم محسوس ایک
حالت میں مجتمع نہیں ہوتے

دنیا اور آخرت مثل دو سوکنوں کے ہیں اگر ایک کو ناراض کروگے تو دوسری ناراض
ہو جائے گی ۔

پھر اگر تم اعتراض کرو کہ تم نے جو مشاہدہ کا بیان کیا ہے اور اس میں ذوات مفارقہ کی مثل سورج کے عکس سے دی ہے جو آئینہ میں پڑتا ہے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ ذوات مفارقہ ایسے اجسام کی ہیں جو دائم الوجود اور غیر فاسد ہیں مثل افلاک کے تو یہ بھی دائمۃ الوجود اور غیر فاسد ہونگی اور اگر یہ ایسے اجسام کی ہیں جو غیر دائمۃ الوجود اور فاسد ہیں مثل حیوان کے تو یہ بھی فساد اجسام کے ساتھ فاسد ہو جائیں گی کیونکہ جب آئینہ فاسد ہوتا ہے تو اسکے ساتھ ہی وہ عکس بھی فاسد ہو جاتا ہے جو اسکے اندر تھا پس اجسام فاسدہ کی ذوات مفارقہ بھی فاسدہ ہوئیں۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ تم ہمارے عہد کو بہت جلد بھول گئے کیونکہ ہم نے تم سے پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ یہاں عبارت کو گنجائش نہیں ہے اور الفاظ ان معانی کے بیان کا تحمل نہیں رکھتے بہت سی باتیں خلاف حقیقت کو لوگ سمجھ لیتے ہیں اور یہ وہم جو تم کو پیدا ہوا صرف اس سبب سے کہ تم نے مثال اور ممثل لہ پر ایک حکم جاری کر دیا حالانکہ ایسا نہ چاہئے کیونکہ شمس اور اس کا نور اور اسکی صورت اور اس کا تشکل در آئینہ اور ان کے اندر صُوَر حاصلہ یہ سب وہ امور ہیں جو اجسام سے جدا نہیں ہوتے اور بغیر اجسام کے ان کا قوام نہیں ہے اسی سبب سے یہ اپنے وجود میں اجسام کے محتاج ہیں اور ان کے بطلان سے باطل ہو جاتے ہیں بخلاف ذوات الہیہ اور ارواح ربانیہ کے کہ وہ سب اجسام اور ان کے لواحق سے بری اور منزہ ہیں انکو اجسام اور ان کے لواحق سے کچھ تعلق نہیں ہے اجسام کا عدم اور وجود انکے واسطے برابر ہے انکا رتباط اور تعلق صرف ذات احد واجب الوجود جل شانہ کے ساتھ ہے جو انکا اوّل اور مبداء اور سبب اور موجد ہے اور وہی انکو دوام اور بقا اور سرمد عنایت کرتا ہے ان ذوات کو اجسام کی کچھ ضرورت نہیں ہے بلکہ اجسام ان کے محتاج ہیں اگر یہ معدوم ہوں تو اجسام بھی معدوم ہو جایں کیونکہ یہ اجسام کی مبادی ہیں جیسے کہ ذات حق معدوم ہونے کے ساتھ ان ذوات کا معدوم ہونا متصور ہے پھر اجسام اور تمام عالم

حسی معدوم ہوجائے اور کوئی موجود باقی نہ رہے کیونکہ یہ سب ایک دوسرے کے ساتھ مرتبط ہیں اور عالم محسوس مثل سایہ کے عالم الہی کا تابع ہے اور اس عالم اجسام کا فساد صرف یہی ہے کہ اس کے اجزا متبدل ہوتے رہتے ہیں نہ یہ کہ بالکل ہی معدوم ہوجائیں چنانچہ کتاب عزیز ناطق ہے

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ وَإِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۔

حی بن یقظان کے مشاہدہ کا اسی قدر حال بیان کرنا ممکن تھا جو کیا گیا - اب آگے کا واقعہ اسطرح ہے کہ جب یہ اپنے عالم استغراق سے اس عالم محسوس میں واپس آیا تو اس واپسی سے اسکو بہت رنج لاحق ہوا اور پھر اسی عالم میں پہونچنے کی کوشش کی چنانچہ اب کی مرتبہ پہلے کوشش سے بہت کم کوشش کے ساتھ اسکو وہاں پہونچنا نصیب ہوا اور پہلے مرتبہ سے زیادہ وہاں اس نے توقف کیا پھر تیسری مرتبہ اس سے بھی کم کوشش کی اور زیادہ توقف کیا یہاں تک کہ اس قدر ملکہ اور مشق اس نے بہم پہونچایا کہ جب یہ چاہتا تھا اس مقام میں چلا جاتا اور جس قدر چاہتا وہاں پھر جاتا اور پھر جب چاہتا واپس آجاتا مگر یہ اوسی وقت واپس آتا تھا کہ جب ضروریات بدنیہ اسکو مجبور کرتی تھیں جنکو اس نے نہایت ہی قلت کی حد میں پہونچا دیا تھا اور یہ حالت اسکو اسکی عمر کے پچاسویں سال میں حاصل ہوئی اور اسی وقت اسکو آسال کی صحبت کا اتفاق ہوا جس کا قصہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ حی بن یقظان کے جزیرہ سے قریب ایک اور جزیرہ بہت بڑا نہایت آباد اور معمور تھا یہاں کے لوگ اپنے زمانے کے پیغمبر کا مذہب رکھتے تھے جو عمر سے ان لوگوں میں شائع تھا اور تمام شاہ و رعایانے بطیب خاطر اسکو قبول کیا

تہا پھر اس جزیرہ میں دو لڑکے نہایت ذہین اور طباع پیدا ہوئے ان میں سے ایک کا
نام اسال اور دوسرے کا نام سلامان تہا ان دونوں نے نہایت کوشش کے ساتھ
اس مذہب کی تعلیم حاصل کی اور اسکے اعمال و عبادات کو پورے طور سے بجالانے لگے اور
یہ دونوں آپس میں متفق ہوکر اکثر اوقات ان الفاظ میں بحث کرتے تھے جو شریعت کے
اندر صفات الہی اور ملائکہ اور معاد اور ثواب و عقاب کے متعلق وارد ہیں مگر اسال کی
طبیعت تو باطن میں فکر و غور کرنے اور معانی روحانیہ پر مطلع ہونے اور تاویل کی طرف
راغب تھی اور سلامان کی طبیعت تاویل سے روگرداں اور ظاہر کی طرف راغب تہی
مگر یہ دونوں نہایت کوشش کے ساتھ اعمال ظاہری کے بجالانے اور محاسبہ نفس و مجاہدہ
خواہشات میں مشغول رہتے تھے۔

ان لوگوں کی شریعت میں بعض الفاظ ایسے بھی وارد ہوئے تھے جن سے ثابت
ہوتا تہا کہ انفراد اور عزلت ہی میں نجات اور کامیابی ہے اور دوسرے الفاظ اس بات پر
دلالت کرتے تھے کہ لوگوں کے ساتھ معاشرت اور جماعت کی ملازمت ہی میں ثواب اور
بہتری ہے پس اسال نے تو عزلت اور انفراد کو فضیلت دی اور اسی قول کو راجح
کیا کیونکہ اس کا طبعی میلان اسی طرف تہا اور سلامان نے جماعت کی ملازمت اور
لوگوں کے ساتھ معاشرت کو ترجیح دی کیونکہ اسکی طبیعت میں اسی طرف رجحان تہا اور
اس کے خیال میں معاشرت ہی ایسی چیز تھی جس کے سبب سے وسوسہ دور ہوتے ہیں
اور ہمزات شیاطین (یعنی وساوس شیطانی) سے محفوظ رکھتی ہے اور آخر یہ اختلاف
رائے ہی ان دونوں کے افتراق کا باعث ہوا۔

یعنی اسال نے اس جزیرہ کا حال سنا جس میں حی بن یقظان رہتا تہا کہ یہ جزیرہ
خلوت نشینی کے واسطے نہایت موزوں ہے پس اس نے اپنا تمام مال و اسباب فروخت
کر کے کچھ راہ خدا میں فقرا و مساکین کو تقسیم کردیا اور کچھ اپنی ضروریات میں جو سفر کے واسطے

درکار ہوتی ہیں صرف کیا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر اس جزیرہ کی طرف روانہ ہوا عنایت الہی
سے ہوا موافق تھی تھوڑے ہی روز میں کشتی منزلِ مقصود پر جا پہونچی اور اسال کو ملاحوں
نے اتار کر اپنا راستہ لیا۔

اسال اس جزیرہ میں وارد ہوتے ہی عبادت الہی میں مصروف ہو گیا اور شب و
روز عبادت کے سوا اس کا اور کچھ کام نہ تھا ہر وقت اسماء حسنے اور صفات علیا میں
غور و فکر کرتا اور کسی وقت غافل نہ رہتا جب اسکو غذا کی ضرورت ہوتی کچھ قدرتی پھل
پھلاری کھالیتا یا جانوروں کا شکار کرکے گوشت پر گزارہ کرتا اسی حال میں اسکو ایک
مدت گزر گئی اور الطاف سبحانی وعنایات یزدانی کے جلوے اس پر وارد ہونے لگے
اور یہ اپنی کامیابی کو قریب دیکھکر نہایت خوش ہوتا اور مجاہدہ میں کوشش بڑھاتا جاتا
تھا۔ اور یہ وہ وقت ہے کہ حی بن یقظان اپنے غار کے اندر انتہا استغراق میں مشغول
ہے اور بغیر نہایت ضرورت کے جو مہینہ میں ایک بار یا دو بار اسکو لاحق ہوتی ہے باہر
نہیں نکلتا اسی سبب سے اسال کی اس پر نظر نہ پڑی اور کوئی انسان اسکو نظر نہ آیا یہاں
کہ ایک روز حی بن یقظان اپنے غار سے باہر نکلا اسال اسی طرف کو چلا آرہا تھا کہ یکایک
ان میں سے ہر ایک کی دوسرے پر نظر پڑی اسال نے تو حی بن یقظان کو دیکھکر یہ خیال کیا
کہ ضرور یہ کوئی عابد مرتاض ہیں جو خلوت میں عبادت الہی کرنے کے واسطے میری طرح
اس جزیرہ میں تشریف لائے ہیں مگر ساتھ ہی یہ اندیشہ بھی اسکو لاحق ہوا کہ ایسا نہ ہو
یہ میرے حال سے واقف ہو جائیں اور پھر باہم صحبتی میں خلوت کا لطف جاتا رہے اور میرا
مقصود حاصل نہ ہو۔ اور حی بن یقظان نے اسال کی ایک نئی صورت دیکھی جو پہلے کبھی
کسی حیوان کی نہ دیکھی تھی اور نیز اسال جو لباس جبہ وغیرہ پہنے ہوئے تھا اسکو یہ اسکا طبعی
لباس سمجھا اور تعجب کی نظر سے دیکھنے لگا۔ اسال اپنا راز پوشیدہ رکھنے کی خاطر وہاں
سے بھاگا۔ حی بن یقظان کی طبیعت میں جو ہر ایک چیز کے تفحص و تحقیق کا خواتی ماد

یہ بھی پیچھے ہو لیا مگر جب اس نے دیکھا کہ آسال بھاگا ہی چلا جاتا ہے تو یہ ایک جگہ پوشیدہ
ہو گیا آسال نے اسکو اپنے پیچھے نہ دیکھ کر خیال کیا کہ یہ کہیں اور چلا گیا اور وہ مطمئن ہو کر
عبادت میں مشغول ہوا حی بن یقظان نے جب دیکھا کہ یہ مطمئن ہو گیا ہے تو وہ آہستہ
آہستہ اسکی طرف متوجہ ہونے لگا یہاں تک کہ آسال کے پڑھنے اور دعا کرنے اور تضرع وزاری
کی آواز اس کے کان میں آنے لگی تو اس نے ایسی باترتیب اور پر لطف آواز سنی جو پہلے
کبھی کسی حیوان کی نہ سنی تھی اور آواز کے قرینہ اور آسال کی حرکات سے یہ سمجھ گیا کہ ضرور
یہ کوئی عارف شخص ہے اور پھر جو اس نے بغور دیکھا تو اسکو معلوم ہوا کہ آسال کا لباس
اس کا طبعی لباس نہیں ہے بلکہ جیسے کہ اس نے حیوانات کی کھالیں پہن رکھی
تھیں ایسے ہی آسال نے بھی لباس پہن رکھا ہے اور شکل و شمائل و خط و خال میں
اسکی صورت بالکل اسکی صورت سے مشابہ ہے تب حی بن یقظان نے یکایک جاکر
آسال کو پکڑ لیا اور آسال نے جب کوئی مفر نہ دیکھا تو لاچار وہ بھی اسکی طرف متوجہ
ہوا اور حی بن یقظان سے اس نے ہر چند کلام کرنا چاہا مگر حی بن یقظان کچھ نہ سمجھا
آسال بہت سی زبانوں سے واقف تھا مگر جس زبان میں بھی اس نے گفتگو کی حی
بن یقظان کو لاعلمی ظاہر ہوئی اور ہر ایک کو دوسری حالت سے نہایت تعجب ہوا مگر آسال حی بن یقظان کی
مہربانی و تلطف کو دیکھکر اتنا ضرور سمجھ لیا کہ میرے ساتھ برائی کا ارادہ نہیں رکھتا ہے پھر آسال کے پاس
جو کچھ کھانا وغیرہ باقی تھا جو یہ اپنے شہر سے ساتھ لایا تھا وہ اس نے حی بن یقظان کے آگے رکھا اور کھانے
کا اشارہ کیا - حی بن یقظان نے کھانے کو اپنے قواعد مقررہ کے خلاف پایا تو پہلے انکار کیا مگر آخر بہ الحاح
منت و سماجت سے لاچار ہو کر دو چار لقمے کھائے اور اس کے مزہ کو بہت پسند کیا مگر پھر بھی
اپنی عہد شکنی کو خیال کر کے بہت پچھتایا اور دست کشی کر لی اور اپنے اس فعل پر بہت نادم ہوا۔

پھر چونکہ حی بن یقظان کو اس مقام کریم میں بسرعت پہنچنا دشوار ہوا اس سبب
سے اس نے آسال کی صحبت اختیار کی آسال نے اسکو کلام کرنا تعلیم کیا تاکہ پھر دین کی تعلیم کرے اور

خدا تعالے کی جناب سے ثواب عظیم کا مستحق ہو۔

پہلے اس نے حی بن یقظان کو ہر ایک چیز کی طرف اشارہ کر کے اُن کے نام تعلیم کئے اور پھر اسی طرح تھوڑا تھوڑا کر کے بہت جلد کلام کرنا سکھا دیا پھر دریافت کیا کہ تم اس جزیرہ میں کہاں سے آئے اور کب آئے اور کیا واقعات تم پر گذرے حی بن یقظان نے جواب دیا کہ مجھکو جب سے ہوش آیا ہے میں اسی جزیرہ میں ہوں اور بجز ایک ہرنی کے اپنا مربی اور پرورش کرنے والا کسی کو نہیں جانتا اور اپنی ترقی اور حصول معرفت کا تمام حال بیان کیا جب اسال کو یہ معلوم ہوا کہ یہ ایک عارف بزرگوار ہیں تو اس کی قدر و منزلت اسکی نگاہ میں بہت کچھ بڑھ گئی اور جب اس نے ان حقائق اور ذوات مفارقہ عارفہ کا حال سنا اور واصلوں کی لذت اور مجوبوں کے آلام جو حی بن یقظان نے اس مقام میں مشاہدہ کئے تھے سنے تو اس کو اُن تمام باتوں میں کچھ شک نہ رہا جو شریعت کے اندر امر ثواب و عقاب کی بابت وارد ہوئی ہیں اور اس نے جان لیا کہ وہ اسی کی مثالیں ہیں جو حی بن یقظان نے اس مقام میں مشاہدہ کیا ہے اس کے دل کی آنکھ کھل گئی اور معقول و منقول مطابق ہو گئے شریعت میں اسکو کوئی مشکل نہ رہی اور ہر ایک امر مبہم واضح ہوا اور اب یہ اسکو یقین ہو گیا کہ بیشک حی بن یقظان اولیا اللہ میں سے ہے جنکی شان میں نازل ہوا ہے کہ اَلَآ اِنَّ اَولیاَ اللّٰہِ لَاخَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ[1] - پھر اس نے بن یقظان کی خدمت لازم پکڑی اور اُنکی اقتدا و اشارہ پر کاربند ہوا۔

حی بن یقظان نے جب اسال سے اس کے احوال کی تفتیش کی اور اس کے جزیرہ کا حال اسکو معلوم ہو گیا اور نیز شریعت کے اعمال اور عالم الٰہی کی کیفیت اور جنت و دوزخ اور ثواب و عقاب اور بعث و نشور اور حشر و حساب اور میزان و صراط کا بیان اس نے سنا تو ان سب کو اس نے اپنے مشاہدہ کے احوال سے مطابق پایا اور اس نے جان لیا کہ

[1] بیشک خدا کے ولیوں پر نہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے ۱۲

بیشک جس شخص نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے بیان میں محق اور صادق اور اپنے رب کا رسول ہے پس یہ بھی اس پر ایمان لایا اور اسکی تصدیق کی اور اسکی رسالت کی گواہی دی پھر اس نے اس سال سے تمام فرائض اور عبادت یعنی نماز روزہ حج اور زکواۃ وغیرہ اعمال ظاہری دریافت کرکے ان سب پر کاربار بند ہونا شروع کیا مگر دو باتوں کی طرف سے اس کے دل میں خدشہ باقی رہا اور اونکی حکمت اسکی سمجھہ میں نہ آئی۔

ایک تو یہ کہ رسول نے عالم الہی کے اکثر امور کی مثالیں کیوں بیان کی ہیں مکاشفہ کی طرف کیوں نہیں راغب کیا جس کے سبب سے لوگ تجسم اور ایسی باتوں کے اعتقاد میں پڑگئے جن سے ذات حق تعالی بالکل منزہ اور پاک ہے اور یہی خیال اس کا امر ثواب وعقاب کے متعلق تھا۔

دوسرا شبہہ اسکا یہ تھا کہ شارع نے صرف فرائض اور وظائف عبادات ہی پر کیوں اکتفا کی اور مال واولاد کی مشغولیت اور کھانے پینے میں وسعت اختیار کرنے کو کیوں جائز رکھا اسواسطے کہ اسکی رائے میں تمام دنیاوی چیزوں میں صرف اسی قدر اختیار کرنا کافی تھا کہ جس سے زندگی قائم رہے اب رہا مال ومنال سو یہ اسکے نزدیک ایک نہایت فضول اور بیکار چیز تھی۔

نیز اموال کے متعلق جس قدر احکام شریعت میں وارد تھے مثلاً زکواۃ اور خرید وفروخت کے احکامات اور سود اور حدود عقوبات اور سرقہ وغیرہ کے تمام احکام اسکے نزدیک بے فائدہ تھے اور یہ کہتا تھا کہ اگر لوگ حقیقۃ الامر سے واقف ہو جائیں تو یہ تمام لغویات چھوڑ دیں اور پوری ہمت کے ساتھ حق تعالی کی طرف متوجہ ہوں کسی کو مال کے ساتھ خصوصیت نہ رہے نہ چور کے ہاتھ کاٹے جائیں اور نہ آپس میں لڑائی جھگڑا ہو یہ خیال اسکا اس سبب سے تھا کہ یہ تمام آدمیوں کو اپنی طرح ذہین طباع اور صائب الرائے جانتا تھا ان کی بلادت کند ذہنی اور کم ہمتی اور ضعف کی اسکو خبر نہ تھی۔

آخر یہاں تک یہ خیال اسکے دل میں جاگیر ہوا اور لوگوں پر اسکی شفقت ومحبت
نے غلبہ کیا کر اسال نے اُن کے پاس پہونچکر ان کو نصیحت کرنے کا قصد مصمم کر لیا پھر اسال سے
اس بارہ میں مشورہ کیا اسال نے لوگوں کی راہ حق سے بے رغبتی اور اُن کے نقص فطرت
وجہالت طبعی سے آگاہ کیا مگر اس نصیحت نے اسپر کچھ اثر نہ کیا اور یہ اسی خیال میں رہا کہ
شاید خداوند تعالےٰ اسکے ہاتھ پر لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائے اور وہ جملہ صالحین
میں داخل ہوں اسال کو بھی اس نے اس بات پر آمادہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ مجبوری
وہ بھی راضی ہوا اور یہ دونوں ساحل پر آن کر دعا میں مشغول ہوئے کہ خداوند تعالےٰ کسی
جہاز یا کشتی کو ادہر بھیجدے اور ہم اسپر سوار ہو کر اپنے جزیرہ کو روانہ ہوں آخر ایسا ہی ہوا
کہ تھوڑے عرصہ میں ایک جہاز ادہر آنکلا جہاز والوں نے ان دونوں کو ساحل پر دیکھکر جہاز
کو لنگر کیا اور بعد دریافت حال ان دونوں کو جہاز میں سوار کرا کے ان کے جزیرہ میں
لا اتارا یہ اسال کے آنے کا حال سنکر اس کے تمام دوست واحباب اور شاگردان مع سلامان
کے استقبال کو آئے اور نہایت خاطر ومدارات کے ساتھ ان کو لے گئے اسال نے حی
بن یقظان سے سب کا تعارف کرایا اور ان کا سارا واقعہ اُن کے سامنے بیان کیا جس کو
سنکر سب حی بن یقظان کی تعظیم و تکریم کرنے لگے اسال نے حی بن یقظان سے کہا کہ یہ
لوگ میرے مرید ومعتقد ہیں اور بمقابلہ دیگر لوگوں کے نہایت عقل سلیم وذہن رسا رکھتے
ہیں ان کو آپ تعلیم شروع کیجئے اگر ان کو آپ نے کامل بنا دیا تو پھر اوروں کو بھی آپ تعلیم
کر سکتے ہیں اور اگر انہیں کو آپ کچھ فیض نہ پہنچا سکے تو پھر اور لوگوں کا درجہ کمال میں
پہونچنا ناممکن ہے کیونکہ بمقابلہ ان کے اور لوگوں کی فطرت نہایت ناقص اور عقل وہمت
بہت کمزور ہے۔ حی بن یقظان نے ان کو تعلیم دینا شروع کیا چند روز کے بعد جب محسوسات
سے آگے چلکر معقولات اور الہیات کی بحث شروع ہوئی تو حی بن یقظان نے اپنے
مشاہدہ کے موافق اُن امور کا بیان کرنا شروع کیا جو بظاہر عقل سے بعید معلوم ہوتے تھے

تو حی بن یقظان کی صحبت سے ان لوگوں کو دل لگی جاتی رہی اور ایک گونہ نفرت ظاہر کرنے لگے اگرچہ بظاہر حی بن یقظان کی خاطر سے کچھ نہ کہتے تھے۔ حالانکہ حی بن یقظان رات دن ان کو خدا کی طرف بلاتا تھا مگر ان کے دل پر اسکی نصیحت کچھ اثر نہ کرتی تھی۔

اگرچہ یہ لوگ نیک بخت اور نیک باتوں کے شوقین اور حق میں رغبت کرنے والے تھے مگر اپنی فطرتی نقص کے سبب سے حق کو اس کے طریق سے طلب نہ کرتے تھے اور نہ تحقیق کی کوشش کے ساتھ اس کے طالب تھے پس حی بن یقظان ان کی قلت قبول کے سبب ان کی اصلاح سے ناامید ہو گیا اور پھر جو اس نے طبقات الناس کا تفحص کیا تو ہر ایک گروہ کو اپنے خیال میں خوش پایا دیکھا کہ ہر ایک نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور ان کی شہوات ان کی انتہا مقصود ہیں مال کے جمع کرنے میں ہلاک ہوتے ہیں مقابر کی زیارت سے متاثر نہیں ہوتے نہ نصیحت ان میں اثر کرتی ہے نہ نیک کلمہ کارگر ہوتا ہے حکمت کی طرف ان کا راستہ بند ہے جہالت کے اندر ڈوبے ہوئے ہیں دلوں کو ان کے زنگ لگ گیا ہے ان کے آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے ان کے دلوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ان کے واسطے عذاب عظیم ہے عذاب کے پردوں ظلمات کے حجابوں نے ان کو گھیر رکھا ہے شریعت میں ان کا حصہ بجز اصلاح معیشت دنیا کے اور کچھ نہیں ہے باوجود اس کے کہ اعمال شرعیہ سہل اور خفیف ہیں مگر ان کو انہوں نے پس پشت ڈال دیا ہے ان کے بجالانے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے نہایت قلیل و ذلیل دنیادی قیمت کے ساتھ ان کو فروخت کر دیتے ہیں تجارت اور بیع نے ان کو ذکر الہی سے غافل کر دیا ہے روز قیامت سے انکو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔

الغرض حی بن یقظان کو یہ بات ثابت ہو گئی کہ مشاہدہ کا سبق یہ لوگ حاصل نہیں کر سکتے عمل کی زیادہ تکلیف ان کی طاقت سے باہر ہے نہ یہ لوگ شریعت سے بجز دنیادی اصلاح کے اور کچھ فوائد حاصل کر سکتے ہیں۔

ان میں سے کوئی شاذ و نادر ہی ایسا شخص ہوتا ہے جو آخرت کا ارادہ کرتا اور اسکے امتحان میں کامیابی پاتا ہے جس نے سرکشی کر کے حیات دنیا کو اختیار کیا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اس شخص کی شقاوت اور بدنصیبی سے بڑھکر کس کی شقاوت اور بدنصیبی ہوگی کہ جس کے نامہ اعمال میں تم صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک سوائے ان دنیاوی امور کے اور کسی کام کی طرف توجہ نہ پاؤگے یا مال جمع کرنے کی یا لذت حاصل کرنے کی یا خواہش نفسانی پورا کرنے کی یا کسی شرعی کام کو شہرت کے واسطے بجا لانے کی یا غصہ و غضب کو پورا کرنیکی اور یہ سب باتیں ظلمات اور حجابات ہیں وَاِن مِّنكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا [۱]

جب حی بن یقظان نے لوگوں کی طبائع سے خوب واقفیت حاصل کر لی اور جان لیا کہ ان میں سے اکثر مثل جانوروں کے بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں تو یہ سمجھ گیا کہ بیشک ان کے واسطے جو شرائع اور احکام رسولوں نے حکم الٰہی سے مقرر کئے ہیں وہ بہت کافی ہیں اور اس سے زیادہ تعلیم کی اکثر الناس میں برداشت نہیں ہے نہ یہ مسائل دقیقہ کی سمجھ رکھتے ہیں کیونکہ ہر شخص کے واسطے خدا نے ایک کام مقرر کیا ہے اور وہی کام اس پر آسان ہے

فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ [۲]

پھر حی بن یقظان نے اسال و سلامان سے معذرت کے ساتھ اپنی تبدیلی رائے کا اظہار کیا اپنے دوستوں کو حدود شرعیہ کی پابندی اور احکام کے بجالانے اور بدعت و خواہش نفس سے پرہیز کرنے کی وصیت کی اور نیز یہ بھی سمجھایا کہ عوام الناس کی رائے کے شریک ہو کر اپنی عاقبت کو برباد نہ کرنا بلکہ جہاں تک ممکن ہو یہ کوشش کرنا کہ اہل سعادت و صالحین کا درجہ تم کو نصیب ہو اور مقربین کے مقام میں تمہاری رسائی ہو جائے اور تم سعادت ابدی و فلاح سرمدی کے ساتھ کامیاب ہو۔

---

[۱] اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جسکا گذر جہنم پر نہ ہو یہ تمہارے پروردگار پر پورا ہونیوالا ضروری وعدہ ہے ۱۲ [۲] یہی خدا کی فطرت ہے جس پر ان لوگوں کو پیدا کیا ہے اور تم ہرگز خدا کے قانون میں تبدیلی نہ پاؤ گے

بعد ازاں حی بن یقظان اور اسال نے بصلاح یکدگر ایک کشتی کرایہ پر کی اور اپنے تمام شاگردوں
و دوستوں کو نصیحت و وصیت کر کے رخصت ہوئے چند روز میں ان کی کشتی منزل مقصود
پر پہونچی اور یہ دونوں اپنی قدیمی خلوت گاہوں میں اقامت اختیار کر کے عبادت الٰہی میں
مصروف ہوئے تہوڑے ہی عرصہ میں ان کا گم شدہ مقام انکو حاصل ہو گیا اور اپنے آخری
وقت تک یہ اسی استغراق میں رہے۔

حی بن یقظان کا واقعہ تمام ہوا الحمد للہ علی ذالک ہمکو ان مخفی اور پوشیدہ
اسرار کے اظہار کی صرف یہی ضرورت تھی کہ اس زمانہ میں علم حق سے لوگوں کی نفرت اور
فلسفہ باطل کی طرف ان کی رغبت بہت بڑہ گئی ہے اور اس کا ضرر عام طور شائع ہونا
شروع ہو گیا ہے ہم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ انبیا علیہ السلام کی تقلید چہوڑ کر اس فلسفہ
باطل ہی کو وہ علم الٰہی نہ سمجھ لیں جو مقام صدق کا راستہ ہے پس اس رسالہ کی تصنیف اور
ترجمہ و اشاعت کا یہی سبب ہے کہ لوگوں کو راہ حق و علم الٰہی کی طرف منجذب کیا جائے
اور ان کے دلوں میں معرفت الٰہی کا شوق پیدا ہو والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

دعاگو و خیر طلب سید حسن علی نظامی خواہر زادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی
قدس اللہ سرہ

بتاریخ ۱۴ ماہ ذیقعدہ المکرم سنہ ۱۳۳۰ ہجری یوم پنجشنبہ اس کتاب کے ترجمہ سے فراغت ہوئی

نورِ نظر

از املاء حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ

مترجمہ

سید حسن علی نظامی دہلوی صاحبزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَللّٰہُ لَطِیْفٌ بِعِبَادِہٖ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ [1]

حیّ ابدی وقیّوم سرمدی نے چاہا کہ انسان کو تمام موجوداتِ علوی وسفلی پر برگزیدہ کرے اور اپنی خاص نظرِ عنایت سے مشرف فرمائے لہذا خطاب فرمایا اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ یعنی اے انسان کیا تو نے اپنے پروردگار کی طرف نہیں دیکھا۔ اس خطاب سے معلوم ہوا کہ انسان اور اسکے پروردگار کے درمیان حجاب نہیں ہے کیونکہ حجاب ہونے سے یہ خطاب درست نہوتا اور جبکہ یہ خطاب بُرہانِ قطعی ہے تو ہم نے جان لیا کہ ہمارے اور پروردگار کے درمیان حجاب نہیں محض نفسِ خبیث ہزار در ہزار نقش و نگار دکھا کر سالک کا راستہ روکتا ہے بیت اے دوست حجاب تو کسے نیست توئی + وندر رہِ تو خار و خسے نیست توئی + اَعْدَی عَدُوِّکَ نَفْسُکَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْکَ یعنی تیرا سب سے بڑا دشمن تیرے پہلو میں تیرا نفس ہے۔ سالک ابتدا میں نفس کے رمز و اشارہ سے بے خبر ہوتا ہے اس واسطے اکثر اسکے دلفریب نقش و نگار کے دہوکہ میں آکر اپنے اعلیٰ مقصد سے رہ جاتا ہے کہ یکایک نسیمِ عنایت کا ایک ایسا جھونکا توفیق وہدایت سے دماغ کو معطر اور دیدۂ دل کو منور کرتا ہے کہ سالک اپنے آپ کو گرفتارِ شہوت دیکھکر شرمندہ

[1] اللہ اپنے بندوں کے ساتھ لطف و مہربانی فرمانے والا ہے جسکو چاہتا ہے رزق عنایت کرتا ہے اور وہ عزت والا مغفرت والا

ہوتا ہے اور سینۂ سوختہ سے حسرت بھری آہ نکالکر بارگاہ رب العزت میں نفس کے مکر و کید
سے پناہ مانگتا ہے۔ پروردگار چونکہ راہ گیر کے خلوص و اخلاص سے آگاہ ہے جذبات
رحمانی سے ایک ایسا جذبہ اسکو مرحمت فرماتا ہے کہ جحیم و جہیم اور ہر ایک عذاب الیم سے اسکو
نجات ہو جاتی ہے اور رضاء قربت کی جنت میں خلعت خاصۂ وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ
ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ؎ سے لباس فاخرہ زیب تن کرتا ہے کہ جسکے پہنتے
ہی پھر نفس کے دہوکہ میں نہیں آتا۔ اور نفس دوسرے راستہ سے بھیس بدل کر دوستی
اور خدمتگاری کے طور پر اسکی ہمراہی اختیار کرتا ہے چنانچہ ایک مدت اسی طرح بسر ہوتی
ہے اور اسی حالت کے موافق یہ قول ہے کہ نَفْسُكَ مَطِيَّتُكَ فَارْفِقْ بِهَا یعنے تیرا نفس
تیری سواری ہے اسکے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر۔ اس حالت میں بھی اگرچہ خود نفس نے
بظاہر اطاعت اختیار کرلی ہے مگر اپنا لشکر اس کام کے واسطے چھوڑ رکھا ہے کہ جسطرح
ممکن ہو کسی نقش و صورت کے جال میں سالک کو پھنسا دے۔ جیسے کہ داؤد علیہ السلام
باوجود خلیفۂ حق ہونے کے اوریا کی عورت کے دام حسن میں پھنسگئے اور تمام عمر بھر ندامت
اُن سے دور نہوئی۔ اسی طرح ہاروت و ماروت باوجود مقرب فرشتے ہونیکے شہوت کے
سبب مرتبہ ملکوتی سے نکلکر مبتلاء عذاب ہوئے قصہ مختصر یہ کہ سالک سالہا سال اس دادی
ناپید اکنار میں نفس کے دہوکے کہاتا پھرتا ہے۔ اگر پروردگار کی حفاظت و حمایت شامل
حال نہو تو اس صحراء جانکاہ سے خلاصی ممکن نہیں۔ ہمیشہ دوری و مہجوری کی مصیبت
میں پڑا رہے۔

جب یہ قاعدہ معلوم ہوگیا تو اب سالک کو چاہئے کہ تنہائی اختیار کرے تاکہ حق اس کا
یار بنے اور جب حق یار ہوا تو نفس بیکار ہوا بہتر یہ ہے کہ سالک کسی سے بات بھی نہ کرے
نہ کسی کے گھر جائے بھوک پیاس اور برہنگی اختیار کرے۔

؎ جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر خدا سے مغفرت مانگے خدا کو بخشنے والا مہربان پائے ۱۲

اور خواہش و شہوت کے خیالات دل میں گذرنے نہ دے کیونکہ ھَمُّ وَ ھَمُّ الْفَوَاحِشِ فِیْ قَلْبِ الْعَارِفِ کَفِعْلِ الْفَاعِلِیْنَ یعنے فحش باتوں کا خطرہ عارف کے دل میں گذرنا ایسا ہے جیسے عوام کا اُس فحش فعل کو کرنا۔

اگر سالک سے ایسا ہو سکے تو کسی نیک بخت مجاہدہ کرنے والی عورت سے شادی کرے یا کوئی بدصورت لونڈی خریدے غرضکہ جسطرح ہو اِن دونوں کاموں میں سے ایک کام ضرور کرے اور اِس وصیت کو خیرُالوصایا جانے۔ اگر سالک محفوظ رہا تو اولیا میں شامل ہوا کیونکہ اولیا محفوظ اور انبیا معصوم ہوتے ہیں۔

محفوظ وُہ ہے کہ جب شہوت غالب ہو اور وُہ اُسکے ازالہ کے واسطے ہرچند کسی خوبصورت کو تلاش کرے مگر دستیاب نہو اور معصوم وُہ ہے جسکو دستیاب بھی ہو مگر وہ فعل ناجائز کا ارتکاب نہ کر سکے اور اُسکی قوتِ شہوانی سلب ہو جائے۔

جب سالک کا قدم اِس مقام پر جمگیا تو پھر جو شخص اسکی صحبت میں آئیگا اُس کا رنگ اُسپر چڑھ جائیگا۔ اور اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ یعنے آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ صادق ہوگا۔ اب شیطان اپنے لاؤ لشکر لیکر گھات میں بیٹھتا ہے کہ جسوقت موقع لگے سالک پر چھاپا مارے اور اِسکے اِس چھاپے کی یہ صورت ہوتی ہے کہ سالک کو خشم و غضب اور قہر و غصہ کے تخت پر بٹھاتا اور خود ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہوتا ہے۔ سالک خیال کرتا ہے کہ غصہ سے بہتر کوئی چیز نہیں اسکے اندر بڑے بڑے فائدے ہیں اور بہت سی مضرتوں سے حفاظت ہے اور خدا بھی فرماتا ہے وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ[1] پھر جب اِسکو غصہ کی کچھ لذّت حاصل ہوتی ہے تو اور بھی زیادہ گمراہ ہو جاتا ہے کیونکہ غصہ میں شہوت سے بھی زائد لذت ہے۔

جب نوح علیہ السلام کو اپنی قوم پر غصہ آیا اور بد دعا کی تمام عالم طوفان میں غرق ہوگیا

---

[1] یعنے لے رسول کافروں پر سختی اور غصہ کرو ۱۲۔

توشیطان حاضرِ خدمت ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے میرا ایسا کار نمایاں کیا ہے جو
میری سالہا سال کی کوشش سے بھی حاصل نہوتا لہذا میں آپ کا نہایت مشکور
و ممنون ہوں نوح علیہ السلام نے فرمایا کیا کام میں نے کیا ہے عرض کیا کہ آپ
کی بد دعا سے اسقدر مخلوق کا کفر پر خاتمہ ہو گیا اِس سے بڑھ کر اور کیا کام ہوگا نوح
علیہ السلام یہ سُنکر اپنی بد دعا سے بہت نادم ہوئے۔ سالک جب غصہ کے فساد و خرابی
سے واقف ہوتا ہے تو اس کے دل سے فریاد نکلتی ہے کیونکہ اسکی رُوح مثل پھول کے
ہے اور غصہ مثل آگ کے اب خیال کرو کہ جب پھول کے پاس آگ آئے تو پھول
کا کُملا کر کیا حال ہوگا۔ نیز دوسری مثال یہ سُنو کہ شہوت پانی ہے اور غصہ آگ ہے
اور روح ایک آئینہ ہے اگر آئینہ کو پانی پہونچیگا تب وُہ اندھا ہوگا اور اگر آگ پہونچے
گی تب بھی وہ سیاہ ہو جائیگا۔ یہ تجربہ کی باتیں ہیں اور ان رمزوں سے وُہی لوگ
واقف ہوئے ہیں جنہوں نے سالہا سال مراقبہ میں گذار کر یہ مقام حاصل کیا ہے
دِن بھر میں بیسیوں مرتبہ توبہ و استغفار کر کے رجوع کی پھر ایک مدتِ مدید میں اِس
حقیقت سے واقف ہوئے۔ بیت ؎

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی زآفتاب ۔۔۔ لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے مجھکو دو عمریں چاہئیں تاکہ ایک
میں تجربہ کروں اور دوسری میں اُس تجربہ پر عمل کروں۔ لَیْسَ الْعَالِمُ اِلَّا بِالتَّجْرِبَۃِ
یعنے عالم وُہی ہے جو تجربہ کار ہو بغیر تجربہ کے عالم نہیں ہوتا۔ اور تجربہ اُسیوقت
حاصل ہوتا ہے جب خلوت و تنہائی اختیار کرے۔

پیروں کا مریدوں کو خلوت میں بٹھانا عبادت گذاری کی غرض سے نہیں ہوتا بلکہ
محض اِسی غرض سے ہوتا ہے کہ صفاء باطن حاصل ہو اِس لئے کہ باطن ایک
پوشیدہ عالم ہے بغیر خلوت کے منکشف نہیں ہوتا اور جب عُزلت و خلوت

سالک کو ملکہ ہوگیا تو ملک صفت بنگیا۔ جسکو عزلت کی عزت نصیب ہوئی اسکو کچھ بھی
نصیب ہوا اور جس نے قناعت کا موہنہ نہ دیکھا اسکو کچھ بھی نہ ملا۔
جب سالک پر غصہ مسلط ہوجائے تو اسکو یہ علاج کرنا چاہیے کہ اول غسل کرے
اور خوب سر پر پانی بہائے بعد ازاں دو رکعت نماز ادا کرے پہلی رکعت میں بعد
فاتحہ کے سورۂ الم نشرح اور دوسری میں سورۂ لایلاف قریش پڑھے
پھر بعد سلام کے سر سجدہ میں رکھکر تین بار یہ دعا پڑھے اور دل میں غصہ کے دور
ہونے کی نیت رکھے رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّن
لِّسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي ۔ اسکے بعد لکڑی ہاتھ میں لیکر جنگل کا راستہ پکڑے اور
دو تین روز یا جبتک کہ اس کا غصہ بالکل نہ اتر جائے کسی ویران مسجد یا کھنڈر
میں پڑا رہے کیونکہ غصہ سالک کے واسطے حجاب عظیم ہے جبتک غصہ یا شہوت
کا خیال سالک کے دل میں رہے گا ہرگز ہرگز اپنے مقصود و مطلوب پر کامیاب نہ
ہوگا۔ **بیت**

زخشم و شہوت و کینہ ببر تا زان سپس خود را ۔ اگر دیوی ملک یابی وگر گرگی شبان بینی

سالک کے واسطے اسقدر اختصار کی ضرورت ہے کہ جب وہ رات کو سونے لیٹے تو
اسکے پاس ضرورت سے زائد کپڑا یا اور کسی قسم کی دنیاوی چیز نہ ہو نہ اسکے دل
میں کسی کی دوستی و دشمنی یا شہوت و غضب کا خیال ہو تا کہ جو خواب دیکھے وہ تعبیر کے
قابل سمجھا جائے عالم اسرار کی باتیں اولیا کو خواب میں دکھائی جاتی ہیں اور انبیاء
بیداری میں دیکھتے ہیں پھر جب یہ سالک ایسا ہوجائے کہ جو کچھ خواب میں دیکھے
وہی بیداری میں ظاہر ہو تو یہ اہل ولایت سے ہوگیا اور ایسے ہی خواب کو درویشوں
کی اصطلاح میں واقعہ کہتے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اول اول چھ مہینے
خواب ہی میں وحی آنی شروع ہوئی تھی۔ سالک اپنے واقعات کسی سے بیان نہ کرے

نہ کسی معاملہ میں کسی سے مدد چاہے خداوند تعالیٰ کی قدرت وعنایت ملاحظہ کرتا رہے
شیخ منصور حلاج قدس اللہ سرہٗ نے بہت ٹھیک فرمایا ہے کہ تمام گہاٹیوں سے
انسان کا گذرنا آسان ہے مگر دنیا کی گہاٹی سے اُس کا گذر بہت مشکل ہے یہ ایسی گہاٹی
ہے کہ ہر ایک شخص اس میں سے صحیح سلامت نہیں نکل سکتا ؞
دنیا ایسی فتّانہ ہے کہ اگر چاہے تو ایک ساعت میں مشرق سے لیکر مغرب تک تمام
لوگوں کو خدا سے جُدا کرکے اپنے ساتھ مشغول کرے اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللہُ مگر جسپر خدا رحم فرمائے
وُہی اِسکے فتنہ سے محفوظ رہسکتا ہے ؞
عزازیل سے بڑھ کر کوئی طاعت وعبادت اور علم واخلاص نہ رکہتا تھا مگر دنیا
کے دہوکہ میں آکر اُس نے بہی حضرت آدم کو سجدہ نہ کیا اور مردود ہوگیا اسی طرح
حضرت آدم باوجودیکہ خدا کے صفی تھے اور کوئی چیز اُن پر پوشیدہ نہ تھی کیونکہ
ارشاد ہے وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا مگر پہر بہی اِس دنیا نے ایک پھونک مارکر
اُن کو بہی الگ کردیا۔ اور سلیمان علیہ السلام جو باوجود اپنی عظیم الشان سلطنت کے
زنبیل بناکر قوت بسری کرتے تہے پہر بہی دنیا نے اُن کو دہوکہ دیا اور گہوڑوں کے
نظارہ میں ایسے مشغول ہوئے کہ عصر کی نماز فوت ہوگئی تب یکا یک نماز
کا خیال آیا اور اس افسوس میں گہوڑوں کے ہلاک کرنے کی قسم کہائی جو بالکل
بیگناہ حیوان تھے۔ مثنوی۔

پیر و برنا فتادۂ راہ اند ۔۔۔ گرچہ از سرِّ راہ آگاہ اند
راہ چوں افگندہ باشد آہ ۔۔۔ افگندہ است اے مادرِ راہ

اگرچہ بالکل دنیا کو ترک کرنا ممکن نہیں مگر سالک کے واسطے اسقدر تو نہایت ضروری
ہے کہ اپنے آپ کو دنیا سے غافل بنائے اور لوح دل سے اُسکے نقش ہار خیر وشر
بالکل دہو ڈالے اور دروازۂ قلب پر مُراقب ہو جائے ؞

اے سالک جب تو یہاں پہونچے گا اسرارِ خرابات سے واقف ہو گا اور شرابِ نیستی
نوش کر کے مست بنے گا پھر جام جہاں نما بنجائے گا +

سالک پاک باز بڑی کوشش کرتے ہیں کہ ایک سانس بھر ہی دنیا اور اہل دنیا سے
نجات پائیں۔ دنیا ہر گھڑی سالک کے سامنے نئی نئی صورتیں بدلکر آتی ہے۔ دنیا
نفع ونقصان کو نہیں جانتی دنیا کا صرف مقصد یہ ہے کہ سالک کو خدا سے جدا کرکے
اپنے ساتھہ مشغول کرے +

دنیا سالک سے کہتی ہے کہ یہاں گوشے میں بیٹھا کیا کرتا ہے چل اُٹھہ کھڑا ہو کچھہ حلال
کمائی کرکے بندگانِ خدا کی خدمت کر یہی مردانگی ہے +

اور کبھی کہتی ہے کوئی حوض یا کنواں یا باغ بناؤ کہ تمہاری یادگار باقی رہے اِس
قسم کی باتوں سے دنیا یہی چاہتی ہے کہ تمہارے دل کو خدا کی یاد سے غافل
کر دے +

محبوب کی دو قسمیں ہیں ایک محبوب لنفسہٖ اور دوسرے محبوب لغیرہٖ نیک کاموں
میں مشغول ہونا محبوب لغیرہٖ ہے اور محبوبِ حق میں غرق ہوجانا محبوب لنفسہٖ ہے
محبوب لغیرہٖ عابدوں اور زاہدوں کا حصہ ہے اور محبوب لنفسہٖ فقراء و عرفاء کا
حصہ ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ اِن تمام باتوں کی طرف التفات نہ کرے اور لقمان حکیم
کی متابعت اختیار کرے جن سے ایک لاکھہ مرتبہ کہا گیا کہ پیغمبری قبول کرو مگر
انہوں نے قبول نہ کی۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْاُمُوْرِ وَیُبْغِضُ سِفْسَافَہَا۔ یعنے
یقیناً خداوند تعالیٰ بلند کاموں کو پسند اور پست کاموں کو ناپسند فرماتا ہے
اگر سالک کو مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کا بھید معلوم ہو جائے تو دنیا کو مع جنت و دوزخ
کے ایک جو میں بھی نہ خریدے +

سالک نفس سے بھی خلاصی پالیتا ہے اور شیطان سے بھی محفوظ ہو جاتا ہے مگر

دنیا سے نجات پانی مشکل ہے اس سے نجات حاصل کرنے کا صرف ایک ہی حیلہ ہے کہ خداوند تعالیٰ سے انتہائے عجز وزاری کے ساتھہ دعا کرے کہ خدا اپنے فضل وکرم سے اسکو دنیا کے مکروفریب سے بچائے اور جبتک کہ سالک سچے دل سے یہ دعا نہ مانگے گا قبول ہوگی اسواسطے سالک پر فرض ہے کہ صدق وراستی اپنا شعار بنائے اور ہر قسم کی بلاؤ مصیبت سہنے کے لئے تیار ہو جائے۔ اپنے مذہب میں تاویل کو گنجائش نہ دے اہل شرع کا تو یہ قول ہے کہ ہلاکت ومصیبت میں جھوٹ بولکر نجات حاصل کرے اور جھوٹی قسم کہائے تو مضائقہ نہیں مگر اہل طریقت یہ فتوےٰ نہیں دیتے اِن کے مذہب میں ایسی باتوں کی طرف التفات بھی نہیں کیا جاتا یہ لوگ راستی سے زیادہ جان کو عزیز نہیں رکھتے۔ اگر سالک نے سچے دل سے صدق وراستی اختیار کیا ہے تو اسکی برکت سے خدا ہر ایک مہلکہ سے اسکی خلاصی کرے گا اور یہ شخص مستجاب الدعوۃ ہو جائیگا جو کچھہ اپنے معبود سے چاہے گا وہی اسکو ملیگا اور اگر کوئی بات شدنی ہوگی تو اسکے واسطے اسکو ایسا دکہایا جائیگا کہ یہ دعا ہی نہ کرے اور اسکو تسلی ہو جائے۔

حکایت ہے کہ ایک مسافر شہر مصر میں وارد ہوا لونڈی اسکے ساتہہ تھی وہ گم ہوگئی یہ حضرت ذوالنون مصری کے پاس گیا اور عرض کیا کہ حضرت میری لونڈی گم ہوگئی ہے دعا فرمائے کہ وہ ملجائے حضرت نے فرمایا تم فلاں محلہ میں جاؤ وہاں ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا جوا کھیل رہا ہوگا اس سے کہنا وہ دعا کرے گا یہ مسافر وہاں پہونچا اور اُس بوڑہے سے دعا کی درخواست کی بوڑہے نے تہوڑی دیر اسکی طرف ٹکٹکی باندھکر دیکھا اور ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھہ کہا پھر بآواز بلند خطاب کیا کہ اے شخص جا تیری لونڈی تیرے گھر پہونچگئی ہے یہ مسافر جو واپس آیا تو دیکہا کہ واقعی گھر کے دروازہ پر لونڈی موجود ہے پوچھا کہ تجھے کون لایا بولی ہوا میں اڑتا ہوا

ایک سوار آیا میرا ہاتھ پکڑ کے یہاں پہونچا گیا مُسافر یہ بات سُنکر بہت حیران ہُوا اور کہنے لگا تعجب کی بات ہے کہ خُواری میں ایسی کرامت ہو پھر یہ اس بوڑھے کے پاس آیا اور عرض کیا کہ اُس خدا کے واسطہ جس نے تم کو یہ مرتبہ دیا ہے تو بتاؤ کہ یہ کرامت تم کو کس بات سے میسر ہُوئی - بوڑھے نے کہا اس بات سے کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا - رباعی -

گر راست روی ہر انچہ مار است تر است — تو راست نئی نفاق بیہودہ چراست
از دیدۂ کژ نما باید بہ خواست ! — کز راستی مرد شود عالم راست

جب خداوند تعالیٰ سالک کو دنیا کے پنجہ سے نجات دیتا ہے اور دنیا اسکی نگاہ سے دُور ہو جاتی ہے تب اسکی نظر جمال باکمال حضرت ذوالجلال پر پڑتی ہے - یوں سمجھو کہ طالب و مطلوب محب و محبوب عاشق و معشوق کے درمیان دنیا ایک ہزار در ہزار نقش و نگار کا مختلف الالوان پردہ ہے اگر اس پردہ ہی کے تماشہ میں سالک رہ گیا تو اندر کے جمال سے محروم ہوا اور اگر پردہ ہٹا دیا تب اندر کے جمال سے سرفراز ہوا - سالک پر دنیا رنگ برنگ سے ظہور کرتی ہے کبھی موافق بنکر آرام پہونچاتی ہے اور کبھی معشوقوں کی طرح ناز و کرشمہ دکہاتی ہے اور اسکے تمام نقش و نگار کا خلاصہ ان دو سطروں میں ہے ایک سطر اِفْعَلْ یعنے کر اور دوسری سطر لَا تَفْعَلْ یعنے مت کر اسی مضمون کے متعلق حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اِصْفَرِّیْ وَاحْمَرِّیْ وَغُرِّیْ غَیْرِیْ یعنے اے دنیا تو زرد رنگ پلٹ یا سُرخ رنگ پلٹ مگر میرے علاوہ اوروں کو دہوکہ دے کیونکہ مجھپر تیری حقیقت کھُل گئی ہے میں تیرے دہوکہ میں نہ آؤں گا -

دنیا کے پیدا کرنے میں خداوند تعالیٰ کی یہ حکمت تھی کہ بغیر دنیا کے قیام اجسام ممکن نہ تھا اجسام کے واسطے دنیا مثل مادر مہربان کے ہے کیونکہ اجسام اسی سے

غذا لیتے اور پرورش پاتے ہیں۔ اور خدا کی حضور میں دنیا اسکی ایک فرمانبردار اور اطاعت گذار بندی ہے۔

جب سالک عزم بالجزم کرکے راہِ حق میں قدم رکھتا ہے تو سب سے پہلے نفس اُسکے آگے آکر اپنے ساتھ اسکو مشغول کرنا چاہتا ہے مگر سالک نفس کے فریب میں نہیں آتا اور آگے قدم اُٹھاتا ہے تب شیطان اپنے جال پھندے لیکر سامنے آتا ہے اور جب سالک شیطان کے داؤں سے بچ نکلا تب دنیا اپنی آرائش و زینت سے جلوہ گر ہوتی ہے۔

یہ بات نہیں ہے کہ یہ تینوں سالک سے کچھ عداوت رکھتے ہیں یا خدا کے نافرمان ہیں نہیں بلکہ یہ اسی کام پر مامور ہیں اور اپنا کام انجام دینے میں خدا کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہیں۔

اسکی مثال ایسی تصور کرو کہ جب کوئی شخص دُور و دراز مقام سے بادشاہ کی ملاقات کے واسطے سفر کرے تو جس شہر میں پہونچے گا وہاں کے حاکم اور کوتوال اسکی خاطر مدارات بجا لائینگے اور ہر طرح سے اسکو راحت و آرام پہونچانیکی کوشش کرینگے اور انواع و اقسام کے تحفے و ہدیے پیش کرکے اسکی خوشنودی چاہینگے کیونکہ وہ اسکو شاہی مہمان اور مقرب سلطان سمجھتے ہیں اب اگر یہ شخص ان کی خاطر و تواضع اور سیر و تماشے میں اسقدر مستغرق ہوا کہ شاہی ملاقات کو بھی بھول گیا تو یہ خود اسی کا قصور ہے نہ کہ ان میزبانوں کا۔

راہ گیر ایسا مضبوط و مستعد ہونا چاہیے جو کسی منزل میں آرام نہ کرے نہ وہاں کی نعمت و لذت میں مصروف ہو بلکہ دو دو منزلوں کی ایک ایک منزل کرتا جائے دن کھانے اور رات سونے میں ضائع نہ کرے تاکہ جہانتک ہوسکے جلد سے جلد بادشاہ کی حضوری میں حاضر ہو جائے۔

یہ حضوری بغیر مرشدِ برحق کی عنایت کے حاصل نہیں ہوتی نہ راہگیر یہاں کے اسرار سے واقف ہوتا ہے اسواسطے لازم ہے کہ پہلے کسی شیخ کامل کے ہاتھ میں ہاتھ دے اور اِن رموز و اشارات کی تلقین حاصل کرے اور اپنے شیخ کے ساتھ یہ اعتقاد رکھے کہ اس کا تمام مقصود و مطلوب شیخ ہی کے قبضہ میں اور شیخ ہی کی عنایت پر موقوف ہے، اور تمام عالم میں نہ اِسکے شیخ سے بڑھکر کوئی ولی و بزرگ ہے اور نہ کوئی اسکو خدا تک پہونچانے والا ہے۔ اگر کسی دوسرے شیخ کو یہ اپنے شیخ سے بڑھکر سمجھے گا تو اسکی ارادت دُرست نہو گی نہ مقصود حاصل ہو گا۔ شیخ و مرشد اُسیکو بنائے جس کا دل سے معتقد ہو۔ جب ایسا باثر شیخ ملجائے تو ہاتھ باندھکر اُسکی خدمت میں حاضر رہے۔ زبان اور کان بالکل بند کرلے اور ہر وقت شیخ کے تصور میں غرق ہو جائے اگر شیخ اِسپر جفا کرے اُسکو عین وفا و صفا جانے اور تمام کاروبار اور خطرات و خیالات سے درگذر کرکے ہمہ تن شیخ کی متابعت و پیروی اختیار کرے اگر علم و حکمت یا معرفت کی کوئی مشکل درپیش ہو تو اپنے شیخ ہی سے حل کرلے اگر ایک دوبار کے پوچھنے میں حل نہ ہو تو ہزار بار دریافت کرے یہانتک کہ مقصود حاصل ہو جائے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جبتک سالک اہل خاطر نہ بنے آنے جانے یا کسی وقت میں بھی شیخ سے مُونہہ نہ موڑے اور جب اِسکی خاطر قوت سے فعل میں آجائے تب اِس قاعدۂ ادب کی پابندی نہیں ہے۔ خاطر کو دقیقۂ غیبی بھی کہتے ہیں کیونکہ خاطر کے اندر چار ہزار دقیقے جبرئیلی اور چار ہزار دقیقے عزرائیلی اور چار ہزار دقیقے میکائیلی اور چار ہزار دقیقے اِسرافیلی رکھے ہوئے ہیں اور یہ سب کے سب سولہ ہزار دقیقے ذات مُستجمعِ صفات سرور کائنات حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اندر جمع تھے اِسی سبب سے حضور

شیخ حقیقی ہیں۔ جب سالک پر ان دقائق میں سے ایک دقیقہ منکشف ہوتا ہے تو اسیکو خاطر کہتے ہیں اور جوں جوں سالک کا دل مراد سے خالی ہوتا جاتا ہے خاطر وہاں جمتی جاتی اور اپنے پہلانے شروع کرتی ہے۔ مگر جب کوئی یا خواہش دل میں ہوگی یہ خاطر وہاں گذر نہ کر سکے گی۔ اسکی مثال یوں سمجھو کہ جب ہوا میں ابر ہو جاتا ہے تو زمین پر سورج کی شعاع نہیں پڑتی اور جب ابر ہٹ جاتا ہے تو فوراً زمین آفتاب کی شعاع سے روشن ہو جاتی ہے پس تم دل کے حق میں اس خاطر کو آفتاب اور خواہشات کو ابر تصور کرو۔ خاطر کے ہزار پر قدسی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک کو بھی حرکت دے تو مشرق سے مغرب کی خبر لائے۔ جب یہ خاطر قوت سے فعل میں آجاتی ہے اسوقت اس کا ادنیٰ سے ادنیٰ کرشمہ یہ ہوتا ہے کہ صحرا کو دریا اور دریا کو صحرا بنا دیتی ہے۔ اس خاطر سے میں وہ خاطر مراد نہیں لے رہا ہوں جو خطر سے مشتق ہے بلکہ اس خاطر سے میری مراد ذکر و فکر کا نتیجہ ہے اور اور ذکر و فکر وہی ٹھیک ہے جو سالک کو اس کا شیخ تعلیم و تلقین کرے اس لئے کہ ہر مقام کے لئے جداگانہ ذکر ہیں اگر توفیقِ الٰہی یار و مددگار ہے تو سالک روزانہ ایک منزل طے کرے گا اور ہر مقام و منزل کا ذکر تعلیم کرنا شیخ ہی کا کام ہے اسی واسطے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ یعنے شیخ اپنی قوم (یعنے مریدوں) میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں یہ راستہ ایسا خوفناک اور دشوار گذار ہے کہ چلنے والا تھک کر رہ جاتا ہے اور ناچار عاجز ہو کر اَلتَّائِب ہو جاتا ہے اور جب اَلتَّائِب ہوا تو راجع ہوا سالک نہ رہا۔ کیونکہ سالک وہی ہے جو سابق ہو اور راجع سابق کی ضد ہے پس اَلتَّائِب ہونے والا آگے بڑھنے والا کیسے ہو سکتا ہے۔

الغرض جب سالک سچے دل سے عزم بالجزم کر کے راہ روی اختیار کرتا ہے

تو ایسے مقام میں پہونچتا ہے جہاں اِس کا دل اِس قابل بنجاتا ہے کہ خداوند تعالےٰ
اسپر نظر فرمائے اور یہ قابلیت اسوقت ہوتی ہے جبکہ پہلے اِسکے دل کو تمام
خواہشات جسمانی سے پاک کر دیا جاتا ہے اور راحت و فتوح کا دروازہ بند
ہوتا ہے اگر روٹی پکائے گا جلجائے گی اگر ہنڈیا بھونے گا پھٹ جائیگی یہ مقام ایوب
پیغمبر علیہ السلام کا ہے۔ ایک دفعہ حضرت بی بی رابعہ بصریہؒ نے تین دن کا
روزہ رکھا اور تیسرے روز خادم سے فرمایا کہ تھوڑا آٹا لا کر دلیا پکالو تاکہ افطاری
کے کام آئے خادم نے ایسا ہی کیا جب دلیا تیار ہوا خادم نے آتارنا چاہا ہنڈیا
پھوٹ گئی خادم نے یہ واقعہ عرض کیا حضرت بی بی نے فرمایا اچھا آبخورے
میں پانی لاؤ کہ اسی سے رُوزہ کھولوں خادم نے آبخورہ لا کر آپکے ہاتھ میں
دینا چاہا کہ وُہ بھی نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔ حضرت منصور حلاج کی حکایت بھی اسی
قبیل سے ہے کہ ایک دفعہ آپ کے خادم نے آپ سے سوال کیا کہ مجھکو ایک
ایسا غلام عنایت کیجئے جو ہر وقت کام دیا کرے حضرت نے فرمایا تو اپنے
نفس سے ہر وقت کام لے اگر تو اسکو اپنے کام میں مشغول نہ رکھے گا تو پھر
وہ تجھکو ہر وقت اپنے کام میں لگائے رہے گا۔ یہ کلام بڑا زبردست اور بہت
سے معانی رکھتا ہے اور اسی کے موافق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے
اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہِ یعنے کسب کرنے والا خدا کا دوست ہے اور اسی کے
مطابق پیر ہر دی فرماتے ہیں کہ ہاتھ ہلائے جاتا کہ کاہل و سُست نہ ہوجائے اور رزق
خدا کی طرف سے جان تا کہ ناشکر نہ بنے۔ **بیت**

غافل منشیں ورقے می خراشش ۔۔۔ گر نہ نویسی قلمے می تراشش

سب مشغولیوں سے بہتر مشغولی نماز رُوزہ کی ہے جب اِس سے تھک جائے
ذکر میں مشغول ہو اور جب اُس سے تھکے مراقبہ میں دل لگائے اِن تین کاموں سے

کسی وقت خالی نہ رہے کہ دل میں اور خیالات کے آنے کی گنجائش ہو۔ اگر کوئی
کسب اختیار کرے تو سب سے بہتر کسب کتابت پھر زراعت ہے اور سب سے
بہتر مشغولی کلام اللہ کی تلاوت ہے۔ اگر سالک اپنے آپ کو پورے طور سے
کلام اللہ کے سپرد کردے گا جیساکہ سپرد کرنا چاہیے تو کلام اللہ پورے طور سے
اسپر منکشف ہوگا۔ عالم غیب وشہادت میں جو کچھ ہے سب کلام اللہ میں موجود ہے۔
سالک کو چاہیے کہ اول جہانتک ہوسکے علم تفسیر حاصل کرے بعدازاں تلاوت شروع
کرے اور اثنائے تلاوت میں اپنے پڑہے ہوئے معانی ومطالب کا خیال دل میں
نہ لائے بلکہ غیب سے لطیفہائے غیبی کا منتظر رہے جنکو اسرار قرآنی کہتے ہیں
جب ان اسرار میں سے کوئی بہید منکشف ہو وہیں ٹہر جائے اور اسکو اپنے
دل پر نقش کرے اور اپنا شاہد وقت تصور کرے پھر آگے بڑہے اہل معنے کے
نزدیک حُورٌ مَّقصُورَاتٌ فِی الخِیَامِ سے یہی معانی مراد ہیں کہ جن پر نہ غیر کی نظر پڑتی
ہے نہ اُسکے دل میں اُن کا خطرہ گذرتا ہے نہ یہ لذت اسکو نصیب ہوتی ہے۔
جب کلام الٰہی کسی شخص کو اپنے تک پہونچا لیتا ہے اسوقت یہ شخص جس بیمار
پر اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ وَنُنَزِّلُ مِنَ القُرآنِ مَا ھُوَ شِفَاءٌ وَّ
رَحمَۃٌ لِّلمُؤمِنِینَ پڑھکر دم کرے گا فوراً صحت پائیگا اور کچھہ بھی بیماری اُس
میں نہ رہے گی۔ اسی طرح اگر کسی ظالم آدمی یا شیر وسانپ پر یہ آیت پڑھکر دم
کرے فوراً ہلاک ہوگا ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقبَرَہٗ اور جب مردہ پر یہ آیت پڑہے فوراً زندہ
ہو جائے ثُمَّ اِذَا شَاءَ اَنشَرَہٗ +

حکایت ایک عالم نے کسی شہر یا قصبہ میں ایک بزرگ کی تعریف سُنی اور اُن کی
ملاقات کو گئے جب وہاں پہونچے تو وُہ بزرگ نماز وتلاوت میں مصروف تھے عالم
نے جو اُن کی قرآن خوانی سُنی اُن کی سمجھہ میں نہ آئی اور دل میں کہاکہ لوگ تو

اِن کو واصلانِ خدا سے بیان کرتے ہیں حالانکہ اِن کو تو قرآن پڑہنا بھی نہیں آتا میرا
یہاں آنا فضول ہُوا یہ خیال کرکے اُسی دم اُلٹے پہر گئے راستہ میں دیکھا ایک
شیر ببر نہایت مہیب و خوفناک بیٹھا ہے عالم اُس شیر کو دیکھکر ڈر کے مارے پہر
اُسی قصبہ کی طرف واپس ہوئے کہ اتنے میں وہی بزرگ تشریف لائے اور فرمایا
کیا بات ہے اُلٹے کیوں پھرے عالم نے کہا دیکھو یہ شیر بیٹھا ہے اِسکے آگے سے کیونکر
جاؤں بزرگ نے فرمایا تم قرآن پڑھنا جانتے ہو اِس شیر کو مار ڈالو اور اپنا رستہ
لو۔ عالم نے کہا قرآن سے شیر کیونکر مرتا ہے بزرگ نے شیر کی طرف مخاطب ہو کر
یہی آیت پڑھی ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ شیر اسیوقت مردہ ہو کر گر پڑا عالم یہ دیکھتے ہی
بزرگ کے قدموں میں گرے اور بہت معذرت کرکے عرض کیا کہ اب آپ تشریف
لیجائیں زیادہ تکلیف نہ فرمائیں بزرگ نے فرمایا یہ تو بڑی بے مروتی ہے کہ اس بیچارے
بیگناہ شیر کو ہلاک کرکے خود چلے جائیں عالم نے عرض کیا کہ حضرت آپ جانتے ہیں
مجھہ میں تو یہ قدرت نہیں ہے کہ اِسکو زندہ کر سکوں بزرگ نے فرمایا یہ آیت تین بار
پڑہکر دم کردو شیر ابھی زندہ ہو جائیگا ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ عالم نے ہنوز پورے تین بار
آیت پڑہی بھی نہ تھی کہ شیر زندہ ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہُوا۔

اگر غور کرو تو دونوں جہان کی خیر و خوبی قرآن میں ہے اور قرآن میں وہ کمال ہے
جو حد نہایت نہیں رکھتا مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ کا یہی مطلب ہے
اگر کوئی شخص آخرت حاصل کرنی چاہے تو آخر عمر میں بجز قرآن خوانی کے اور کوئی
کام نہ کرے اور اِس حَبْلُ الْمَتِیْن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے حبل رسی کو کہتے ہیں اور
متین کے معنے مضبوط۔ قرآن کو رسی اس سبب سے کہا گیا کہ جیسے آدمی کا آسمان
پر پہونچنا غیر ممکن ہے اسیطرح فرشتہ کا زمین پر نازل ہونا محال ہے کیونکہ آدمی

لہ یعنے ہمنے کتاب میں کوئی چیز باقی نہیں چھوڑی۔

خاکی ہے اور فرشتہ بادی ہے خاک کا میلانِ طبعی نیچے کی طرف ہے اور باد کا
میلانِ طبع اوپر کی طرف ہے جب خداوند تعالےٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جبرئیل امین کو زمین کو پر اتارنا چاہا تو حکم
دیا کہ اے جبرئیل اپنے آپ کو قرآن کی رسّی میں باندہ کر نیچے اترو اور ایک
سِرا اس رسّی کا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دے آؤ تا کہ وہ اِس رسّی کو پکڑ لیں
اور اوپر آجائیں۔ جبرئیل نے ایسا ہی کیا۔ اِس رسّی کے دو سِرے ہیں ایک سِرا اس
کا خاص حق تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور ایک سِرا حضور سراپا نور محمد رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں جب حضور بارگاہ رب العزت میں حاضر ہونا
چاہتے تو اسی رسّی کے ذریعہ سے جا پہونچتے اور جب خداوند تعالیٰ اپنا پیغام وسلام
حضور کے پاس بھیجتا تو جبرئیل اسی رسّی کے ساتھ نازل ہوتے **بیت**

دارد دو سر این رشتہ یکے عجز دیگر ناز   زیں سو ہمہ عجز آمد وزاں سو ہمہ ناز

حضور صلے اللہ علیہ وسلم بالکل اِس عالم سے جُدا ہو کر اسی طرف واصل ہوئے اور
اپنی انتہا شفقت و مرحمت سے جو اُمّت کے حق میں فرماتے تھے یہ رسّی اپنے
ساتھ ہی نہ لیگئے بلکہ اُمت کے واسطے چھوڑ گئے تا کہ عاشقانِ اُمّت جب حضوری
میں حاضری کا قصد کریں تو اس رسّی میں اپنے آپ کو مضبوط باندھیں یہ رسّی
اُن کو حضیضِ طبیعت سے نکالکر اوج حضرت میں پہونچا دیگی۔ سابقون نے
سبقت کی اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں جا پہونچے۔ مُقتصد بھی
پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ اور لنگڑے لُولے اپاہج بھی اُفتان و خیزاں پہونچنے
کی کوشش کر رہے ہیں صرف ظالم اپنے ظلم کے اندھیرے میں رُکے رہگئے
ظُلم ظلمت سے مشتق ہے اور ظلمت تاریکی کو کہتے ہیں اس زمانہ کے لوگ
جب تاریکی میں گرفتار ہوئے تو سانپ اور رسّی میں تمیز نہ کر سکے اور

اپنی طبیعت کے سانپوں کو رسی جانکر پکڑنے لگے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سانپ ان کو خواہش نفسانی کے سوراخ میں لے گھسے اور ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ میں جا گرایا جہاں انکی یہ حالت ہوئی کہ اِذَا اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا یعنے ہاتھ کو ہاتھ نہ دکھائی دیتا تھا راستہ کا ملنا تو الگ رہا۔

جو کوئی اس تاریکی سے نجات حاصل کرنی چاہے اُسکو لازم ہے کہ نماز اور غیر نماز میں بھی معوذتین کا ورد اختیار کرے تاکہ نفس و شیطان کے پنجہ سے خلاصی پالے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ عَلَيْكُمْ بِالصَّلٰوةِ الْقُلا قل[۱] یعنے تم قُل والی نماز پڑھا کرو۔ تفسیر میں لکھا ہے کہ خناس نام ایک شیطان ہے ہاتھی کی صورت انسان کی گدی پر سوار ہر وقت سینہ میں سونڈ گڑو کر دل کو چوسے جاتا ہے اور ہر چسکی میں ہزاروں طرح کے خطرات و وساوس دل میں ڈالتا ہے۔ اس شیطان کے چوسنے سے اسیوقت نجات ملتی ہے جب معوذتین پڑھی جاتی ہیں۔

قرآن کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اسکے ظاہر کو خبر اور باطن کو اثر کہتے ہیں جو شخص خبر سے چلکر اثر میں پہونچا تمام دردوں کی دوا اور قفلوں کی کنجی اسکے ہاتھ آگئی۔

قرآن کے حقیقی معنے لفظ و صورت اور کتابت سے منزّہ ہیں اور عالم ملک کا اُن میں کچھ حصہ نہیں ہے بلکہ وہ عالم ملکوت سے تعلق رکھتے ہیں اور جو چیز عالم ملکوت سے تعلق رکھے اسکو جب حضوری کے ساتھ کیا جائے سب قبول ہوگی اور جسکو بغیر حضوری کے کیا جائیگا سب مردود ہوگی۔ نیز حضوری کیساتھ جو کچھ ہوگا خیر ہوگا اور بے حضوری کے جو کچھ ہوگا شر ہوگا۔

---

[۱] یعنے سورہ قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ÷:۔

قُوتُ القلوب میں لکھتے ھیں کہ جو سجدہ ساجد کو مسجود سے مردود کردے وُہ سجدہ
نہیں ہے مثلاً ساجد نے سجدہ میں سر تو مسجد کی خاک پر ڈال رکھا ہے اور
دل اُس کا بازار کی سیر کر رھا ہے تو یہ ایسا ہی سجدہ ہو جو ساجد کو مسجود
کی بارگاہ سے مردود بنائیگا حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ کے
یہی معنے ہیں۔

خداوند تعالے نے جسکے نصیب مین اسرارِ قرآنی کا انکشاف رکھا ہے پہلے
اُسکو اھلِ دل کی صحبت روزی ہوتی ہے اور جب یہ صحبت میسر ہوئی پھر کچھہ
پوشیدہ نہ رھا۔

دنیا میں جسم کے اندر جان کی مثال ایسی ہے جیسے ماں کے پیٹ میں بچّہ کہ
اُسکے آنکھہ ناک کان اور تمام قوٰی و حواس وادراکات بند اور محبوس و محجوب ہوتے
ہیں۔ کسی نے اِسی مضمون کو نظم کیا ہے رباعی

جان چیست دریں نطفہ صُلبِ قضا دنیا رحم است و تن مشیمہ اورا
تلخی نزعش درد زہِ مادر طبع ایں مردن زادن ست در بقا

جان پر جب خاطر کا نور چمکتا ہے اُسکی تمام قوتیں اور چشم و گوش سب کھل
جاتے ھیں اور اِس عالم ہی میں وہ ہمہ تن منور ہو جاتی ہے اور جب اُس
نے خاطر کو پہچان لیا اور اُسکی اشارت و عبارت سمجھنے لگی تو پھر یہ کبھی نہیں مرتی
نہ فنا ہوتی ہے اور بدن جو عالم ملک کی ایک چیز ہے اِس جان کے طفیل عالم
ملکوت میں پہونچ جاتا ہے۔

جب سالک اِس مقام میں پہونچے تو لازم ہے کہ اپنا سارا اختیار خاطر
کے حوالہ کردے اور بے حکم اُسکے ایک سانس بھی نہ لے کیونکہ وُہ اِسکی
سچی رفیق و صدیق ہے۔ اگر سالک صوفی ہے تو یہ خاطر اُس کا خرقہ

ہوگی اگر سالک مسافر ہے تو خاطر اُس کا عصا ہوگی اگر غازی ہے تو یہ تلوار
ہوگی اگر محرر ہے تو یہ قلم ہوگی اگر واعظ ہے تو یہ زبان ہوگی اگر قاری ہے
تو یہ حلق ہوگی اگر شاعر ہے تو یہ طبیعت ہوگی اگر خشکی میں راستہ چلے گا
تو خاطر مرکب بنے گی اگر دریا کا سفر کرے گا تو کشتی بنجائیگی اگر بادشاہ ہوگا تو یہ
وزارت کا کام دے گی اگر سالک نبی ہوگا تو یہی خاطر جبرئیل ہوگی اگر اسکو
معراج ہوگی تو یہی براق ہے اور جب آسمان سے گذرے گا تو یہی خضر م
ہے اور جب یہ عرش پر پہونچے گا تو یہی رفرف ہے اور جب یہ عرش
سے بہی بالاتر گذر کرتا ہے تب خاطر موصوف جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ بنکر حضوری
میں اسکو پہونچاتی ہے۔
اِس منزل کا نام خوف و خطر ہے اور یہ خوف و خطر اُس مقام کے رہنے
والوں کے واسطے نہیں ہے محض سالک ہی کے واسطے ہے کیونکہ یہ طبیعت
کا صحبت یافتہ اور نفس و شیطان کا خوگرفتہ اور دنیاوی غذا سے پرورش
پاکر سفر کرتا ہوا غربت کی حالت میں وہاں پہونچا ہے لہذا یہ خوف و خطر سے
خالی نہیں ہے۔ اب رہے اُس مقام کے باشندے اُن میں سے بھی جو
کوئی منزل حال میں مقام کرتا ہے وہ خطرہ سے خالی نہیں رہتا جیسا کہ ہاروت
و ماروت کا قصہ مشہور ہے اور یہ قول کہ اَلْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ اِسی
مضمون کا شاہد ہے اخلاص ایک زر اور ایک سو ہونے کو کہتے ہیں جس
میں غیر کا بالکل شائبہ نہ ہو۔ اگر سالک اِس مقام میں پہونچکر کسی کے واسطے بدی
کا خیال کرے گا فوراً وہ شخص اُس بدی میں مبتلا ہوگا کیونکہ سالک مقام اثر میں ہے
اور وہ شخص اِس مقام سے بہت دور ہے سِاِس مقام میں اگر سالک غیر خدا سے
مدد چاہے گا فوراً اِس کا کام خراب ہوگا یہانتک کہ دینا داروں کی خاطر تواضع

کرنے سے بھی اس کا ذوق جاتا رہے گا۔ مَنْ تَوَاضَعَ غَنِیًّا لِغِنَاہُ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ یعنے جس نے تونگر کی اسکی تونگری کے سبب سے تواضع کی اس کا دو حصے دین جاتا رہا۔

دین کے تین حصے ہیں ایک عمل ارکانی۔ دوسرا اعتقاد ایمانی۔ تیسرا حضور رُوحانی۔ جب سالک نے دینادار کی تواضع کی تو مشارکت غیر کے سبب حضور روحانی رخصت ہوا اور اس تواضع کے دیناوی مصلحت پر مبنی ہونے کے سبب اعتقاد ایمانی میں بھی خلل پڑا کیونکہ مسلمان پر فرض ہی کہ اپنے نفع و ضرر کا مالک بجز خدا کے اور کسیکو نہ سمجھے۔ اب رہا عمل ارکانی جسکو عمل ظاہر بھی کہتے ہیں صرف یہی ایک باقی رہ گیا اور مذکورہ بالا دو حصے رخصت ہوئے۔

اہل طریقت کا مذہب یہ ہے کہ کسی کام میں غیر خدا سے التجا نہ کرے کیونکہ جب اس نے غیر سے التجا کی تو گویا اسکو خدا کا شریک بنایا اور خود مشرک طریقت ہوا شرک کی دو قسمیں ہیں ایک شرک جلی جسکو سب لوگ جانتے ہیں اور دوسرا شرک خفی جسکی نسبت شیخ طریقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اَلشِّرْکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلَۃِ السَّوْدَاءِ عَلَی الصَّخْرَۃِ الصَّمَّاءِ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ یعنی میری امت میں شرک کالی چیونٹی کے سیاہ پتھر پر اندھیری رات میں چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوگا اور کسیکو نظر نہ آئیگا مگر ارباب خاطر اپنے نور سے دیکھ لینگے۔

اگر سالک اہل نظر ہونیکے بعد بے طہارت کے ذکر میں مشغول ہوگا ضرور اسکو کچھ نہ کچھ ضرر پہونچیگی تعجب نہیں کہ کوئی زخم کہائے یا رنج و غم اٹھائے یا کوئی کام کرتا ہو وہ بگڑ جائے یا کچھ پکاتا ہو بے مزہ ہو جائے۔ اگر ناپاکی کی حالت میں ذکر کرے گا تو اس ذکر سے بجائے نور کے تاریکی پیدا ہوگی۔

ایک ذاکر سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ ہمیشہ ذکر کرنے سے خدا تک پہونچے - فرمایا
نہیں بلکہ ذکر کے ترک کرنے سے خدا تک پہونچا ہوں پوچھا کہ یہ کیونکر - فرمایا
میں ہر وقت ذکر میں مشغول رہتا تھا مگر جس وقت بے طہارت ہوتا تو ذکر
کا خیال بھی دل میں نہ لاتا - بس اسی بات سے خدا تک پہونچا سالک کو چاہئے
کہ بھوک میں ذکر کرے تاکہ سیری کے وقت اُس کا ذوق حاصل ہو اور
کہانے کے وقت ہر لقمہ کیساتھ ذکر میں مستغرق رہے تاکہ وُہ نورانی لقمہ اسکے
اندرون کو روشن کردے اور خاطر کو نقصان نہ پہونچائے جو لقمہ بغیر ذکر و حضور
کے نگلا جائے گا جبتک معدہ میں رہیگا خاطر کو گوارا نہ ہو گا - اہل ریاضت و مجاہدہ
بالاتفاق کہتے ہیں کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ میں ہے - اِس کا سبب
یہ ہے کہ گیارہ مہینے کہانے پینے کے ہیں محض ایک رمضان ہی کا مہینہ بہوکے
پیاسے رہنے کا ہے پہر رمضان میں بھی بہوک پیاس کا اثر آخری عشرہ میں
ظاہر ہوتا ہے قوائے نفسانی وطبعی مضمحل ہو کر رُوحانی قوت بہوک پیاس
اور ذکر و تسبیح سے قوی ہو جاتی ہے جو پہلے اور دوسرے عشرہ میں نہیں ہو
سکتی پہر اسی رُوحانی قوت میں نور غلبہ کرتا ہے -
جس نفس کو غذا پہونچتی ہے وُہ قوی ہوتا ہے اور جسکو غذا نہیں پہونچتی وُہ
کمزور ہو جاتا ہے - حدیث شریف میں ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے
جنت کے دروازے کہولے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کئے جاتے
ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے - جب رمضان کے اخیر عشرہ
میں نفس انسانی یعنے روح کو تسبیح وتہلیل کی پوری غذا پہونچتی ہے تو اسکے اندر
نور پیدا ہو کر اسکی چشم بصیرت کہل جاتی ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ تمام حیوانات و
نباتات شجر و حجر اور در و دیوار سب خدائے واحد قہار کو ہر روز دو مرتبہ سجدہ کر رہے

ہیں وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ کَرْھًا وَّظِلٰلُھُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔

یہ جلوہ سالک پر ایک لمعانِ فوری ہوتا ہے کیونکہ مخلوق صاحب حال ہے نہ صاحب مقام اسی سبب سے کہا گیا ہے کہ اَلْحَالُ کَالْبَرْقِ وَمَابَقِیَ حَدِیْثُ النَّفْسِ یعنے حال تو مثل بجلی کے چمک کر غائب ہو جاتا ہے اور جو حال باقی رہا وُہ حال نہیں بلکہ نفسانی وسوسہ ہے۔ اگر مخلوق صاحب مقام ہوتی تو یہ نور بھی اُن میں ہمیشہ رہتا۔ صاحبِ حال حضرت امام غزالی فرماتے ہیں مَقَامٌ وَاحِدٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ حَالَاتٍ یعنی ایک مقام ہزار حال سے بہتر ہے۔ اسی سبب سے اہل خاطر جو مشائخ وقت ہیں اُن کے لئے ہر شب شبِ قدر ہے اور اُنہیں کا یہ قول ہے۔

مصرع۔ ہر مہ مہٖ روزہ وان وہر شب شبِ قدر است ٭ کیونکہ نورِ بصیرت بھوک پیاس کا نتیجہ ہے جب معدہ عمدہ اور لذیذ کھانے سے پُر ہو گا تو اُس میں سے ایک ایسا غلیظ الخبرہ اُٹھے گا جو تمام دل پر چھا جائیگا جیسے کہ دھواں آنکھوں پر محیط ہو کر دیکھنے سے رُوک دیتا ہے مُرشد برحق حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اِسی مصلحت سے حکم دیا ہے کہ اَجِیْعُوْا بُطُوْنَکُمْ وَاَظْمِأُوْا اَکْبَادَکُمْ یعنے اپنے شکموں کو بھوکا اور اپنے جگر کو پیاسا رکھو۔

جیسے عالمِ اکبر نور خورشید سے روشن و منور ہے اسیطرح عالمِ اصغر یعنے انسان نور خاطر سے منور و معطر ہے عالم اکبر کے لوگ چونکہ اس شخص سے واقف نہیں ہوتے اسکی ضد پر ہونے سے اسکے دشمن ہو جاتے ہیں جسقدر یہ شخص کامل ہو گا اسیقدر لوگ اسکے زیادہ دشمن ہونگے سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اَشَدَّ الْبَلَاءِ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ ثُمَّ عَلَی الْاَوْلِیَاءِ ثُمَّ الْاَمْثَلِ فَالْاَمْثَلِ یعنے سخت ترین بلا انبیا پر آتی ہے پھر اولیا پر پھر جو ان کے قریب ہیں پھر جو

اُن سے قریب ہیں اور چونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم تمام انبیا و اولیا سے افضل و برتر و بزرگتر تھے اسی سبب سے آپ کو سب سے زیادہ ایذا پہونچائی گئی چنانچہ فرمایا ہے مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ قَطُّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ یعنے جیسی ایذا مجھکو دی گئی ہے کسی نبی کو نہیں دی گئی۔

حضور صلے اللہ علیہ وسلم ہی کی رُوح کو رُوحُ القدس کہتے ہیں اور فیض الٰہی کا نام رُوح اللہ ہے۔ یہ بات فقہاء و محدثین نہیں جانتے کیونکہ وہ اہل شریعت ہیں۔ بیت۔

این کلام از زبان مرغان است ۔ بے سلیمان نمے تواں دانست

سب سے پہلے فیض آلٰہی رُوح محمدی کو پہونچتا ہے پھر وہاں سے عالم مَلکوت پر پھر عالم مُلک پر پڑتا ہے جیسے کہ آفتاب کا نور پہلے ماہتاب پر پڑتا ہے پھر زمین پر منعکس ہوتا ہے۔ مثنوی

از احمد تا احد یک میم فرق است ۔ میمے بمیان حجاب معنے است

آں میم جہاں شمر چو بر خاست ۔ احمد به احد یکے شود راست

تمام انبیاء و اولیاء کے چراغ روح محمدی کے چراغ سے روشن ہوئی اور ہوتے ہیں۔ تمام علوم کی چار قسمیں ہیں اول علم شریعت جسکے تمام احکام ظاہر پر مبنی ہیں اوران کو ظنیات و نقلیات کہتے ہیں۔

دوسرا علم حکمت کہ جسکے تمام احکام باطن پر منحصر ہیں اوران کو عقلیات و قطعیات کہتے ہیں۔

تیسرا علم معرفت ہے کہ جسکو طریقت اور رُوحانیات و ذوقیات بھی کہتے ہیں یہ علم بغیر سخت محنت و مشقت اٹھانے اور مجاہدہ و ریاضت کرنے اور شیخ کامل حاصل نہیں ہوتا اور بد پرہیزی کرنے سے

زائل ہوتا جاتا ہے ایسے لوگ بہت کم ہیں جو اپنی فطرتی قابلیت سے بغیر خدمت شیخ کامل کے یہ تمام علوم حاصل کرلیں مگر پھر بھی ان میں سے بعض کو توجہ شیخ کی ضرورت پڑتی ہے تلقین کی حاجت نہیں ہوتی ان کا ایک لحہ شیخ کی نظر میں رہنا ایسا ہے کہ اور لوگوں کا تمام عمر رہنا بھی ایسا نہیں ہوتا۔ خدمتِ شیخ میں ان لوگوں کی حاضری ہی کو نُورٌ عَلیٰ نُورٍ کہا گیا ہے یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنے خدا جسکو چاہتا ہے اپنے نور کا راستہ دکھاتا ہے یہ رمز مشائخان کامل ومکمل کی ہے۔

اور ایک گروہ ایسا ہی ہے کہ وہ ظاہری اقتداء کی قابلیت نہیں رکھتے مگر باطنی اعتقاد اُن کا پورا ہوتا ہے یعنے استفاضہ رکھتے ہیں اِفاضہ نہیں رکھتے یہ اِنکے نقصان حال کی دلیل ہے اور اِن کو مجنون عاقل کہا جاتا ہے۔

اور ایک گروہ اُن لوگوں کا ہے جو استفاضہ کی قابلیت بانتہاءِ غایت رکھتے ہیں مگر ظہور و شہرت سے نفرتِ کلی کے سبب اِفاضہ جاری نہیں کرتے جیسا کہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کا قول ہے۔ شعر

اَلشُّھْرَۃُ اٰفَۃٌ وَکُلٌّ یَّھْوِیْھَا | وَالْخُمُوْلَۃُ رَاحَۃٌ وَکُلٌّ یَاْبَاھَا

شیخ جمال الدین خطیب نے اس شعر کا رباعی میں ترجمہ کیا ہے رباعی

خمولت راحت آمد نزد عارف | ولیکن ہیچ کس آں را نہ جوید؟
بود شہرت گزیدہ خلق طالب | جمال از شافعی ایں نکتہ گوید؟

اِن لوگوں کے نزدیک انتہائی مقصد اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ غیر خدا کے ساتھ بالکل مشغول نہ ہو اگرچہ وہ یارِ موافق یا مرید صادق ہی کیوں نہ ہو

نظم

چو نام تو گویم زباں در نہ گنجد | چو جام تو نوشم دہاں در نہ گنجد

میانِ من و تو چہ جائے رسول است　　　میان و من و تو میاں در گنجد

حکایت حضرت ابراہیم خواص علیہ الرحمۃ کا قاعدہ تہا کہ ہمیشہ سفر اور صحرا نوردی میں رہتے آنکھیں بند کئے ہوئے رات دن راستہ چلے جاتے۔ ایک دفعہ رات کے وقت مینہ برس رہا تھا اور آپ جنگل میں چلے جاتے تھے کہ خضر علیہ السلام کو آپ کی ملاقات کا اشتیاق ہوا اور قریب آن کر سلام کیا حضرت نے آنکھیں کھول کر خواجہ خضر کو دیکھا اور سلام کا جواب دیدیا مگر اُن کی طرف مخاطب نہ ہوئے خواجہ خضر نے فرمایا کہ آپ نے پہچانا فرمایا ھاں آپ خواجہ خضر ہیں اور بزرگ ھیں مگر میرا مطلوب آپ نہیں ہیں۔ جب سالک اِس مقام میں پہونچتا ہے تمام مشکلات اُسکی خداوند تعالےٰ خود حل کرتا ہے۔ سالک مرید ہوتا ہے اور خدا پیر ہوتا ہے **مثنوی**۔

رہبر پیر است رہنمائے حق　　　یعنی کہ حق است پیر مطلق!

ابراہیم خواص اِس مقام میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے پیرو تھے یعنے جب حضرت خلیل اللہ کو منجنیق میں بٹھا کر آگ میں ڈالا ہے تو جبرئیل آپ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ھَلْ لَکَ مِنْ حَاجَۃٍ یعنے آیا آپ کو کوئی حاجت وضرورت ہو تو فرمایئے حضرت نے جواب دیا کہ اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا یعنے مگر تم سے تو کوئی حاجت نہیں۔

جب اِس مقام میں سالک پہونچتا ہے اُسکی خودی بالکل باقی نہیں رہتی تمام ملک و ملکوت کی حکومت کرتا ہے اور اُس کا دل لوح محفوظ بنجاتا ہے۔

حکایت ایک روز بغداد کے محلہ میں ایک جوان کی لاش ملی جسکو کسی نے قتل کرکے ڈال دیا تہا سپاہیوں نے محلہ والوں کو مارنا پیٹنا اور تفتیش کرنی شروع کی بہلول دانا وہاں آئے اور کہا ان غریبوں کو کیوں ستاتے ہو میں نے

اس جوان کو قتل کیا ہی مجہہ سے اس کا قصاص تو سپاہیوں نے بہلول کو پکڑ کے شہید کر دیا - ایک درویش سے کسی نے پوچھا کہ بہلول نے جہوٹ بول کر اپنے آپ کو کیوں قتل کرایا درویش نے کہا بہلول نے جھوٹ نہیں بولا بہلول با اختیار بادشاہ تہا اُسکی قلمرو میں جو کچھہ ہوتا اُسیکے حکم سے ہوتا تہا چونکہ وُہ جوان بہلول ہی کے حکم باطنی سے قتل ہُوا تہا لہذا اِس قتل کو اس نے اپنی طرف منسوب کر لیا - اِس راز کو اور کوئی کیا سمجہہ سکتا ہے - بیت

ایشان کہ سر زلف پریشان دارند ایشان دارند دِل من ایشان دارند

چوتھا علم نبوّت کا ہے جسکو غیبیّات بھی کہتے ہیں اور الٰہیّات بہی اِسی کا نام ہے یہ علم بجز ایک لاکھہ چوبیس ہزار آدمیوں کے اور کسی کو نصیب نہیں ہُوا اور نہ آیندہ ہو - حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو کر اسکا دروازہ بند ہو گیا اہل علم و اصحاب عقل کی فہم و معرفت اس مقام کا ادراک نہیں کر سکتی - انبیا کے علاوہ اگر کوئی بھی شخص فرشتہ کو اُسکی اصلی صورت پر دیکھے فوراً ہلاک ہو جائے وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝ جسکو انبیا جبرئیل کہتے ہیں اُسیکو اولیا خاطر کہتے ہیں اور حکما نے اُسی کا نام آئینہ رکھا ہے -

اِس کام کے اُستاد آئینۂ دل کو غلاف میں احتیاط سے رکھتے ہیں پہر غلاف پر تھیلی چڑھاتے ہیں پہر اُسکو صندوقچہ میں اور صندوقچہ کو صندوق میں اور صندوق کو حجرہ میں رکھکر دروازہ بند کر کے اُس پر قفل لگاتے ہیں تاکہ یہ آئینہ غبارِ اغیار سے محفوظ رہے - اِس آئینہ خاطر کا غلاف ذکر ہے اور فکر اسکی تھیلی ہے اور خلوت اِس کا صندوقچہ اور عزلت اِس کا صندوق اور عنایت اِس کا حجرہ اور سکوت اِس حجرہ کا قفل ہے سالک کو چاہئے کہ اپنا آئینہ ایسے ہی احتیاط سے محفوظ رکہے - پیر خلایق حضور صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ سَكَتَ

سَلَّمَ وَ مَنْ سَلَّمَ فَقَدْ نَجَی۔ بات یہ ہی کہ اغیار کو اس حجرہ کی مطلق خبر نہ ہوئے دو تاکہ ان کا غبار اس آئینہ کو دھندلا نہ بنائے **بیت**

محمد ایں سخن مکشا بہ پیش مردم ناداں ۔ بیک دم بے بہا گردی اگر ناگہ برآری دم

حضور صلے اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا حضور نے اپنے پروردگار کو بھی دیکھا فرمایا ھاں ابوبکر نے عرض کیا حضور سچ فرماتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے جو حضور سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا تو حضور نے فرمایا نہیں۔ **ابیات**

در شب قرب باری خواجۂ ما ۔ چوں بیامد زعالم بالا ؟

با خلائق بہ ہیچ وجہ نگفت ۔ سِرّ معنے بہ اشکار و نہفت

در عبادت بنا مدی درویش ۔ چوں بگفتی بگو تو از کم و بیش

ابوبکر جو یارِ خاطر تھے ان سے یہ راز پوشیدہ نہ رکھا اور عائشہ جو یارِ ظاہر تھیں ان پہ آشکارا نہ کیا اگر حضرت عائشہ سے فرماتے کہ ہاں دیکھا تو وہ پوچھتیں کہ کیا دیکھا اور کیونکر دیکھا حالانکہ خداوند تعالیٰ سمت و اعراض اور جواہر سے منزہ ہی بلکہ اِن سب کا خالق ہے۔ **بیت**،

نہ تو بدیدہ درآئی و نہ دیدہ دریابد ۔ ترا نہ جسم و نہ جان و نہ جوہر نہ عرض

عالم اول کو ناسوت۔ دوئم کو ملکوت۔ سوئم کو جبروت اور چہارم کو لاہوت کہتے ہیں۔ شریعت ناسوت ہی طریقت ملکوت ہے۔ نبوت جبروت ہی۔ اور لاہوت عالم الٰہی ہے۔ یہ چاروں عالم ایک دوسرے سے دُور نہیں ہیں۔ کیونکہ عالمِ معنے میں دُوری و نزدیکی اور پنہانی و پیدائی نہیں ہوتی یہ سب ایک مکان کی مثل ہیں ناسوت دہلیز دروازہ ہے ملکوت صحن ہے جبروت دالان ہے اور لاہوت تخت شاہی۔

مکان میں جو کچھ ہے سب اسیکے واسطے اور اسی کے سبب سے ہی۔ اگر عالم لاہوت کا جذبہ کام کر گیا اور سالک میں یہ قابلیت بھی ہوئی تو چاروں منزلیں ایک وقت میں طے ہو جاتی ہیں۔ ہم نے وقت کا نام سمجھانے کے واسطے لیا ہے ورنہ وہاں نہ زمان ہے نہ مکان۔ زمان ومکان عالم ناسوت سے تعلق رکھتے ھیں۔ رُباعی۔

عاشقِ صدق درمکان نہ بود　　عارف عشق درزمان نہ بُود
ہر کہ بگذشت از زمان ومکان　　دیدمر پادشاہ جہاں

پیرِ ہند فرماتے ہیں کہ میں سالک کو تین سال میں منزل مقصود پر پہونچاتا ہوں اور پیر تُرک فرماتے ہیں کہ میں تین چلوں میں سالک کو کامیاب بناتا ہوں۔ مگر میرے پیر رضی اللہ عنہ جو زمان ومکان اور سال وماہ وروز وشب اور ہندوستان وترکستان سے بالاتر ھیں ارشاد کرتے ہیں کہ میں ایک لمحہ ولحظہ میں عاشق کو معشوق سے ملاتا ہوں۔ اِس بات کو عاشق ہی جانتا اور سمجھتا ہے عشق کی مثال اُس گھوڑے کی سی ہے جسکو بادشاہ اپنے خاص اصطبل سے اپنے دوست کو بُلانے کے واسطے بھیجتا ہے کیونکہ دوسرا گھوڑا نہ محل شاہی کا راستہ جانتا ہے نہ ایسی دور ودراز منزل اِسقدر جلد طے کر سکتا ہے بلکہ وُہ تو راستہ ہی میں گر کر لنگڑا ہو جاتا ہے۔

مرکبِ طبع تا بہ چرخِ قمر　　چوں رسد باز ماند اُوز سفر
مرکبِ عقل چوں لبدرہ رسید　　تا بعرشش یکے بود منزل

سالک کو اپنے معاملہ میں غور کرنا اور دیکھنا چاہیئے کہ ذکر وفکر طاعت و عبادت۔ روزہ ونماز۔ صلاح وتقوی۔ اور خدمت وصحبت سے کیا

کشود کا زیادہ ہوتا ہے یا مستی و بیخودی - قلاشی و قلندری آوارگی و برہنگی اور ترکِ خدمت و صحبت سے - اگر پہلا راستہ اِسکے واسطے صاف وکشادہ ہو تب تو واہ وا اور مرحبا - کیونکہ یہ راستہ انبیا و اولیا اور صلحا و اتقیا کا ہے اور اگر دوسرے راستہ میں اِسکے لئے آسانی وکشادگی ہے تو یہ بھی اچھا ہے کیونکہ یہ راستہ عاشقان و قلندران اور مستان و تارکان کا ہے اور اہل محبت کے واسطے یہی صراط مستقیم ہے اگر سالک اول گروہ میں سے ہے اِسکو عاشق کہینگے اور اگر دوسرے گروہ میں سے ہے اِسکو معشوق کہا جائیگا - اگر پہلے طبقہ سے ہے مُرید ہے اور اگر دوسرے میں سے ہے مراد ہے اگر اول فرقے میں سے ہے طالب ہے اور اگر دوسرے میں سے ہے مطلوب ہے -

بعض ایسے ہیں جو دوست کو دوست رکھتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جنکے اندر دوست نے آگ بھڑکا دی ہے یہ آگ جلانے والی نہیں ہے بلکہ بنانے والی ہے مگر اغیار کو جلاتی ہے نفس و تن کو بناتی ہے اور جان و دل روشن کرتی ہے تاکہ دو رُویہ نہ رہے یک رُویہ ہو جائے - اِس آگ سے اغیار بہ تقاضائے ضدیت جلکر راکھہ ہو جاتے ہیں جیسے کہ افعی زمرد سے اور چمگادڑ آفتاب سے اندھی ہو جاتی ہے - **بیت**

چشم افعی چو زمرد نگرد کور شود گوش ابلیس چو قرآن شنود کر گردد

حکایت ایک دفعہ مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہوا کی شکایت کی کہ یہ مجھکو ناحق ستاتی ہے حضور اسکو منع فرمائیں کہ مجھکو اذیت نہ دیا کرے حضرت نے ہوا کو طلب فرمایا اور کہا اِس بیچارہ پشۂ ضعیف کو کیوں ستاتی ہے ہوا نے عرض کیا حضور میں تو اِسکو کچھہ بھی تکلیف نہیں دیتی

میں کیا کروں اس میں طاقت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح عاشق کیسا ہی پختہ اور سخت ہو مگر عشق کے دانتوں میں فالودہ کی طرح نرم انرم ہو جاتا ہے۔ **مثنوی**

عاشق را ملک میانِ جحیم — دید در ماندہ در عذابِ الیم
ملک اندر تعجبش در ماند — مرکب وہم سوئے عرش براند
در مناجات گفت اے مولیٰ — ملکِ سِرّ بدترا بُود ادب
این شکستہ میانۂ آتش — چون درست است خرم و دل خوش
در زماں از خدا خطاب آمد — مرسعادت ورا جواب آمد
کو غریق است در بحار شہود — او لیا راست ذلت با محمود
ورق عاشقی چو برگردد؟ — نام عاشق ہے دگر گردد

حکایت ہے کہ ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھونی ہوئی مچھلی لائے جب حضور نے اُسکے نوش فرمانے کو ہاتھ بڑھایا وہ مچھلی ہنسی حضور نے فرمایا اے مچھلی کیوں ہنسی ہے عرض کیا میں وہ مچھلی ہوں جس نے یونس پیغمبر کو اپنے شکم میں رکھا تھا اور میں ایسی عظیم الشان تھی کہ اگر اسوقت میں ہنستی تو سمندر میں طوفان آجاتا جب میں نے حضور کی صفت وثنا سُنی تو حضور کی شیفتہ جمال ہوئی اور آتش شوق سے جلنے لگی اب مجھکو معلوم ہوا کہ حضور دُنیا میں تشریف لے آئے ہیں اور دعوتِ حق شروع کردی ہے میں نے اپنے آپکو سمندر سے ساحل پر پہونچایا تاکہ شکاری شکار کرلے اور حضور کی خدمت میں پہونچ دے چنانچہ خدا کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا اور اب میں حضور کی زیارت سے مشرف ہوئی اور اِس خوشی سے ہنس پڑی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مچھلی سے یہ واقعہ

سنکر اُسپر تحسین و آفریں فرمائی اور اُسکو مچھلیوں کا بادشاہ بنا دیا اور حکم فرمایا کہ اسکو لیجا کر سمندر میں ڈالدیں پس وُہ مچھلی زندہ ہو کر اپنے مقام پر جا پہونچی۔ بیت

گر عشق نبودے و غمِ عشق نبودے
چندیں سخن نغز کہ گفتے کہ شنودے

بالخیر

للہ الحمد کہ آج بتاریخ ۱۷ ماہِ ذیحجہ مبارکہ ۱۳۳۵ھ ہجری نبوی اِس کتاب متبرکہ نورِ نظر کے ترجمہ سے فارغ ہُوا

سید حسن علی نظامی دھلوی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ



رسالۂ اسرار خلوت

مصنفۂ وارث علوم انبیاء و مرسلین حضرت شیخ اکبر محی الدین

ابن العربی قدس اللہ سرہٗ و نور ضریحہٗ

مترجمہ

سید یٰسین علی نظامی دہلوی خواہرزادۂ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی

خواجہ نظام الدین اولیا نور اللہ مرقدہٗ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَاہِبِ الۡعَقۡلِ وَمُبۡدِعِہٖ - وَنَاصِبِ النَّقۡلِ وَمُشَرِّعِہٖ
لَہُ الۡمِنَّۃُ وَالۡجُوۡدُ ذُو الطَّوۡلِ وَمِنۡہُ الۡقُوَّۃُ وَالۡحَوۡلُ - لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ
رَبُّ الۡعَالَمِیۡنَ الۡعَظِیۡمُ - وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مَنۡ قَامَ بِہٖ اَعۡلَامُ الۡھُدٰی
بِالنُّوۡرِ وَھُوَ الَّذِیۡ اَضَلَّ اللّٰہُ بِہٖ مَنۡ شَآءَ وَھَدٰی - وَعَلٰی اٰلِہِ الۡاَکۡرَمِیۡنَ
وَاَصۡحَابِہِ الطَّاہِرِیۡنَ وَالتَّابِعِیۡنَ لَھُمۡ بِاِحۡسَانٍ اِلٰی یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ

اما بعد اے محترم و بزرگ دوست تم نے جو مجھ سے کیفیت سلوک[1] الٰہی
اور وصول حضرت عزت[2] کے متعلق سوال کیا مجھکو یہ سوال پسند آیا اور
میں اس کا جواب اِس رسالہ کی صورت میں تحریر کرتا ہوں وہو ھذا۔
وجود میں اللہ تعالیٰ اور اسکے افعال کے سوا اور کچھ نہیں ہے پس کُل وہی ہے

[1] سلوک کے اصلی معنے راستہ چلنے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونیکے ہیں یہاں مطلب ہے کہ عبادات میں ترقی کیجائے اور خلاف شرع افعال و حرکات ترک کیجائیں - پھر سالکوں کی چار قسمیں ہیں ایک سالک وہ ہے جو اپنے رب کے ساتھ سالک ہے یعنے خدا اسکے کان آنکھ زبان ہوجاتا ہے - دوسرا سالک وہ ہے جو اپنے نفس کے ساتھ سالک ہوتا ہے یعنے فرائض و نوافل کے ادا کرنے میں تقرب الٰہی حاصل کرتا ہے اور ایک سالک وہ ہے جو ان دونوں باتوں کیساتھ سالک تھا اور ایک سالک وہ ہے جو اپنے نفس کو سلوک کے قابل نہیں سمجھتا جبتک کہ حق تعالیٰ اسکی مدد نہ کرے ۱۲

[2] اسکے متعلق مفصل بیان ہمنے اپنی تفسیر کتاب التوحید العرفان میں لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ذوات الٰہی میں ذات کی حیثیت سے وصل ممکن نہیں ہے بلکہ اسماء و صفات کی حیثیت سے وصل ہوتا ہے جسکی تین قسمیں ہیں اول وہ وصل جو اسمار ذاتی کے ساتھ ہو دوسرے وہ وصل جو

اور کل اُسیکے ساتھہ قائم ہے۔ اُسی سے صادر ہے۔ اور اُسیکی طرف راجع ہے
اگر خداوند تعالیٰ ایک پلک زدن عالم سے حجاب کرے تو یکبارگی تمام عالم فنا ہو جائے
پس معلوم ہوا کہ عالم کی بقا بغیر اُسکی حفاظت و نظر عنایت کے ممکن نہیں اور چونکہ
اُس کا نور اپنی شدتِ ظہور کیساتھہ حواس کے ادراک سے بالا تر ہو گیا تو اُسیکو
حجاب کہنے لگے۔ مناسب ہے کہ اول میں تمکو راستہ کے حالات اور راہروی
کے قواعد سے مطلع کردوں پہر اسکے بعد اُس تک پہونچنے اور اُسکی حضوری میں
حاضر ہونے کی کیفیت بتاؤں اور اس بات سے بھی واقف کردوں کہ جب تم وہاں
پہونچوگے تم سے کیا خطاب ہوگا اور کیا کلام کیا جائے گا اور اسکے بعد تم کسطرح
اپنے اس عالم حس میں واپس آؤگے اور یہ بھی بتاؤں گا کہ فنا فی اللہ کیونکر ہوتے
ہیں میرے برادر مکرم کو معلوم ہو کہ یہ مقصود حاصل کرنے کے مختلف راستے
ہیں راستے مختلف نہیں ہیں بلکہ راہگیروں کے اختلافِ احوال سے راستے
مختلف ہو جاتے ہیں مثلاً کسی کا مزاج معتدل ہوتا ہے اور کسی کا نہیں ہوتا اور
کسی میں شوق زیادہ ہوتا ہے اور کسی میں کم ہوتا ہے۔ کسی کی قوتِ روحانی
اور کسی کی ضعیف ہوتی ہے پہر انہیں احوال کے موافق ان سے کوشش
ظہور میں آتی ہے اور جو نقص ہوتا ہے اسکی اصلاح کیجاتی ہے بعض لوگ
ایسے بھی ہوتے ہیں جو ان تمام اوصافِ حسنہ کے جامع ہوں ان پر
یہ راستہ نہایت آسان ہوتا ہے اور بعض ان تمام اوصافِ نامرضیہ سے متصف
ہونے کے سبب راستہ کو دشوار گذار سمجھتے ہیں جو درمیانی ہیں اُن کو درمیان

---

۱ اہل اللہ ظہور عالم کی دو وجہیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ حق خلق کا آئینہ ہے دوسری یہ کہ خلق حق کا آئینہ ہے ۱۲
۲ حالانکہ درحقیقت وہ ظہور ہی ہے اور اسمار کا ظہور ہی درحقیقت اور لوگ ہیں ذات کا بطون عین اسمار کا ظہور ہے ۱۲
۳ فنا فی اللہ ہونا ایک مقام ہے جہاں سے واپس نہیں ہوتے یعنے فنا ہونیوالے اور لوگ ہیں اور واپس ہونے والے اور ہیں ۱۲
۴ مزاج کے متعلق ہونے سے خیالات فاسدہ پیدا ہونے خلل نہیں ڈالتے نہ اخلاق مذمومہ کی زیادتی ہوتی ہے بلکہ معتدل مزاج والا بہت جلد اصلاح قبول کرتا ہے ۱۲

میں سمجھہ لینا چاہئے۔

سب سے پہلے تم کو یہ معلوم کرنا چاہئے کہ وطن کیا ہے اور وطن سے ہم کیا مراد لیتے ہیں۔ وطن وُہ جگہ ہے جہاں عدم سے وجود میں آنے والے نے قیام کیا ہی اور یہ کل چھہ وطن ہیں ان کو معلوم کرنے سے یہ فائدہ ہے کہ تم کو وُہ حکمت و مقصد منکشف ہو جیگے واسطے تم کو ان وطنوں میں بہیجا گیا پہر تم اسی کی کوشش کرو اور غفلت سے کام نہ لو۔

پہلا وطن وُہ ہے جہاں اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کا خطاب کیا گیا تہا اس وطن کا وقت گذر گیا کیونکہ اب ہم اس دوسرے وطن یعنے دنیا میں آگئے۔ تیسرا وطن برزخ[2] یعنے مابعدالموت سے قیامت تک کا عالم ہے۔ چوتھا وطن زمین ساہرہ[3] وحافرہ ہے۔ پانچواں وطن جنت یا دوزخ ہے۔ چھٹا وطن مشک سپید کا وہ ٹیلہ ہے جسپر دیدار پروردگار کی نعمت نصیب ہو گی۔ پھر اِن میں سے ہر ایک وطن میں مختلف مراتب و مدارج ہیں جن کا مفصل بیان کرنا طاقتِ بشری سے خارج ہے۔

ہم یہاں اِس دنیاوی وطن کے علاوہ اور کسی وطن کے متعلق بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے پس معلوم ہو کہ خداوند تعالیٰ نے ہم لوگوں کو عدم سے وجود میں مسافرانہ حیثیت کے ساتھہ پیدا کیا ہے ٹہکانا اور جائے قرار جنت یا دوزخ کے سوا اور کہیں نہیں ہے پہر ہر شخص کی جنت و دوزخ بھی جداگانہ اور ممتاز یعنے اُس شخص کے اعمال کے موافق ہو گی۔ لہذا عقلمند کو جان لینا اور بخوبی واقف

---

[1] اسکے متعلق پوری تفصیل اور عمدہ سے عمدہ تحقیق و بیانات دیکہنے ہوں تو ہماری کتاب علم روحانی ملاحظہ فرمائیے ۱۲

[2] یعنے وہ عالم جو دنیا و آخرت کے درمیان حائل ہے جیسے کہ دہوپ اور سایہ کے درمیان ایک ایسا خط فاصل ہوتا ہے جسکو حس بصری ادراک نہیں کرسکتا۔ اسکی پوری تفصیل علم روحانی میں ملاحظہ کیجئے ۱۲ [3] سہر کے معنے بیداری کے ہیں چونکہ اس زمین پر کوئی سویا ہو گا اِسْ واسطے اِس کا نام ساہرہ رکہا گیا یہ زمین قیامت کے روز بچھائی جائے گی اور حافرہ سے یہ مراد ہے کہ سب لوگ اس پر ننگے پیر ہونگے +

ہو جانا چاہئے کہ یہ سفر پر خوف و خطر بڑی مشقت تکلیف اور تلخ زندگی پر صبر کرنے سے طے کیا جاتا ہے۔ اس سفر کی ہر ایک منزل مختلف آب وہوا رکھتی ہے اسی طرح ہر ایک منزل کے باشندے بھی مزاج میں یکساں نہیں ہیں اور یہ نووارد اُن میں گھڑی بھر کا مہمان ہوتا ہے اسواسطے لازم ہے کہ یہ اپنے سفر کی ہر ایک منزل کے ضروری سامان سے تیار اور راستہ کے نشیب و فراز سے پورے طور پر واقف ہو جائے۔

ہمارا یہ خطاب اُن لوگوں سے نہیں ہے جو دنیا ہی کے کام کرنے والے اور دنیا کی لذتوں پر جان دینے والے ہیں کیونکہ ہم اُن کو اس خطاب کے لائق نہیں سمجھتے بلکہ ہمارا یہ خطاب اُن لوگوں سے ہے جو دنیا ہی میں دیدار پروردگار کے طالب بنے ہیں اُن کو معلوم ہو کہ ان کا یہ مطلب قبل از وقت ہے اس مقصد کا حصول آخرت میں رکھا گیا ہے اولیاء اللہ اس خیال خام کو نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں کیونکہ ایسے خیالات میں تضیع اوقات کے سوا اور کچھ نہیں ہے دنیا شاہی قید خانہ ہے شاہی محل نہیں ہے جس میں شاہی ملاقات کی تمنا کیجائے اگر کوئی ایسا کرے تو یہ اسکی گستاخی اور بے ادبی شمار کیجائے گی اور شاید کہ وہ اپنی اس بیہودگی کے سبب شاہی محل میں بھی زیارت سے محروم ہو جائے۔ جبتک اس قید خانہ سے پورے طور پر آزادی نہ حاصل کرلے (یعنے موتِ طبعی سے مر نہ جائے) شاہی محل میں کیسے داخل ہو سکتا ہے اور جبتک محل میں نہ داخل ہو گا دیدار کیونکر کرے گا۔ پھر شاہی محل میں بھی ہر شخص کو یکساں دیدار نہیں ہوتا ہر ایک کے مرتبہ کے موافق ہوا کرتا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اس دنیا میں تم اپنی ریاضت و مجاہدہ کے ساتھ اُس کے

متعلق علم حاصل کروگے تو آخرت میں اُسی کے موافق دیدار پاؤگے یعنے تمہارا علم تمہارے معائنہ میں آجائے گا۔ قیامت کے روز روحوں کا حسن وجمال اُن کے علم کے موافق ہوگا اور جسموں کی خوبصورتی و بدصورتی ان کے اعمال کے موافق ظہور میں آئے گی۔ جب تم نے موتِ طبیعی کے ساتھ اس عالمِ مکلف سے خلاصی پائی تو یہی وقت ہے کہ جو کچھ تم نے بویا ہے اُس کا پھل پاؤگے یعنے اپنے اعمال کے نتائج دیکھ لوگے۔

اب یہ بھی سمجھ لو کہ جب تم اس دروازہ میں قدم رکھنا چاہتے ہو تو یہ بات اُس وقت ٹھیک ہوسکتی ہے جب تمہارے دل میں اُس کے غیر کی گنجائش نہ رہے لہذا سب سے پہلے تم کو عُزلت[1] و خلوت اختیار کرنی چاہیے۔ جسقدر تم مخلوق سے دوری اختیار کروگے اسیقدر خالق سے قریب ہوگے۔ خلوت سے پہلے تم کو وہ علم بھی حاصل کرلینا ضروری ہے جس سے طہارت۔ نماز۔ روزہ وغیرہ کل فرائض اور ضروری احکامات کے مسائل معلوم ہوجائیں۔ یہ سلوک الٰہی کا پہلا دروازہ ہے اور اسکے آگے اِسپر عمل کرنا[2] ہے پھر اسکے بعد ورع (یعنے حرام اور مشتبہ چیز سے پرہیز کرنا) پھر زُھد (یعنے حلال چیز میں سے بھی ضرورت سے زائد کو ترک کرنا) پھر توکل ہے[3] (یعنے دل سے خدا پر بھروسہ کرنا اور ضرورت کے وقت اسباب نہونے سے پریشان نہوجانا)۔

---

[1] عزلت کی دو قسمیں ہیں ایک وُہ عزلت یعنے علیحدگی جو اغیار کی صحبت سے اختیار کی جائے یہ عزلت مریدوں کی ہے اور دوسری عزلت محققوں کی ہے جو دل میں غیر کا خطرہ آنے نہیں دیتے۔ اس عزلت کے ساتھ ضروری ہے کہ قلتِ آب و طعام اور قلتِ کلام اور قلتِ منام یعنے کم کھانا پینا۔ کم باتیں کرنا اور کم سونا بھی اختیار کیا جائے ۱۲ سید یسین علی نظامی [2] اسکے متعلق پوری تعلیم و تفصیل ہماری کتاب خاتم تصوف میں ملاحظہ فرمایئے۔ ۱۲ [3] ان سب کی تفصیل اور قابل دید مضامین ہماری کتاب مجموعہ ترجمہ چہل رسائل میں ملاحظہ فرمایئے ۱۲ سید یسین علی نظامی +

توکل[1] کے پہلے درجہ میں قدم رکھتے ہی تم کو چار کرامتیں حاصل ہونگی پانی پر چلنا ہوا پر اڑنا۔ طی الارض۔ اور غیب سے رزق حاصل ہونا۔ جب یہ باتیں حاصل ہوں تو سمجھہ لو کہ توکل کا پہلا درجہ طے کیا ہی پہر اسکے بعد پے درپے احوال[2] و مقامات میں ترقی ہونے لگتی ہے۔

خلوت میں داخل ہونے سے پہلے تم کو اپنی قوت وہمی کی حالت کا اندازہ کر لینا ضروری ہے اگر تم وہمی آدمی ہو تو بغیر حضوری شیخ کامل کے خلوت میں داخل ہونا ہرگز مناسب نہیں ہے اگر داخل ہوگے تو سخت نقصان اٹھاؤگے کیونکہ خلوت میں بعض اوقات بہت خوفناک صورتیں ظاہر ہوتی اور طرح طرح سے ڈراتی ہیں اگر تمہارا شیخ تمہارے پاس ہوگا تو وہ تمہاری حفاظت کرے گا اور تم کو ان سے ڈرنے نہ دے گا۔ اور اگر تم وہمی نہیں ہوا اور اندھیرے اجالے میں ہر جگہ بے دھڑک چلے جاتے ہو۔ مردہ کے ساتھہ قبر میں سونے سے بھی نہیں ڈرتے تو بس تم خلوت میں بیٹھہ سکتے ہو۔ پورے طور سے خدا کیطرف متوجہ ہو کر دعا کرو کہ وہ تم کو اپنی طرف کھینچ لے اور حجابہائے ظلمانی و نورانی کو برطرف کر دے۔ خلوت سے پہلے ایک اور ریاضت بھی تم کو بجا لانی ضروری ہے اس ریاضت کو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اگر یہ ریاضت تم نے نہ کی ہوگی یعنے اخلاقِ رذیلہ کو چھوڑ کر اخلاق حسنہ سے اپنے آپ کو آراستہ نہ بنایا ہوگا تو خلوت سے فائدہ حاصل کرنا مشکل ہے[3]

[1] بزرگان نے توکل کے چار سو ستاسی درجے بتلائے ہیں جن میں سے پہلے درجے انہوں کو حاصل ہوتے ہیں جبکہ پہلے درجہ میں یہ عظیم الشان چار کرامتیں حاصل ہوتی ہیں تو خیال کیجئے کہ پورے درجات حاصل کرنے والوں کا کیا اختیار و اقتدار ہو
[2] مقام سے وہ صفت مراد ہے جس میں عروج حاصل ہو اور اس صفت سے انتقال نہ کیا جائے جیسے توبہ اور حال سے وہ صفت مراد ہے جو منتقل ہوتی رہے جیسے شکر۔ محو۔ غیبت وغیرہ ۱۲
[3] اس مطلب کو حاصل کرنے کے واسطے سب سے بہتر کتاب طب جسمانی و روحانی کا تذکرہ کر دیا ہے ملاحظہ فرمائیے ۱۲ سید یسین علی نظامی عفی عنہ کیونکہ اگر خلق رذیلہ اور باقی رہ گئیں تو [illegible] حاصل ہونے کے بعد کسی نہ کسی وقت طبیعت نور کو مٹا دیگا ۱۲ سید یسین علی نظامی دہلوی

نیز اس نیت سے خلوت میں بیٹھنا بھی فضول ہے کہ شہرت ہو اور لوگ تمہارے
معتقد بنیں کیونکہ خلوت سے یہی مراد نہیں ہے کہ لوگوں سے صحبت نہ رکھے
اور اُن کی صورت نہ دیکھے بلکہ خلوت یہ ہے کہ اُن کا خیال و خطرہ بھی دل میں
نہ لائے نہ اُن کی بیکار و فضول اور لغویاتِ دنیا سے لبریز باتیں سُنے
سچ پوچھو تو خلوت کا حق جب ادا ہوگا جب تم اپنی ذات سے بھی خلوت اختیار
کروگے یہی خلوتِ صحیحہ ہے اور ماسوا اِسکے سب فاسد خلوتیں ہیں اور تم خلوت
کی یہ تمام شرائط پورے طور پر نہ بجالائے اور خطرات و خیالات اور لوگوں کی
ملاقات سے اپنا دروازہ بند نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم ہلاک اور برباد ہوگئے۔ سب
لوگوں سے یہانتک کہ اپنی ذات سے بھی پوری جوانمردی کیساتھ یک لخت الگ
ہو جاؤ۔ اور خدا کے ذکروں میں سے جس ذکر کو جی چاہے اُسی میں مشغول ہو
میرے نزدیک سب سے بہتر اور اعلیٰ و ارفع اسم اعظم اَللّٰہ کا ذکر ہے
اِسی کو دل اور زبان سے جاری کرو اور اسپر ایک حرف نہ بڑھاؤ۔ اور کسی
خیال کو ہرگز ہرگز دل میں آنے نہ دو ایسا نہ ہو کہ خیالاتِ فاسدہ سے تمہارے
ذکر میں فرق پڑجائے اور حضورِ قلب جاتا رہے[1]۔ چکنی غذا کھایا کرو مگر یہ چکنائی
غیر حیوانی ہو یعنے گھی چربی دودھ دہی وغیرہ کی نہو بلکہ روغن بادام وغیرہ کی
ہو۔ غذا کے کھانے میں یہ احتیاط بھی رکھنی ضروری ہے کہ نہ اسقدر شکم سیر ہو کر
کھائی جائے جس سے کسل سستی اور نیند پیدا ہو۔ نہ اتنی کم کھائی جائے
کہ بھوک کے مارے بے چین رہے بلکہ ہر وقت اعتدالِ مزاج قائم رکھنا لازم
ہے۔ اگر چکنی غذا نہ کھائے گا تو گرمی و خشکی کی زیادتی سے خیالاتِ فاسدہ پیدا
ہو کر ہذیان کی نوبت پہونچے گی جو نہایت مذموم اور راستہ سے باز رکھنے والی

[1] طالب کو سب سے زیادہ حضورِ قلب ہی کی احتیاط لازم ہے کیونکہ یہی اصل کار ہے اور باقی تمام باتیں اسکی لوازمات ہیں

اگر وارد الٰہی کے سبب مزاج میں تغیر پیدا ہو تو یہ نہایت محمود ہے مگر واردات کے اندر تمیز کرنی بھی ضروری ہے تاکہ واردات شیطانی کو واردات رحمانی نہ سمجھ لے۔ وارد رحمانی کے ساتھہ ہی بدن میں ایک گونہ سردی و لذت محسوس ہوتی ہے[1] اور کسی قسم کا دُکھہ معلوم نہیں ہوتا نہ صورت میں تغیر ہوتا ہے اور یہ اپنے بعد علم چھوڑتا ہے بخلاف اِسکے وارد شیطانی نازل ہونے کے وقت اعضا میں کپکپی تھرتھراہٹ ایک گونہ تکلیف صورت کا تغیر اور خبط الحواسی ہو جاتی ہے[2] پس تم کو ایسے وارد سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا چاہیے[3] یعنی جب اِس قسم کا وارد وُرُود کرنے لگے تو اُسکی طرف توجہ نہ کرو بلکہ خوب دل لگا کر اپنا ذکر کرتے رہو تاکہ یہ وارد تمپر مسلط نہ ہو اور اُوپر ہی اُوپر رفع ہو جاوے اور یہی مطلوب ہے[4]۔

اِس بات کا بہت ہی احتیاط رکھو کہ جب کوئی وارد وُرود کرے تو یہ نہ کہو کہ یہ کیا ہے کیونکہ یہ کہنا کہ یہ کیا ہے بالکل اسکی طرف متوجہ ہونا ہے۔ تم کو اپنے حضور قلب کے سوا اور کسی طرف متوجہ ہونا نہ چاہیے اسی واسطے تم اِن دو باتوں کا پختہ عہد کرو ایک تو یہ کہ جب کوئی وارد تم پر وُرود کرے اور کہے کہ میں خدا ہوں[5] تم اُسکے جواب میں کہو کہ سُبْحَانَ اللهِ[6] اور اٰمَنْتُ بِاللهِ اور یہ سمجھ لو کہ خداوند تعالےٰ کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اِس تجلی میں جو صورت تم نے

[1] جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ابتدا میں وحی نازل ہوئی ہے تو آپ کو بشدت سردی محسوس ہوئی تھی۔ اسکی تفصیل معلوم کرنی ہو تو ہماری تفسیر کی دوسری جلد میں ملاحظہ فرمائیے ۱۲ [2] اِس کا سبب یہ ہے کہ جب شیطان قلب پر نزول کرتا ہے تو اُسکی حرارت کے سبب قلب کی گرمی بے انداز ہو کر خفقان پیدا کرتی ہے اور خون میں ایسا جوش آتا ہے جس سے اعضا بے قابو ہو جاتی ہیں ۱۲ [3] یعنی ذکر و مراقبہ و خدا کیطرف توجہ میں ایسے مستغرق ہو کر اس وارد کی خبر بھی نہ ہو ۱۲ [4] کیونکہ خدا اس شخص کا ہمنشین ہوتا ہے جو اسکے ذکر میں مشغول رہے اور جب خدا ہمنشین ہو تو پھر شیطان وہاں قابو نہیں پا سکتا۔ تم کو یہ بھی معلوم ہو جانا چاہیے کہ اگر تمہارے دل میں کسی خلاف شرع کام کا خطرہ گذرے تو اُسکو شیطانی سمجھو اور اگر مباح کام کا خطرہ گذرے اُسکو نفسانی تصور کرو۔ شیطانی خطرہ پر کسی طرح عمل کرنا جائز نہیں۔ ہاں مباح خطرہ پر اگر ضرورت ہو عمل کر لو ۱۲ [5] کیونکہ ہویت حق تمام موجودات میں ساری ہے اور ہر موجود میں وہ ایک خاص وجہ رکھتا ہے پھر اسی وجہ سے وہ موجود کہتا ہے کہ میں خدا ہوں جیسے کہ موسےٰ علیہ السلام کو درخت سے آواز آئی کہ میں خدا ہوں ۱۲ [6] خدا پاک ہے میں خدا پر ایمان لایا ہوں ۱۲-

دیکھی ہے اسکو یاد رکھو کیونکہ آئندہ مقامِ تکمیل میں اس سے فائدہ پہونچے گا
مگر اس کے ساتھہ مشغول نہ ہو جاؤ نہ اسکی طرف توجہ کرو اپنا ذکر کئے جاؤ۔
دوسرا عہد یہ ہے کہ اس خلوت میں خدا سے اسکے سوا کسی چیز کے طالب نہ بنو
نہ اور کسی چیز کا خیال اپنے دل میں لاؤ اگر وہ تمام کائنات بہی ازخود تم کو عنایت
کرے تو ادب کے ساتھہ لے لو مگر اسکی طرف توجہ نہ کرو نہ وہاں ٹھہرو حق تعالے
ہی کو اپنا مقصودِ اصلی تصور کرو اور آگے قدم بڑھاؤ یہاں جو کچھہ تم کو دیا جاتا
ہے اسکے ساتھہ تمہاری آزمایش ہوتی ہے اگر تم کسی چیز کے اندر مشغول
ہوئے تو حق تعالیٰ تم سے فوت ہو گیا اور اگر حق تعالےٰ تم حاصل ہُوا تب کوئی
چیز تم سے فوت نہیں ہوئی جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہاں جو کچھہ دیا جاتا ہے
یہ سب تمہارے لئے خداوند تعالےٰ کی آزمائش ہے تو اب اسکی تفصیل بھی سُن لو۔
سب سے پہلے تم پر عالمِ محسوسات کا انکشاف ہو گا یعنے در و دیوار اور درخت
و پہاڑ تمہارے لئے حجاب نہ رہینگے تم اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے دیکھہ لوگے کہ لوگ
اپنے گھروں میں کیا کیا کر رہے ہیں۔ اس وقت تمپر فرض ہے کہ کسی کا راز
فاش نہ کرو اور اگر تم راز فاش کرنے لگے تو جان لو کہ شیطان تم پر قابو پا گیا
توبہ کرو اور اسم الٰہی ستّار کے ساتھہ متخلق بنو۔ اگر کسی کو نصیحت کرنی چاہو تو چُپکے
سے علحدگی میں نرمی کے ساتھہ اس طرح نصیحت کرو کہ اُس شخص کو یہ نہ معلوم
ہو کہ تم بذریعہ کشف کے اسکے گناہ سے مطلع ہو گئی ہو۔

بس کشف کی دو قسمیں ہیں ایک حسّی اور ایک خیالی اور اِن دونوں میں
فرق معلوم کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ جب یہ کشف ہو تم اپنی آنکھیں بند کر لو اگر آنکھیں
بند کرنے سے کشف نہ رہے تب تو یہ کشف حسّی [1] ہے اور اگر کشف باقی رہے

[1] کشفِ خیالی خیال کی آنکھہ سے ہوتا ہے اس ظاہری آنکھہ سے جو محسوسات کا ادراک کرتی ہے نہیں ہوتا نہ
آنکھہ بند کرنے سے موقوف ہوتا ہے اگر آنکھہ بند کرنے سے کشف نہ رہے تب یہ کشف حسّی ہے ۱۲

تب خیالی کشف ہے۔ اگر تم کشفِ حسی کیطرف متوجہ نہ ہوئے اور ذکر میں ترقی کرتے رہے تو کشفِ خیالی بہت جلد حاصل ہو جائیگا[1] اور اس کشف میں معانیِ عقلیہ تم پر نزول کرینگے[2]۔ یہ منزل بہت سخت ہے بجز انبیا یا خاص خاص اولیا کے اور کوئی اِسکے اسرار سے واقف نہیں ہوتا لہذا تم اِسکی طرف توجہ نہ کرو اپنا کام یعنے ذکر کیئے جاؤ اگر یہاں تم کو پانی یا شہد یا شراب پلائی جائے تو شراب ہرگز نہ پینا مگر جبکہ وہ بارش کے پانی میں ملی ہوئی ہو کیونکہ شراب سے علم احوال مراد ہے اور جب یہ بارش کے پانی میں آمیز ہوئی تو یہ علم ذاتی ہو گیا بخلاف اسکے اگر چشمہ کے پانی میں آمیز ہو تو ہرگز نہ پیئو کیونکہ یہ علم طبعی ہے جس نے بہت لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے اور اگر تالاب کے پانی میں آمیز ہو تب بھی نہ پیئو کیونکہ یہ علم فکری کی مثال ہے اگر خالص پانی ہو تو اسکو ضرور پی لو کیونکہ وہ علم مطلق کی مثال ہے اور خالص دودھ ہو تو وہ بھی نہایت عمدہ ہے کیونکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں دودھ ہی نوش فرمایا تھا اور دودھ بھی علم مطلق اور فطرت کی مثال ہے۔ اِسکے بعد اپنے ذکر میں اسقدر مشغول رہو کہ یہ کشفِ عالم خیال برطرف ہو کر عالم ارواح کا کشف نصیب ہو اور تم عالم عقلی میں جا پہونچو اور اِسکے بعد اپنے تعینِ روحی سے بھی اِس طرح الگ ہو جاؤ جیسے کہ تعینِ جسمی سے الگ ہوئے تھے۔ یہاں تم پر صفاتی تجلی جلوہ گر ہوگی یا مشاہدہ کے ساتھ یا نیند کے ساتھ[3]

[1] سب سے پہلے سالک پر عالم محسوسات منکشف ہوتا ہے اِسکے بعد عالم خیال۔ اور اِسکے بعد عالم ارواح پھر عالم صفات کا کشف ہوتا ہے ۱۲ [2] مثلاً علم حس اور علم شرائع دینیہ جو صُوَرِ حسیہ میں نظر آتی ہیں مثلاً دودھ و پانی و شہد وغیرہ ۱۲ [3] نیند اور مشاہدہ دونوں حالتوں میں اِحساس جاتا رہتا ہے بلکہ انانیت بھی نہیں رہتی اسی سبب سے نیند والا بھی اپنے خواب کو بھی سمجھتا ہے کہ میں مشاہدہ کر رہا ہوں ۱۲

اِن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مشاہدہ کے بعد لذت باقی رہتی ہے۔ اور نیند کے بعد کچھ باقی نہیں رہتا سوا ندامت کے[۱]۔

اب یہاں پھر امتحان ہوتا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ تم اس بارگاہ میں حاضر ہونے کے لائق ہو یا نہیں۔ اس امتحان کی صورت یہ ہے کہ پہلے تم پر عالمِ معدنیات منکشف کیا جاتا ہے اور خواص احجار سے تم کو واقفیت ہوتی ہے اگر تم اسکے اندر مشغول ہوگئے تو فلک کے دروازہ سے تم کو مردود کیا گیا اور چند روز میں یہ کشف بھی تم سے سلب کر لیا جائے گا پھر تم کسی کام کے نہ رہوگے۔ اگر تم نے اسکی طرف توجہ نہ کی اور اپنے ذکر میں برابر ترقی کرتے چلے گئے تو یہ کشف برطرف ہو کر عالمِ نباتات کا انکشاف شروع ہوگا ہر ایک درخت اور جڑی بوٹی کی خاصیت اور منافع و مضار تم کو معلوم ہونگے مگر اس کشف کیساتھ بھی تم کو وہی کام کرنا چاہیے جو پہلے کشف کیساتھ کیا تھا یعنے اِسکی طرف بھی توجہ نہ کرو اور آگے بڑھے چلے جاؤ۔ اس کشف کے وقت تم کو غذا میں حرارت و رطوبت کے درمیان معتدل چیزیں کھانی چاہئیں[۲] اور پہلے کشف کے وقت گرم تر چیزیں کھاؤ۔

جب تم یہاں سے آگے چلوگے تو عالمِ حیوانات کا انکشاف ہوگا ہر ایک جانور فصیح زبان کے ساتھ تم کو سلام کرے گا اور اُسکے تمام خواص و احوال سے تم واقف ہو جاؤگے۔ اِن تینوں عالموں کے انکشاف میں تم ہر ایک چیز کی تسبیح و تحمید بھی سنوگے مگر یہ نکتہ یاد رکھو کہ اگر ہر چیز کی تسبیح اپنی زبان میں سنو تو اِس کشف کو خیالی سمجھو اور اگر انہیں چیزوں کی مختلف زبانوں میں سنو

[۱] کیونکہ نیند میں جسقدر وقت گزرتا ہے وہ سب غفلت و بیکاری میں ضائع ہوتا ہے اسواسطے ندامت و استغفار ضروری ہے ۱۲ [۲] کیونکہ کشف جمادات کے وقت مزاج پر سردی و خشکی کا غلبہ ہوتا ہے لہذا گرم تر غذا کھانی چاہیے ۱۲

تب اسکو کشف صحیح تصور کرو (جو نفس الامر سے مطابق ہے) اِس عروج کو معراجِ تحلیل کہتے ہیں (یعنے اِس عروج میں حالت جسمی تحلیل ہو جاتی ہی اور یہ تحلیل بھی ترتیب کے ساتھہ ہوتی ہے۔ اِن تینوں عوالم کے انکشاف میں قبض تم کو رہے گا (کیونکہ یہاں تم اپنی ذات کے اندر فنا ہوگے اور یہ بات قبض کی موجب ہے۔

پھر اسکے بعد تم پر سریانِ عالمِ حیات کا انکشاف ہوگا اور زندہ ہونے کا سبب کھل جائے گا اور ہر ایک چیز کو اسکی استعداد کے موافق جو اثر دیا گیا ہے وہ بھی معلوم ہوگا نیز اس سریان میں عبادات کے اندراج کی کیفیت بھی واضح ہوگی اگر تم نے یہاں توقف نہ کیا تو پھر لوائح لوحیہ تمہارے سامنے حاضر ہونگی اور تم سے ہیبت ناک خطابات کئے جائینگے اور طرح طرح کے حالات تم پر وارد ہونگے۔ اور تم کو یہ راز بھی معلوم ہوگا کہ کثیف چیز کس طرح لطیف بنتی ہے اور لطیف کسطرح کثیف ہوتی ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر تم یہاں بھی نہ ٹھہرے اور آگے بڑھے تو ایک ایسا عجیب وغریب اور خوفناک نور تم پر جلوہ گر ہوگا کہ تم ڈر کے مارے اُس سے چھپنا چاہوگے۔ اُس سے مت ڈرو وہ نور تم ہی سے ظاہر ہوا ہے تم کو اسکی پروانہ کرنی چاہیے تم اپنا کام کئے جاؤ اگر تم ذکر میں مشغول رہے تو تم کو کچھ تکلیف نہ پہونچے گی اور اسکے

سلہ سالک جب خدا کی طرف متوجہ ہو کر عالم اجسام سے علیحدگی اختیار کرتا ہے جسکو تجرد کہتے ہیں تو یہ تجرد بترتیب ہوتا ہے یعنے پہلے عنصر خاک سے علیحدہ ہوتا ہے پھر عنصر آب سے پھر عنصر ہوا سے پھر عنصر آتش سے پھر آسمان دنیا پر عروج کرتا ہے ۱۲ سید یسین علی نظامی سلہ جب سالک آسمان دنیا پر ترقی کرتا ہے تو یہاں حضرت آدم اسکو علم اسمار کا فیض پہونچاتے ہیں اور یہ اپنی استعداد کے موافق فیض لیتا ہے اور اِس آسمان کے دیگر امور کا بھی علم ہو جاتا ہے اور خلافت الٰہیہ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آدم اِسکے ساتھہ کیونکر مخصوص ہوئے اور انسان کے بڑھنے اور نشو ونما پانے کی حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے سلہ یعنے جب تم دوسرے آسمان میں ترقی کرد گے اور حضرت یحییٰ و عیسےٰ علیہما السلام سے تمہاری ملاقات ہوگی اور اُن سے فیض حاصل کرد گے تو زندگی کا راز تم پر کھل جائیگا۔ یہ بھی جان لو کہ جیسے روح اور حیات ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اسی طرح حضرت عیسےٰ و یحییٰ بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے اسی کشف میں علم سیمیا و ریمیا اور علم طلسمات و عزائم و نیرنجات وغیرہ کا انکشاف ہوتا ہے اور بہت چیزوں کے اختراع و ایجاد کی قدرت ہو جاتی ہے ۱۲ سلہ یعنے جلال و جمال کے احوال وارد ہوتی ہیں ۱۲ سلہ یعنے پانی اور مٹی کسطرح آگ اور ہوا بنجاتے ہیں اور آگ و ہوا پانی اور مٹی بنتے ہیں ۱۲

بعد انوار توحید تم پر جلوہ گر ہونگے انہیں کو انوار طوالع بھی کہتے ہیں۔ پھر جب تم یہاں
بھی نہ ٹھہرے تو اب تم پر ترتیب کُلّی کی صورت منکشف ہوگی[1] اور تم کو بارگاہ رب
العزت میں داخل اور اسکی حضور میں کھڑے ہونے کے آداب معلوم ہونگے
پھر وہاں سے باہر آنے اور مخلوق کیطرف واپس ہونے کا طریقہ بھی بتایا جائیگا
اور تم دائمی مشاہدہ کو ظاہر و باطن کی وُجوہِ مختلفہ کے ساتھ جان لوگے۔

اور اس کمال کا بھی تم کو علم ہوگا جس کا اور کسی کو شعور نہیں ہے (یعنے اُس
کمال میں نقص نہیں ہوتا چاہے وہ کسی مرتبہ میں ہو) کیونکہ اگر ظاہر کی وجہ سے
کچھ کمی ہوگی تو باطن کی طرف سے اسکو پورا کیا جائے گا۔ اور ذات (جو ظہور و
بطونِ نسبی کے ساتھ موصوف ہے اُس) میں کچھ نقص نہ رہے گا[2]۔

اسکے بعد تم کو علوم الٰہیہ کے القا کئے جانے اور جسپر وہ القا کئے جائیں اس میں
استعداد کے ہونے کی کیفیت بھی معلوم ہوگی[3]۔ اور قبض و بسط کے آداب بتلائے
جائینگے اور یہ علم بھی حاصل ہوگا کہ ہلاکت و حرق سے قلب کی کیونکر حفاظت
کیجاتی ہے[4]۔ اور سب راستے مسدود نظر آئینگے کوئی راستہ اور کسی قسم کا
نہ ہوگا[5]۔ اگر تم یہاں بھی نہ ٹھہرے تو علوم نظریہ و افکار سلیمہ کے مراتب میں سے

---

[1] ترتیب کلی سے [illegible] ظاہر ہونا مراد ہے۔ کیونکہ موجود یعنی حق و خلق سے مرکب ہے اسی سبب سے یہ کشف ہوتا ہے جب [illegible] سے پہلے [illegible] کا کشف [illegible] ۱۲ [2] کیونکہ جو چیز ظاہر ہو اُس سے فوت ہوئی ہے وہ باطن میں اس سے فوت نہیں [illegible] اور جو باطن میں [illegible] اسی سبب نقصان کیطرح نہیں ہو سکتا چاند کو دیکھو کہ ہمیشہ بدر بھی ہوتا ہلال و محاق بھی ہوتا اور پہلی تاریخ کا بھی اور دوسری کا بھی یعنی ہر ایک حالت اسکی پورا موجود ہے اور وہ جیسا کہ ہے ویسا ہی ہے اسکی حالت میں کسی وقت تغیر نہیں آتا یہ سب تغیرات ہماری طرف کی نسبت سے ہیں یعنی آج ہم کو [illegible] تو چاند پہلی یا دوسری کا [illegible] ہم کو تو پورا چاند نظر آتا ہے اور [illegible] بالکل پوشیدہ ہے حالانکہ وہی ایک چاند ہے اسیطرح ذات باری [illegible] علوم الٰہیہ القا کئے جاتے ہیں سالک کو لازم ہے کہ اُن کو مظہر حق [illegible] [illegible] ۱۲ [5] یعنے یہاں کوئی راستہ [illegible] بلکہ سب [illegible] کہ جہاں سے شروع ہوتے ہیں وہیں پر ختم ہو جاتے ہیں ۱۲

عیسےٰ علیہ السلام کی حقیقت تم پر منکشف ہوگی[1] اور تم واقع کے مطابق جان لوگے
کہ اعلےٰ کون ہے اور ادنا کون ہے اور اُس مغالطہ کی حقیقت تم پر کھل جائے
گی جس میں لوگوں کا فہم چکر کھاتا ہے۔ اور عقل و وہم میں فرق کرنے لگوگے[2]
اور عالم ارواح و عالم اجساد کے درمیان مکوّنات کی حقیقتِ پیدائش سے
مطلع ہوگے[3] اور عالمِ صفات کے اندر سِرّ الٰہی سے واقف ہوجاؤگے[4]۔ اِن کے
علاوہ اور بہت سی باتیں یہاں منکشف ہوتی ہیں جن کا بیان کرنا طوالت ہے
اب اگر تم یہاں بھی نہ ٹھہرے اور آگے قدم بڑھایا تو عالم تصویر اور حسن و جمال تم
پر منکشف ہوگا[5] اور تم کو یہ بات معلوم ہوجائے گی کہ اس چیز کی یہ صورت و
سیرت کس وجہ سے ہے۔ یہ وہی مقام ہے جہاں سے شعرا کو امداد
پہونچتی ہے[6]۔

جب تم یہاں بھی نہ ٹھہرے تو اب مقام قطبیت میں تمہاری ترقی ہوگی یہ جو کچھ
تم نے دیکھا یہ قطب کی بائیں طرف کا عالم تھا[7] اور یہ مرتبہ جس میں اب تم آئے ہو
یہ قلب ہے[8] یعنے قطب کی جگہ ہے۔ اسکے آگے قطب کی دائیں طرف کا عالم
ہے۔ جب اسم عالم قطب کی تم پر تجلی ہوگی تو انعکاسات کی حقیقت اور دائمات
کا دوام اور موجودات میں سریانِ وجود کی کیفیت تم پر روشن ہوگی حکمتہائے
الٰہیہ تم کو مرحمت ہونگی اور اُن کی حفاظت کی قدرت بھی دیجائے گی۔ اور
حکم ہوگا کہ امانت اسکے مستحقوں کی پہونچا دو۔ اور رمز و اشارہ اور ستر

[1] کیونکہ ان دونوں میں فرق و تمیز کرنی بہت مشکل ہے اکثر اوقات بڑے بڑے عقلمند ان میں فرق نہیں کرسکتی ۱۲ [2] جیسے
حضرت عیسے حضرت مریم اور جبرئیل سے ظہور میں آئے اور نفس۔ روح و جسم سے پیدا ہوتا ہے ۱۲ [3] یعنے وحدت ذاتی جو عالم
اسماء میں ہے اور وحدت عقل اور وحدت عرش جو عالم اجسام میں ہے ۱۲ [4] یہ وہ مقام ہے کہ تم حضرت یوسف
علیہ السلام کے مہمان بنوگے جن سے فیض لوگے [5] کیونکہ شعرا اصحاب تخیلات و الہامات ہوتے ہیں اور ان کو حسن و جمال
سے خاص تعلق ہوتا ہے ۱۲ [6] سید یقین علی نظامی [7] یعنے صفت شمالی جس طرف سے کہ قطب لوگ عالم کو فیض پہونچاتے اور اُن کی
تدبیر کرتے ہیں ۱۲ [8] یعنے جبکے اندر تم کو مرتبہ قطبیت کا انکشاف ہوا ہے یہ قلب ہے یعنے چوتھا آسمان ہے تین آسمان اور عناصر اسکے نیچے ہیں
جو عالم پیدا کہلاتا ہے اور تین آسمان عرش کرسی اسکے اوپر ہیں جسکو عالم یمین کہتے ہیں مرتبۂ قطبیت حضرت ادریس علیہ السلام سے تعلق
رکھتا ہے اور سالک یہاں پہونچکر انھیں سے فیض لیتا ہے ان کا مہمان بنتا ہے ۱۲ [9] یعنے وہ حکمت خداوندی جو عالم کی بقا و بقا۔

۱۰[illegible]

وکشف کی قوت بہی تم کو حاصل ہوگی[۱]۔

اگر تم یہاں نہ ٹہرے تو اسکے آگے تم پر حمیت و غضب اور تعصب حق و باطل اور عداوت و محبت و اختلاف کے عالم میں پیدا ہونے کا سبب معلوم ہوگا[۲] اور اسم قہار کی تجلی پڑے گی۔

جب تم اور آگے بڑہو گے تو عالم غیرت کا انکشاف ہوگا اور حق تم پر پوری طرح جلوہ گرے گا اور عالم ارواح میں سے ایک عالم نہایت حسن و خوبی کے ساتہہ تمہارے سامنے آئیگا[۳]۔

جسقدر عالم کا انکشاف بیان کیا گیا ہے یہ سب تمہارے ساتہہ نہایت تعظیم و توقیر سے پیش آئینگے اور تمہاری بے انتہا خاطر و مدارات کرینگے اور تم کو اپنا فریفتہ و گرویدہ بنانا چاہینگے مگر تم کو ان کیطرف التفات نہ کرنا چاہئے[۴] کیونکہ اگر تم ان کیطرف متوجہ ہوئے تو آگے کی ترقی بند ہو کر تنزل شروع ہو جائے گا۔

پہر جب تم اور آگے بڑہے تو وقار و اطمینان اور ثبات و مکر[۵] وغیرہ کی حقائق[۶] تمپر منکشف ہوں گی۔

جب تم اور آگے بڑہے تو عالم جبروت یعنے اس مقام کا انکشاف ہوگا جو اعمال کا دفتر ہے اور جسکو علیین کہتے ہیں یہیں جنتوں کی بہی سیر کرلوگے اور تم کے مراتب و درجات کا فرق و امتیاز معلوم ہوگا پہر

---

[۱] یعنے روحانیت کے اسرار اور علم نور و ضیا و برق و شعاع سب تم پر منکشف ہوگا اور بہت سے مسائل جنکہ مشکلات علمی حل ہوجا ۱۲ [۲] اور حیوانات کے ذبح کرنے اور قربانی کے اسرار بہی منکشف ہونگے ۱۲ [۳] کیونکہ یہ معارف وہبیہ ہیں فکریہ نہیں ہیں۔ فکریہ ہونا معارف کیلئے بدنمائی اور عیب ہے اور وہبی ہونا ان کے لئے خوبی و زینت ہے ۱۲ [۴] کیونکہ یہ تمام انکشافات خداوند تعالی کیطرف سے تمہارے امتحان کے واسطے ظہور میں آتے ہیں کہ آیا تم اسکے غیر کی طرف متوجہ ہوتے ہو یا نہیں اگر تم غیر کی طرف متوجہ ہوئے تو پہر تم اسکی حضوری کے لائق نہیں ہے ۱۲ [۵] اور استدراج و فریب وغیرہ کے اسباب و علل روشن ہوں گے اور ان سے خلاصی کی تدبیر بہی معلوم ہو جائے گی ۱۲

جہنم کو بھی دیکھو گے اور اُسکے عذاب کی تفصیل بھی سمجھ لوگے۔ اور اُن اعمال کی حقیقت بھی کُھل جائے گی جو اِن دونوں مقاموں یعنے جنت و دوزخ میں پہونچنے کے موجب ہوتے ہیں[1]۔

جب تم اور آگے بڑھے تو اب ایسی ارواحِ مقدسہ کی زیارت کروگے جو مشاہدہ میں مستغرق عالم سُکر و حیرت میں نظر آئینگی اُن کے وجد و ذوق کو دیکھکر تمہارا دل بھی چاہے گا کہ اُنہیں جیسی حالت اختیار کرو مگر جب تم وہاں سے آگے چلے تو نورِ وحدت تم پر جلوہ گر ہوگا جس میں تم کو اپنی خودی کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا اور بڑی لذت و کیفیت حاصل ہوگی جو پہلے کبھی حاصل نہ ہوئی تھی اور جو کچھ اِس وقت تک دیکھا تھا سب نہایت حقیر و ذلیل معلوم ہوگا اور اپنی خودی کو اِس طرح جھلملاتا ہوا دیکھو گے جیسے ہوا میں چراغ[2]۔

جب یہاں سے بھی آگے چلے تو اب بنی آدم کی صورتیں کرسیوں پر بیٹھی ہوئی نظر آئینگی اُن پر سے کچھ پردے اُٹھا دئے جائینگے اور کچھ اُن پر ڈالے جائینگے جن کا تعلق اسم ستّار سے ہے۔ تم اِن صورتوں کی تسبیح بھی سنو گے جس کو سنکر ڈرنا نہ چاہیے تمہاری صورت بھی اُن صورتوں میں موجود ہوگی جبکو تم اپنی حالتِ موجودہ کے موافق پہچان لوگے[3]۔

جب تم اور آگے چلے تو عالمِ رحمانیت کے اسرار تم پر منکشف ہونگے اور جس چیز پر

---

[1] حضرت شیخ اکبر قدس اللہ سرہٗ کا موافق عقائد اہل سنت و الجماعت کے یہی مذہب ہے کہ جنت و دوزخ دو محسوس مکان ہیں جن میں سے ایک میں ہر قسم کی اعلیٰ ترین محسوس لذتیں اور دوسرے میں نہایت دردناک محسوس تکالیف اور رنج ہیں۔ بخلاف اِسکے بعض حکماءِ اشراق نے اِن دونوں کو عالمِ خیال سے بیان کیا ہے ۱۲ [2] یہ مقام ایسا ہے کہ یہاں بہت سے سالکوں کو لغزش ہو جاتی ہے کیونکہ جب وہ یہاں پہونچتے ہیں اور یہ وحدت اُن پر تجلی کرتی ہے تو اُن کو یہ وہم ہوتا ہے کہ وہ حضرتِ احدیت میں پہونچگئے اور تجلی ذات ہوگئی۔ لہٰذا یہاں ٹھہرنا نہ چاہیے ۱۲ [3] یعنے اگر تم نے کوئی گناہ کیا ہے اور توبہ اُس سے نہیں کی تب تمہاری صورت پر پردہ پڑا ہوگا اور اگر نہیں کیا ہے تب پردہ نہ ہوگا اور اِن روحوں کی تسبیح یہ ہوگی سُبْحَانَ مَنْ اَظْهَرَ الْجَمِيْلَ وَسَتَرَ الْقَبِيْحَ ۱۲۔ سید حسن علی نظامی ✝ ✝ ✝

تم نظر کروگے تو جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ سب اُسکے اندر موجود پاؤ گے اور اپنی ذات کی حقیقت و مرتبہ وغیرہ سے بھی واقف بنوگے۔ اور جان لوگے کہ اسمارِ الٰہی میں سے تمہارا تعلق کس اسم کے ساتھ ہے اور ولایت و معرفتِ الٰہی میں سے تمہارا کیا مقام ہے۔

جب تم اور آگے چلے تو عقل اول کے عالم میں پہونچو گے جو ہر چیز کی اُستاد ہے تمام حقائقِ عالم میں تم نے اُسی کا اثر ملاحظہ کیا ہے اور اسکے مجمل کی تفصیل لوح محفوظ میں ہے مثلک لونی اسلے۔

جب تم اور آگے چلے تو محرک کا انکشاف ہوگا اور اسکے آگے وحدتِ ذاتی جلوہ فرمائے گی اور تم بالکل ہٹ جاؤ گے۔ پھر غائب ہوگے پھر نسیاً منسیاً کردیئے جاؤ گے یہانتک کہ جب تمہارے اندر مٹانے والے کا اثر قائم ہوگا تو اسکے ساتھ تم بھی قائم ہوجاؤ گے پھر تم کو حاضر کیا جائے گا پھر تم باقی ہوجاؤ گے پھر تم کو جمع کیا جائے گا پھر تم مراتبِ ولایت میں سے کسی مرتبہ پر معین کردئے جاؤ گے۔ اور اِس مرتبہ کے موافق خلعت و انعامات سے تم کو سرفرازی دیجائے گی پھر تم کو تمہارے مقام (ناسوت) کیطرف واپس کردیا جائے گا اور اِس واپسی کے وقت اُن تمام چیزوں کو مختلف صورتوں کے ساتھ دیکھو گے جنکو ترقی میں اصلی صورت پر دیکھ چکے تھے۔ یہانتک کہ تم اِس عالم جسمانی میں آجاؤ گے ؎ یا وہیں غائب ہوکے رہ جاؤ گے۔

جو سالک جس طریق پر سلوک اختیار کرتا ہے اُسی کے موافق اُسکی انتہا

لہ عقل ہی کو اِس حیثیت سے کہ اسکی ذات میں تمام علوم کا اجمال ہے نون کہتے ہیں اور اِس حیثیت سے کہ وہ لوح میں ان علوم کی تفصیل کرتی ہے اِسکو قلم کہتے ہیں ۱۲ ؎ یہ تمام مقامات اور انکشافات جو مذکور ہوئے اصل ہمت و استقامت کو سب کے سب حاصل ہوجاتے ہیں اور بعض کو کم و بیش حاصل ہوتے ہیں ۱۲

ہوتی[۱] ہے اور اُسی زبان میں اُسکو آواز دیجاتی ہے پھر جس نبی کی زبان میں اُسکو
آواز دیجائے اُنہیں کا وارث کہلاتا ہے یعنے موسوی یا عیسوی وغیرہ اور بعض
ایسے بھی ہیں جن سے دو تین یا زیادہ زبانوں میں کلام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ
کامل اکمل وُہی ہے جو ہر زبان میں کلام کرے اِسکو محمدی کہا جائے گا جب
تم اِس انتہائی مقام میں پہونچگئے تو جب تک تم واپس ہنو تم کو واقف کہا جائےگا
پھر اگر تم وہیں رہ گئے اور واپس نہوئے تب تم مستہلک ہو جیسے کابی عقیل
مغربی اور بایزید بسطامی تھے۔ اِسی مقام میں تمہاری موت ہوگی اور اسی میں
حشر ہوگا۔ اگر تم ہدایت خلق کیواسطے واپس ہوئے تو بمقابلہ واقف کے اِس
میں زیادہ فضیلت ہے بشرطیکہ ترقی میں دونوں برابر ہوں۔ اگر مستہلک
اعلےٰ مقام میں ہے اور واپس ہونے والا اُس سے نیچے کے درجہ سے واپس
ہوا ہے تو یہ افضل نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ اسوقت افضل ہوگا جب اُسی
مقام سے واپس ہو۔ اور اِس وقت اِس کو عُلومِ لدنیہ کے ساتھہ
واپس کیا جائے گا۔

راجعین یعنے واپس ہونے والے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ جو اپنی ہی ذات کے
واسطے واپس[۲] ہوتا ہے اور ایک وہ ہے جو عامۂ خلائق کیواسطے واپس کیا جاتا
تاکہ اُن کو حق کا راستہ بتائے اور ہدایت و ارشاد کرے پھر اِن لوگوں کے
جنکو داعی اِلی الحق کہا جاتا ہے مراتب و مدارج میں تفصیل ہوتی ہے جیسا کہ
خداوند تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ

[۱] یعنے جس کی تلاش طلب کا دائرہ وسیع ہوتا ہے اسکے مقامات بھی بلند ہوتے ہیں اور جو اسکے خلاف ہوتا ہے اسکو یہ شرف حاصل نہیں ہوتا ۱۲
[۲] جیسے حضرت حضوری میں حاضر ہوئے اور خلافت کا خلعت اِن کو پہنایا گیا اور حکم ہوا کہ اب تم میرے بندوں کو میری طرف بلاؤ اور ہدایت کرو تو ان کو غش آگیا اور بیہوش ہو کر گر پڑے فرشتوں کو حکم ہوا کہ میرے بندہ کو میرے ہی پاس رہنے دو تاکہ یہ اپنی ذات کی اچھی طرح تکمیل کرے ۱۲

بعض لوگ عیسیٰ علیہ السلام کے وارث ہوتے ہیں اور بعض موسیٰ علیہ السلام کے اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کے یہی لوگ صوفیہ اور اصحاب احوال کہلاتے ہیں اور بعض لوگ خاص حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وارث ہوتے ہیں ان کو ملامتیہ اور اہل تمکین کہا جاتا ہے۔

یہ بات معلوم ہونی بھی ضرور ہے کہ یہ داعی ایک دروازہ کیطرف مخلوق کو نہیں بلاتے ہر ایک کے بُلانے کی روش جداگانہ ہوتی ہے کوئی حقیقۃ عبودیت میں فنا ہونے کے دروازہ سے بُلاتا ہے جسکی طرف اِس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا اور کوئی ملاحظہ عبودیت یعنی ذلت وافتقار واحتیاج وغیرہ کے دروازہ سے بلاتا ہے اور کوئی ملاحظہ اخلاق[۱] رحمت اور کوئی ملاحظہ اخلاق قہر[۲] سے بلاتا ہے مگر ان سب میں اعلیٰ مقام اُسی کا ہے جو اخلاق الٰہیہ[۳] کے دروازہ سے مخلوق کو خالق کی طرف رہنمائی کرے۔

معلوم ہو کہ نبوت[۴] اور ولایت تین باتوں میں شریک ہیں اول حصول علم لدنی میں دوسرے اظہار کرامات میں تیسرے رؤیتِ عالم خیال[۵] میں صرف خطاب میں یہ دونوں علیحدہ ہیں یعنے جو خطاب نبی سے کیا جاتا ہے ولی سے اُس طرح نہیں کیا جاتا۔ اور یہ بھی نہ سمجھ لینا کہ اولیا انبیاء کے برابر ترقی کر جاتے یا ان سے

---

[۱] مثل شفقت ورحمت وعفو ومغفرت وغیرہ ۱۲ [۲] مثل غضب وتکبر وغیرت وغیرہ جو دشمنان خدا کیساتھ کی جاتی ہیں [۳] اخلاق الٰہیہ سے وہ اخلاق مراد ہیں جو جلال وجمال کے جامع ہیں ۱۲ [۴] یعنے نبوتِ شرائع جو ہمارے حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گئی نہ نبوت عامہ جس سے خدا کی طرف بلانا مراد ہے اور جو قیامت تک باقی ہے ۱۲ [۵] یعنے انبیا واولیا بیداری میں وہ باتیں دیکھتے ہیں جو اور لوگ عالم خواب وخیال میں ملاحظہ کرتے ہیں ۱۲ [۶] یعنے ولی سے خطاب اُسکی پشت کے پیچھے سے کیا جاتا ہے اور نبی سے اُسکے سامنے سے خطاب ہوتا ہے نیز ولی سے بواسطہ نبی کے خطاب ہوتا ہے اور نبی سے بغیر واسطہ خطاب کیا جاتا ہے ۱۲ + + + +

لئے اُس مقام میں پہونچتے ہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ اگرچہ اصول مقامات میں
دونوں مجتمع ہیں مگر انبیا کا عروج نورِ اصلی کے ساتھہ ہوتا ہے اور اولیا
کا عروج اس نور کے فیض سے اور اگرچہ انبیا و اولیا توکل وغیرہ مقامات میں
مجتمع ہوتے ہیں مگر اُن کی وجوہ متحد نہیں ہوتیں اور صرف مقام ہی کے حاصل
ہونے میں فضیلت نہیں ہے بلکہ فضیلت وجوہات سے ہے اور وجوہات ہی
میں توکل والوں کے درجے مختلف ہو جاتے ہیں[1]۔ اسی طرح تمام احوال ومقامات
کو قیاس کر لو۔ یہ بھی سمجھہ لو کہ ہر ایک ولی جناب الٰہی میں اپنے نبی کی روحانیت یعنی
شریعت کے توسط سے ترقی کرتا ہے۔ بعض اولیا جو انتہا رکمال رکھتے
ہیں اُن کو اس فیض کے پہونچنے کی کیفیت معلوم ہوتی ہے اور بعض کو اس کی
خبر بھی نہیں ہوتی۔ سمجھتے ہیں کہ خدا نے مجھہ سے یہ فرمایا ہے حالانکہ وہ اُن کے نبی کی
روح ہوتی ہے۔ یہاں بہت سے باریک نکات ہیں جنکے مفصل بیان کرنے کی اس
مختصر میں گنجائش نہیں ہے۔

اُمتِ محمدیہ کے بعض اولیا رتمام انبیائے پیشین کے مقامات کے وارث ہوتے
ہیں اور بعض ایک یا دو یا زیادہ انبیا کے وارث ہوتے ہیں۔ اس وراثت
کا مطلب یہ ہے کہ ان کو نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی فیض
پہونچتا ہے جو اُن انبیا کو پہونچا ہے کیونکہ تمام انبیاء پیشین کے انوار نور محمدی کے
اندر مندرج ہیں اور نور محمدی سب کا جامع ہے پس جس ولی کو نور محمدی
سے وہ حصہ ملا جو حضرت موسیٰؑ کو ملا تھا اس مناسبت کے سبب سے کہا
جانے لگا کہ یہ ولی حضرت موسیٰؑ کے وارث ہیں اور جو نسبت کہ حصول فیض میں

---

[1] مثلاً جو توکل کہ حضور [illegible] کو تھا [illegible] توکل انبیا
کو حاصل تھا [illegible]

حضرت موسیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے وہی اِن ولی کو بھی ہوگی بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو ولی جس نبی سے نسبت رکھتے ہیں انتقال کے وقت انہیں نبی کی صورت اِن کے سامنے آتی ہے اور یہ ولی اُن نبی کا ذکر کرتے ہیں جسکو سنکر ناواقف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شخص یہودی یا نصرانی ہوگئے۔ سوا قطب کے کیونکہ قطب کے سامنے صورتِ محمدی کی تجلی ہوتی ہے اور اِن کا تعلق بھی قلب محمدی ہی سے رہتا ہے میں سب سے پہلے ایسے شیخ سے ملا تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قلب پر تھے پھر میں بہت سے ایسے مشائخ سے ملا جو حضرت موسے و ابراہیم وغیرہ انبیا علیہم السلام کے قلب سے تعلق رکھتے تھے۔ مگر یہ ایسی بات ہے کہ جس سے ہمارے یارانِ طریقت کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔

یہ بھی معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے عالم ارواح میں تمام انبیاء کو اُن کے علوم و شرائع اور مقامات عنایت کئے تھے۔ یہانتک کہ آپ خود سب سے پیچھے تمام خلائق کی رہنمائی کے واسطے تشریف لائے پس جو انبیاء کہ اُسوقت موجود تھے (مثل خضر و الیاس علیہما السلام کے) یا آسمان سے نازل ہونگے (مثل عیسیٰ علیہ السلام) وُہ حضور کی اُمت ہونے میں ہم ہی جیسے ہیں۔ گذشتہ انبیا کی اُمت کے اولیاء نے اپنا حصہ اپنے انبیا سے لیا اور اُن کے انبیا نے ہمارے حضور سے پس گویا حضور سے فیض لینے میں حضور کی اُمت کے اولیا اور انبیاء پیشین برابر ہیں جیساکہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اور خداوند تعالیٰ

---

[1] جب اہل اللہ کے انتقال کا وقت ہوتا ہے تو یہ بارہ صورتیں اُن کے سامنے آتی ہیں صورۃِ علم۔ صورۃِ عمل صورۃِ اعتقاد۔ صورۃِ مقام۔ صورۃِ رسول۔ صورۃِ فرشتہ۔ صورۃِ اسم انا علمہ الٰہی۔ صورۃِ اسم انا سماء نعوت۔ صورت اسم از اسمائے تنزیہ مثل قدوس۔ صورۃ اسم از اسماء ذات مثل ھُو ۱۲ منہ یعنے ہماری طرح سے اُن کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا اتباع لازم ہے ۱۲ منہ

یعنے میری اُمت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا جیسے ہیں ۱۲ ✤ ✤ ✤

فرماتا ہے لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا[1]
تم کو لازم ہے کہ خلوت میں اپنی پوری ہمت وراثتِ کلیہ محمدیہ حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرو تاکہ سب سے اعلیٰ ترقی حاصل ہو۔ یہ بھی سمجھ لو کہ حکیم اور محقق کامل وہی شخص ہے جو ہر ایک وقت وحال میں وہی معاملہ اختیار کرے جو اس وقت کے لائق ہے۔ تمام احوال ومقامات کو باہم خلط ملط نہ کردے یہی وراثت محمدی ہے کیونکہ حضور[2] تمام تیوں کے سردار ہیں۔ دیکھو حضور پروردگار سے مقام قاب قوسین میں پہنچے مگر حضور پر اس کا اثر ظاہر نہ ہوا اسی وجہ سے مخالفوں نے معراج سے انکار کیا اور موسیٰ علیہ السلام طور ہی پر پہونچے تو ان پر اس کا اثر نمودار ہو گیا[3] اور مخالف انکار نہ کر سکے۔

یہ بات ضرور ہے کہ جب سالک پر مختلف احوال اپنا اثر کرتے ہیں تو وہ ان میں آمیزش کرنے لگتا ہے مگر اس وقت لازم ہے کہ یہاں سے بہت جلد ترقی کرکے حکمتِ الٰہیہ کے مقام میں جا پہونچے جو ظاہر میں قانون معتاد کے موافق جاری ہے۔ اور یہ اسطرح ہوگا کہ اظہار کرامت وخرقِ عادات کو اپنے باطن کیطرف متوجہ کرے اور ہر سانس میں رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا[4] کہے جائے اور یہ کوشش کرے کہ اسکا وقت ہی اسکا سانس بنجائے اور جو وقت اسکے قلب پر نزول کرے اسپر عاشق نہ ہو جائے بلکہ اسکو یاد رکھے کیونکہ جب مقام شیخوخت وارشاد میں پہونچے گا تو مریدوں کو ترقی کرانے میں ضرورت پڑے گی۔

[1] یعنے تاکہ تم دیگر امتوں پر گواہ بنو اور تمہارے رسول تم پر گواہ ہوں [2] حقیقۃ یعنے اصحاب حکمت جو ہر ایک کام اسکے محل وموقع کے موافق کرتی ہیں۔ یہی لوگ سرداران طریقت ہیں اور انہیں کو شطار و اہل محبت کہا جاتا ہے ان سب کے سردار حضور سید العالم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں ۱۲ [3] یعنے جب حضرت موسیٰ کوہ طور پر تجلی سے مشرف ہوئے تو آپ کی پیشانی پر ایک نور چمکنے لگا کوئی اسکو دیکھ نہ سکتا تھا۔ اس نشانی سے سب کو حضرت موسیٰ کی تصدیق ہو گئی ۱۲ [4] یعنے اے پروردگار میرے علم کو زیادہ کر ۱۲

بعض مشائخ نے مقامات کے تحفظ کو چھوڑ کر محض حضوری ہی میں ترقی کی ہے چنانچہ کسیکو ہر ساعت
میں حضوری ہوتی ہے کسیکو ہر روز میں کسیکو ہر جمعہ میں کسیکو ہر مہینہ اور کسیکو ہر سال اور
کسیکو تمام عمر میں ایک ہی دفعہ ہوتی ہے اور بعض ایسے ہیں جنکی حضوری کا کوئی وقت نہیں ہے
جس نے اپنی سانسوں کی محافظت کی تو وقت و ساعت سب کی حفاظت ہوگئی اور
جس نے ایسا نہ کیا اس نے سب کچھ کھو دیا۔

آدمی کی بلند ہمتی ہی سے اسکے وقت و مرتبہ اور علم و فضل کا اندازہ کیا جاتا ہے جسمیں ہمت نہو اور وہ سلوک
الٰہی میں قدم رکھے تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے اپاہج آدمی کام کرنا چاہے۔ جو لوگ جنت کیخاطر عبادت
کرتے ہیں وہ عابد اور صاحب صبر ہیں اور وہ ان انکشافات سے محروم ہیں جو ہمنے بیان کئے جیسے
کہ جو شخص ریاکاری کی عبادت کرے وہ جنت اور ثواب سے بھی محروم رہتا ہے جسکے دل میں عالم ملک
کیطرف ذرہ برابر بھی تعلق باقی رہیگا عالم ملکوت کا دروازہ اسپر کھولا نہ جائے گا اور جسکے
دل میں عالم ملکوت کیطرف کچھ بھی توجہ باقی ہوگی اسکو علم و معرفت الٰہی کی ہوا بھی نہ لگیگی
لہذا سالک پر فرض ہے کہ پوری ہمت کے ساتھ متوجہ ہو یہانتک کہ عین حقیقت میں وصل
ہو جائے یہاں اسکی ہمت مٹ جائیگی اور یہ اس وصل کی انتہا نہ پائیگا۔ کیونکہ اگرچہ
ظاہر ہونے والا واحد ہے مگر ظہور کی وجوہات غیر متناہی ہیں لہذا واصل ہمیشہ تشنہ[1]
اور خوف زدہ رہتا ہے لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُونَ وَفِي هٰذَا فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ

تمت

لِلّٰہِ الحمد۔ کہ بتاریخ ۲۶ ماہ مبارک جمادی الثانی یوم پنجشنبہ ۱۳۳۸ھ ہجری نبوی صلعم
اس رسالہ کے ترجمہ سے فراغت ہوئی

سید ابن علی نظامی دہلوی خادم آستانہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس اللہ سرہٗ آستانہ شریف
(صوبہ دہلی)

۱؎ تشنہ اس سبب سے کہ ہر ایک مشاہدہ میں اسکو نیا لطف اور نئی لذت حاصل ہوتی ہے اور خوف زدہ اس بات سے کہ کہیں مشاہدہ موقوف نہ ہو جائے۔
کام کرنیوالوں کو چاہئے کہ ایسے ہی کام کریں اور رغبت کرنیوالوں کو چاہئے کہ ایسی نعمت میں رغبت کریں ...

روائح روحیہ

مصنفہ حضرت قطب حقیقت شیخ محمد بن ابی سعید الحسینی قدس سرہٗ

مترجمہ

سید یٰسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً للہ والحمد والحامد والمحمود هو مصلیاً لرسول اللہ والرسول والرسالۃ والمرسل هو

اس کتاب میں خدا کی حمد کیساتھ شروع کرتا ہوں حالانکہ حمد و حامد و محمود وہی ہے اور رسول خدا پر درود کے ساتھ حالانکہ رسول و رسالت و مرسل وہی ہے۔ کہتا ہوں کہ یہ وہ معانی شریفہ ہیں جو محمد بن ابی سعید حسینی کے قلب پر عالم غیب سے وارد ہوئے اور اس نے ان کو تحریر میں لانا چاہا حالانکہ قائل اور قول و مقولہ وہی ہے۔ اس کتاب کا نام روائح روحیہ کہا ہے اور اسم و مسمّی وہی ہے خدا سے طالب امداد ہوکر اور مستعین و استعانت و مستعان وہی ہے۔ میرے تمام تحیات و سجدات قلب سلیم و روح صمیم کیساتھ اس نور پاک کے واسطے ہیں جو ہمیشہ ثابت غیر متغیر اور ایک حالت پر رہنے والا ہے جیسا پہلے تھا ویسا ہی اب بھی ہے عالم کے متغیر ہونے سے اسکو تغیر نہیں ہوتا جوانب و اطراف کی نسبت سے وہ پاک اور منزہ ہے حالانکہ وہی جوانب و اطراف ہے مقدس ہے اماکن و ازمان سے حالانکہ وہی اماکن و ازمان ہے نہ اسکو شرقی کہہ سکتے ہیں نہ غربی نہ جنوبی نہ شمالی نہ فوقانی نہ تحتانی نہ زمانی نہ مکانی حالانکہ وہی شرقی و شرقی

اور غرب و غربی اور جنوب و جنوبی اور شمال و شمالی اور فوق و فوقانی
اور تحت و تحتانی اور زمان و زمانی اور مکان و مکانی ہے۔ نہ اُسکی ابتدا ہی
نہ انتہا حالانکہ وُہی ابتدا و انتہا اور مبدا و منتہی ہے بلکہ وُہی دائم و
دائم بلازوال و بغیر فنا رہے اور وُہی عین علم و معرفت ہے۔ اُسکی طرف پہونچانے
والا راستہ بجز اپنے نفس کی معرفت کے اور کچھ نہیں ہے اور اسیکی طرف
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے کہ جس نے اپنے نفس
کو پہچانا اُس نے خدا کو پہچانا۔ الغرض اِس نسخہ عجیبہ میں اِن کلمات شریفہ کیساتھ
اُس شخص سے خطاب کیا گیا ہے جو اِس عالمِ ناسوت کی قید سے کہ جو قید آہنی سے
سخت تر ہے رہائی و خلاصی کا عزم بالجزم کرے اور تجلی وحدت و تجرد ماسوا کا
طالب بنے۔

جو شخص یہ قصد نہ رکھتا ہو اُس کے ساتھ ہمارا خطاب نہیں ہے کیونکہ نہ وُہ اسکو سمجھیگا نہ
اُسکو اِس میں ذوق حاصل ہوگا اور نہ اُس شخص سے خطاب ہے جو مقام قرب سے
مشرف ہو چکا کیونکہ اُسکو ہماری ہدایات کی ضرورت نہیں رہی۔ الغرض کامل اور
تجربہ کار مرشد کی تلاش سب سے پہلے واجب ہے خداوند تعالیٰ کا فرمان ہے کہ
اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں سے دریافت کرو۔ جب تک عنایت خداوندی
شامل حال نہیں ہوتی مرشد کامل نہیں ملتا اور نہ معرفت کا ملہ حاصل ہوتی ہے کیونکہ
تعلقاتِ عالم فانی کے سمندر کو عبور کرنا اور خودی کو چھوڑنا بغیر اُسکی امداد کے ممکن
نہیں ہے اُسیکی توجہ سے اِس دریا کی امواج اور طغیانی میں سلامت رہ سکتا
ہے یہ تعلقات ایسی سخت بیماری ہیں کہ اِن سے وُہی صحیح و سالم رہ سکتا ہے
جو ہر وقت اِس فکر میں مستغرق رہے کہ میں کون ہوں اور یہ عالم کیا ہے اور اسکے
ظہور میں کرنے سے کیا مقصد ہے۔ جب تم اِس فکر کو دائمی رکھو گے تو اُمید ہے کہ

اس عالم کی قید سے خلاصی اور اس بیماری سے صحت پاؤ گے۔ وہی ہدایت کرنے والا ہے اور اُسیکی طرف واپس جانا ہے۔ رائحہ جس شہر و قریہ میں مرشد کامل نہ ہو طالب صادق وہاں ایک لحظہ و لمحہ نہ ٹھہرے اور اُسکو تلاش کرتا رہے جب وُہ ملجائے تو اُسکی خدمت اور صحبت کو لازم پکڑے اگرچہ وُہ شیخ کامل اِسکی طرف متوجہ نہو اور اس سے بات چیت بھی نہ کرے اور نہ حق کی راہ بتائے کیونکہ جب وُہ خالی الذہن ہو کر خود بخود کوئی بات کہے گا یا کسی اور سے کوئی بات کرے گا تو اس میں تمہارا ہی سبق ہوگا لہذا تم کو ایسے شیخ کی تمام باتیں نہایت غور و خوض کے ساتھ خیال کرنی اور اُن پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ شیخ ہی معارف اور حقائق کی انتہا و کمال پر پہونچانے والا اور حیات ابدی کا بخشنے والا ہے جو عارفین کی صحبت اور اُن کے اقوال و افعال پر عمل کرنے سے میسر ہوتی ہے رائحہ انسان کامل وُہی ہے جو شریعت طریقت حقیقت اور معرفت کا جامع ہو۔ اور جو اِن کا جامع نہو گا وُہ ناقص ہے۔ سلوک کی تین قسمیں ہیں (۱) سلوکِ شریعت (۲) سلوکِ طریقت (۳) سلوکِ حقیقت یہاں جس سلوک کا بیان کیا جاتا ہے وُہ سلوک حقیقت ہے اور یہ دو شرط پر مشروط ہے ایک مرشد کامل دوسرے طالب صادق جو اِس راستہ کو طے کرنے کی پوری استعداد اور قابلیت رکھتا ہو شیخ سے جو کچھ سُنے اُسکو سمجھے اور جانے کیونکہ حق کا راستہ اور اُسکی معرفت نہ مرشد میں ہے نہ کتابوں میں بلکہ یہ صرف طالب کے اندر ہے لہذا طالب اِسکو اپنے اندر تلاش کرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا یہ حضور نے نہیں فرمایا ہے کہ جس نے مرشد کو پہچانا یا کتابوں کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا پس راستہ طالب کے اندر ہے نہ مرشد و کتاب میں اور نہ زمین آسمان

میں اور جو شخص اپنے غیر میں اسکو تلاش کرے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی
گردن میں ہار ہو اور وہ بہولکر تمام جہان میں تلاش کرتا پھرے تو کیسے پائیگا اور جب
کوئی اسکو بتادے کہ تیرا مطلوب تیری گردن میں ہے تب وہ خبردار ہوکر پالیگا بس
مرشد کامل سے یہی تنبیہ مقصود ہے۔ یا طالب کی مثال ایسی سمجھئے جیسے کسی کے گھر میں
اشرفیوں کا خزانہ مدفون ہے اور اسکو خبر نہیں وہ تمام دنیا میں مارا مارا پھرتا ہے
اور یہ نہیں جانتا کہ خزانہ گھر میں موجود ہے۔ رائحہ انسان کا یہ خاصہ ہے کہ جب یہ پوری
توجہ اور میلانِ کامل کیساتھ کسی چیز کیطرف متوجہ ہوگا تو اسی کا رنگ اور اسیکی صورت
اختیار کریگا۔ انسان کے اندر یہ خاصہ رکھنے سے حق جل شانہ کا یہی مقصد ہے کہ انسان
اسیکی طرف متوجہ ہوکر غیر کے وہمی نقوش لوحِ دل سے محو کردے تو وہی بن جائیگا
عاقل وہی ہے جو ہمیشہ حق کی طرف مائل اور اسیکے فکر میں مستغرق ہو اور اپنے نفس
کیطرف نظر نہ کرے۔ جب تم ہمیشہ حق کے ثابت اور غیر کے نفی کرنے میں مشغول ہوگے
تو تم کو یقین ہو جائیگا کہ خدا ہی موجود ہے اسکے سوا کچھ موجود نہیں اسیکے سوا جو کچھ ہے
وہ سب خیالِ باطل اور وہم فاسد ہے۔ ظاہر و باطن وہی ذات واحد ہے۔ پھر تمکو اسقدر مشق
بہم پہونچے گی کہ ایک لحظہ اس فکر کے بغیر نگذریگا اور یہی فکر تمہارے اندر ایک عجیب
سکون و اطمینان کی حالت پیدا کریگا اور تمکو صفاء باطن قرار و یقین اور ٹھنڈک حاصل ہوگی
تمام رنج و غم سے تم کو راحت نصیب ہوگی اور تم ایسی بقا کے ساتھ باقی ہو جاؤگے جسکے
بعد فنا نہیں ہے اور تم ہی وہ زندہ ہوگے جو کبھی نہیں مرتا۔ رائحہ تم کو اپنی ذات کا اس
طرح ملاحظہ کرنا چاہئے کہ تمہاری ذات بالکل لطیف ہی لطیف ہے کیفیت وکمیت کے
ساتھہ متکیف نہیں ہوتی زندہ دائم و قائم اور عالم و صافی ہے قالب سے اسکو کچھ نسبت
نہیں اور نہ اس کے ساتھ کوئی تعلق رکھتی ہے مگر ایسا کہ جیسے انسان کو لباس یا مرکب سے
تعلق ہوتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھو کہ تمہاری ذات بذات خود قائم ہے اور کسی دوسرے کی محتاج

نہیں ہے نہ اسکو انتقال وزوال اور حرکت وسکون ہے بلکہ وُہ ہمیشہ ایک ہی حالت پر برقرار ہے اور پھر تم کو کسی سے اُمید اور بھروسہ نہ رکھنا چاہیئے اور خیال کرنا چاہیئے کہ میرے اندر تغیر و تبدیل اور ابتدا و انتہا نہیں ہے اور میں اپنے ماسوا سب سے مستغنی اور ہر ایک نقص وعیب سے منزہ ہوں میرا کسی سے میل جول نہیں ہے اور میں سب کے اندر مختلط ہوں آسمان وزمین کی تمام موجودات کے اندر میں موجود ہوں میرے سوا کوئی موجود نہیں ہے جو کچھ کہ دکھائی اور سُنائی دیتا ہے وُہ میں ہی ہوں اور جو کچھ بولا اور خطاب کیا جاتا ہے وُہ میرے سوا کچھ نہیں ہے۔ جب یہ حالت تم کو حاصل اور تمہارے اوپر منکشف ہو جائے تو بیشک تم مطلوب سے واصل بلکہ عین مطلوب ہو گئے۔ راقم تم کو یہ بھی جان لینا ضروری ہے کہ تم علم اور عیش وراحت کے دریائے ناپید اکنار ہو۔ تمام ارواح و اجسام تمہاری موجیں اور حباب ہیں جو تم ہی میں سے ظاہر ہو کر تمہارے اندر فنا ہو جاتے ہیں تمہاری ذات میں ان کے وجود وعدم سے کچھ تغیر و تبدل یا زیادت و نقصان نہیں ہوتا تم اسوقت بھی ایسے ہی ہو جیسے کہ پہلے تھے راقم جب یہ معرفت حاصل ہو گی اور تمہارے دل کی نگاہ سے تمہاری ہستی فنا ہو جائیگی اور تمام عالم آسمان وزمین چاند سورج وستارے سب مٹ جائینگے اسوقت صرف ایک ذات واحد قہار باقی رہے گی جیسا کہ اس کا فرمان ہے کہ ہر ایک چیز ہلاک ونابود ہونے والی ہے سوا اسکی ذات کے اور جو کچھ کہ زمین پر ہے سب فنا ہونے والا ہے صرف تمہارے پروردگار جلال اور بزرگی والے کی ذات باقی رہے گی۔ اس وقت تمہارے اندر سے یہ ندا پیدا ہو گی کہ آج کے دن کس کی سلطنت ہے خدائے واحد قہار کی یہی قیامت ہے اور اسکے بعد تمہارا وجود کثیف لطیف بن جائیگا۔ اور وُہ بقا حاصل ہو گی جسکے بعد کبھی فنا نہیں ہے اسیکو بعث ونشور کہتے ہیں۔ اور اس وقت تم کو بہشت کامل لذتِ دائم ونعمتِ قائم حاصل ہو گی جسکو کبھی فنا نہیں ہے خدا فرماتا ہے کہ اسکے میوے ہمیشہ رہنے

والے ہیں اور فرماتا ہے کہ اُن کے چہروں میں نعمتوں کی سرسبزی معلوم ہوگی یہی دخول جنت ہے۔ رائحہ بصیرت اور اعتبار کی نظر سے جو شخص اپنے نفس کے اندر غور کرے گا وہ اپنے ظاہر و باطن میں ایک ایسی ذات پائے گا جو تمام عالم پر محیط ہے اور جو یہ لحاظ نہ کرے گا اُسکو کچھہ معلوم نہ ہوگا جیسے کہ اگر کوئی خالی کوزہ میں نظر کرے تو اسکے اندر و باہر ہوا کو محیط پائے گا ورنہ کوزہ کو بھی نہ پائے گا۔ لہذا تم کو صاحب بصیرت بننا چاہیے تاکہ حق حاصل ہو۔ لوگوں کے وہم و گمان کو کافی نہ سمجھو ورنہ مقصود سے محروم ہوجاؤ گے۔ رائحہ جنکے نزدیک دوست اور دشمن حسن و قبح۔ ہنسنا اور رونا۔ بخشش و منع۔ مدح و ذم برابر ہو اور تمام رنج و غم قیود و تعلقات سے جدا ہو کر دائمی فرحت حاصل کرکے غلامی سے آزاد ہو چکے ہوں اُن کے نزدیک وُہ شخص غلام ہے جو قالب کی آراستگی اور اُسکی زیب و زینت میں مشغول ہو اور آزاد وُہ شخص ہے جو قالب اور اُسکی زینت کو نظر انداز کرکے معرفت و فناء نفس میں متوجہ ہو۔ لہذا تم کو آزاد بننا چاہیے نہ غلام۔ رائحہ کثرت اور اثنینت سے خالص ہونا ہی آب حیات اور خالص نہ ہونا زہر قاتل ہے جس نے دو کا گمان کیا یعنے اپنے وجود اور حق کے وجود کا مُقر ہوا وُہ حرام موت مرگیا اور جسپر وحدت منکشف ہُوئی اور اُس نے خدا کے سوا کچھہ نہ دیکھا اس نے آب حیات نوش کیا اور ہمیشہ کے واسطے زندہ ہوگیا۔ آب حیات سے یہی مراد ہے۔ رائحہ جس نے تعلقات کو جلا کر راکھہ نہ کیا اور لذت و تمنا نہ چھوڑی وُہ کبھی واصل بحق نہیں ہو سکتا۔ اِن کے جلانے کی یہی ترکیب ہے کہ ہمیشہ اِس فکر میں مستغرق رہے کہ میں کون ہوں اور عالم کیا ہے جو اس فکر پہ مداومت کرے گا حق تعالے اُس پر تجلی فرمائیگا اور اسطرح ظاہر ہوگا جیسے دودھ میں سے گھی ظاہر ہوجاتا ہے۔ رائحہ جو شخص یہ بات جان لے گا کہ تمام اشیا عین حق ہیں اور حق کے سوا کچھہ موجود ہی نہیں ہے

اور اس فکر میں مستغرق رہے گا تو جو باتیں لوگوں کے نزدیک قبیح اور بُری ہیں اسکے نزدیک عمدہ اور اچھی ہونگی یہی آبِ حیات ہے اور اس وقت قالب عنصری بھی روح کی صفت اختیار کرے گا اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا بھید ظاہر ہوگا کہ ہمارے اجساد ہماری ارواح ہیں۔ جس شخص کی یہ حالت نہ ہو اسکے واسطے کل اشیا زہر قاتل ہیں۔ رائحہ جاہل یہ خیال و گمان کرتا ہے کہ وجود عنصری زائل ہونے کے بعد روح چلی جاتی ہے یہ نہیں جانتا کہ روح کسی جگہہ سے نہیں آئی جہاں چلی جائے یہ صرف اسکا وہم و خیال ہے مثلاً ہوا سے بھرے ہوئے کوزہ کو اگر توڑ دیا جائے تو ہوا کہاں چلی جائے گی پس روح اپنی کمالِ لطافت کے سبب مخفی اور اپنی دوام بقا کے ساتھ باقی ہے پس یہی عین فرحِ دائمی بلا زوال ماضی و حال و استقبال سے منزہ اور کون و غیر کون سے پاک ہے اسکو سمجھو اور ہمیشہ کی خوشی حاصل کرو۔ رائحہ عالم ایک خیالِ محض اور وہم باطل ہے اگر تم اسکو دور کرنا چاہتے ہو تو اپنے قلب سے میں اور تُو اور یہ اور وُہ نکال دو اور سمجھ لو کہ یہ ایسا سانپ ہے جس سے بچنا اور دور رہنا ضروری ہے۔ اس عالم پر وہی شخص مفتون ہے جو اسپر پسندیدگی اور غیریت کی نظر رکھتا ہے اور جو اسکو فنا و زوال کی نظر سے دیکھتا اور جانتا ہے کہ یہ محض ایک طلسم ہے وُہ اس سے فارغ ہے اور اُسکی نظر اُس ذات پر رہتی ہے جو ہر ایک ذرہ میں ساری ہے پس وُہ ہر وقت خوش رہتا اور ہر شئے سے لذت و ذوق حاصل کرتا ہے جیسے بینا ہر رنگ کو دیکھکر خوش ہوتا ہے اور نابینا اس خوشی سے محروم ہے۔ رائحہ متقیدات یعنے عالم کی نسبت ذات باری تعالیٰ سے ایسی ہے جیسے امواج کی نسبت دریا سے عارف وہی ہے جو ان دونوں میں فرق نہ کرے اور اِن کی وحدت کو جانے جاہل اس بات سے ناواقف ہے غیر اور ماسوا کا اقرار کرتا ہے لہٰذا مشرک ہے خداوند تعالےٰ فرماتا ہے کہ اُن میں سے اکثر خدا کے ساتھ ایمان نہیں لاتے

مگر اسطرح کہ اُسکے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے ہیں تم ہمیشہ یہ سمجھو کہ عالم عین حق
اور حق عین عالم ہے اسکے تعین و تشخص کیطرف نظر نہ کرو کہ تعین ممکن ہے اور باعتبار
حقیقت و ماہیت کے واجب الوجود ہے۔ رائحہ جو شخص فقیر عارف بن گیا اسکو
عالم اور عالم کے تعلقات نقصان نہیں کرتے تمام عالم اسکے سامنے ایسا ہوتا ہے جیسے بلور
کے اندر چیزیں رکھی ہوں موت و حیات اسکے نزدیک برابر ہوتی ہے کوئی چیز اسکے
اندر تغیر و تبدل نہیں کر سکتی پس یہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ رائحہ تمام حمد و شکر اور مدح
و ثنا خدا کی طرف سے خدا ہی کے واسطے ہے پس وہی مدح اور مادح اور ممدوح ہے
اور وُہی کل اور کل کے اندر ساری اور کل سے منزہ ہے۔ رائحہ تمام عالم مع
اس کثرت ظاہری کے حق کا لباس ہے اسکے باطن میں حق تعالےٰ اپنی وحدت حقیقی اور
لطافت اصلی کے ساتھ ہے جیسا پہلے تہا ویسا ہی اب ہے الوان کے تغیر سے متغیر
نہیں ہوتا پس تم کو بھی باطن میں سب سے جدا اور ظاہر میں سب سے پیوستہ
ہونا چاہئے۔ رائحہ تمہارا قالب گوشت۔ چربی۔ ہڈی اور خون کا ہے اور تم بنسبت
اپنے قالب کے نور و نورانی لطیف مقدس عین علم و معرفت اور عین جلال و جمال ہو
پس اپنی ذات کو پہچانو اور کوشش کرو قالب میں مشغول نہ رہو بلکہ تمہاری ذات
ہی تمام خیر کی معدن ہے اور تم ہی ہر چیز ہو اور تمہارے اندر ہر چیز ہے۔ تمکو ہمیشہ اپنے
باطن میں نظر کرنی چاہئے تاکہ تمہارے باطن کی ہر چیز تمہارے آگے اسطرح ظاہر
ہو جائے جیسے کہ ظاہر کی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ رائحہ اشیا کا ادراک کرنے
والا ظاہراً و باطناً حق تعالیٰ ہے نہ تم پس اگر تم اس حالت کا ظہور اور درمیان سے
اپنی نفی چاہتے ہو تو تم جس طرح کہیں اُسکے موافق عمل کرو یعنے جب تمہاری کسی چیز پر
نظر پڑے تو یہ سمجھو کہ وُہ چیز اور اُس کا دیکھنے والا حق تعالیٰ ہی ہے نہ میں اسیطرح
جو بات سنو تو یہ سمجھو کہ جو کچھہ سنا اور جس نے سُنا وہ سب حق تعالےٰ ہی ہے تم نہیں

اور جو کچھہ تم جانو تو یہ سمجھو کہ جو کچھہ جانا اور جس نے جانا وہ حق تعالیٰ ہی ہے نیز
اسیطرح تمام حواس ظاہری و باطنی کے افعال کو خیال کرلو اور اس خیال پر مداومت
کرو اپنی طرف کسی چیز کو منسوب نہ کرو یہانتک کہ اپنی خودی کی بالکل نفی ہو کر حق تعالے
ہی باقی رہے تمہاری خودی ہی حجاب ہے پس اے حجاب والے اس حجاب کو اٹھا
رائحہ ظاہر ہیں تمہارے علم کے ساتھہ تین چیزیں لازم ہیں علم عالِم اور معلوم- علم
اس نسبت کا نام ہے جو عالم اور معلوم کے درمیان ہے اور معلوم علم کے ساتھ
مشروط ہے پس صرف عالِم ہی باقی رہا جو تم ہو اس بات کا ہر وقت ملاحظہ رکھو
یہانتک کہ حق ہی کا موجود ہونا ظاہر ہو جائے اور یہی مطلوب ہے رائحہ تم کو ہمیشہ
یہ فکر کرنا چاہیے کہ میں عین عالم ہوں اور عالم عین میرا ہے میرے سوا نہ کچھہ
ہے نہ ہوگا میں ہی دائم ہوں اور میں نے ہی ہزار در ہزار صورتوں میں ظہور کیا
ہے باوجودیکہ میں ایک ہوں اور جیسا کہ پہلے تہا ویسا ہی اب ہوں نہ مجھہ میں تعدد
ہے نہ تکثر نہ اتصال ہے نہ انفصال اگر تم کو یہ حالت حاصل کرنی ہے تو اس فکر
میں مصروف ہو جاؤ- ہر شخص کا علم و فعل جداگانہ ہے مگر عارف کا علم و فعل کچھہ اور
ہی ہے کیونکہ عارف کل کو حق اور حق سے جانتا ہے غافل اس لطیفہ سے غافل ہے
مثل جانوروں کے بلکہ اُن سے بہی زیادہ تر گمراہ ہے- رائحہ تم کو لازم ہے کہ
اپنی ذات کو بری اور علحدہ ملاحظہ کرو کیونکہ حق اپنی نسبت اور علاقہ کے سبب روح
کے ساتھہ نام رکہا جاتا ہے اور جب یہ نسبت و علاقہ اٹھ گیا اسوقت روح اور اس کا
مسمّی یعنے حق ظاہر ہوتا ہے پس روح اور صاحب روح ایک ہے- رائحہ قرب اور
بعد تمہاری ہی طرف سے ہے یعنے جب تک تم اپنی ذات کو غیر حق ملاحظہ کرتے ہو حق سے
دور ہو اور جب غیریت کو درمیان سے ہٹا دیا قریب ہو گئے- حق تعالیٰ نہ تم سے قریب ہے نہ
بعید بلکہ وہ تو عین تم ہی تم ہو- تمہارا عکس ہونا باعتبار تعین و تجدد کے ہے- اگر تم اپنے

نفس کو متعین و محدود ملاحظہ کرو تو ممکن الوجود ہوا اور اگر اپنی حقیقت کو ملاحظہ کرو تو واجب الوجود ہو خلاصہ یہ کہ تعین کے ساتھ نظر کرنے سے بندہ ہو جاؤ گے جب اِس تعین کو نظر سے اٹھا دو تو وُہی ہو گا جو پہلے تھا۔ رائحہ معرفت عارف اور معروف کے مابین ایک حجاب ہے جب یہ حجاب درمیان سے دور ہو گا مقصود بلا حجاب تجلی کرے گا اور مطلوب بغیر نقاب کے ظاہر ہو گا یہی کمال ہے اور جس میں یہ بات پیدا ہو وہی انسان کامل ہے عالم اُسکے زیر حکم اور اُسکی برکت سے باقی رہتا ہے۔ رائحہ حق تعالیٰ حلول واتحاد سے منزہ و مقدس اور بغیر حلول و اتحاد کے ہر ایک ذرہ میں ساری ہے حلول و اتحاد کے گمان کرنے والے سخت غلطی اور خبط میں پڑ گئے ہیں رائحہ تمام عالم کا خلاصہ انسان ہے اور انسان کا خلاصہ عقلاء اور عقلاء کا خلاصہ علما اور علماء کا خلاصہ طالبانِ حق اور طالبانِ حق کا خلاصہ عرفاء ہیں۔ اگر تم نے ایک ہزار حج کئے اور ایک کرور روپیہ کا صدقہ دیا اور سو برس روزہ رکھے اور رات دن نماز پڑھی اور تمام کتب خداوندی کی تلاوت بجالائے اور تمام علوم و فنون حاصل کئے مگر معرفتِ حق حاصل نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا ساری عمر برباد کی بلکہ اپنے آپ کو زہر سے ہلاک کیا اسواسطے تم کو چاہئے کہ اپنی موت و زندگی میں غور کرو اور معرفت الٰہی کے حاصل کرنے میں کوشش شروع کر دو کیونکہ ظہور و بروز سے وُہی مقصود ہے خدا فرماتا ہے کہ تم نیکی کو نہ پاؤ گے جبتک کہ اپنی پسندیدہ اور محبوب چیزوں میں سے خرچ نہ کرو یعنے اپنی ذات کو خرچ کرو کیونکہ ذات سے زیادہ محبوب چیز کچھ نہیں ہے۔ اگر ایسا نہ کیا تو جانوروں سے بھی زیادہ گمراہ ہو۔ رائحہ دو روحیں ہیں ایک مخلوق اور ایک غیر مخلوق جو روح الروح ہے اور اِسکے چار نام ہیں (۱) امرِ الٰہی (۲) وجودِ سادی (۳) روح اللہ (۴) روح القدس یعنے لفظ کن[1]

[1] یعنے جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تھا اور اسکی ذات ذات مطلق و ذات بحت تھی کوئی تعین اس میں قائم نہ تھا اسیکی طرف یہاں اشارہ کیا ہے کیونکہ تمام کائنات کی حقیقت و ماہیت وُہی ذات مطلق ہے۔ ۱۲ سید یسین علی نظامی دہلوی مترجم کتاب ہذا۔

اندر داخل ہونے سے پاک ومنزہ ہے اور خدا نے جو فرمایا ہے کہ میں نے آدم کے اندر اپنی روح پھونکی اس سے یہی روح مراد ہے اور اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ۔ سے بھی یہی مراد ہے یعنے محسوسات میں اپنے اجسام سے اور معقولات میں اپنے افکار سے جسطرف تم منہ کروگے اسیطرف روح القدس اسکے اندر متعین ہے کیونکہ یہ وجودِ الٰہی سے عبارت ہے جو بنفسہٖ قائم اور تمام عالم اسکے ساتھ قائم اور یہی روح شریفہ ہے۔ پس تمام عالم حیوانات ونباتات وجمادات روحِ واحد کے ساتھ زندہ ہیں اور اُن کی استعداد وقابلیت کے موافق اُن کے اندر فرق ہے مثلاً پانی کی حقیقت ایک ہے مگر زمین کے تفاوت سے اسکے مزہ میں فرق ہوجاتا ہے کہیں کھاری کہیں میٹھا۔ رائحہ انسان میں تین چیزیں ہیں جسم جو اسکی صورت ہے روح جو اسکے معنے ہیں اور سِر جو روح الروح ہے جب انسان پر بشریت وشہوانیت غالب ہوتی ہے جو اسکی صورت ہے اسوقت یہ اپنی صورت سے عادات ورسوم صوری کسب کرتا ہے اور اسکی روح روحیت کے اطلاق سے منتقل ہوکر حضیض صورت میں مقید ہوجاتی ہے جسکو قیدخانۂ طبیعت وعادت کہتے ہیں خدا کے فرمان میں سجّین سے یہی خانہ مراد ہے۔ اور جب انسان پر اسکی روح کا مقتضٰی یعنے ذکر دائم۔ فکر صحیح۔ قلتِ طعام۔ قلتِ منام۔ قلتِ کلام غالب ہوتا ہے اسوقت اسکی صورت لطافتِ روحی حاصل کرتی ہے اور یہ پانی پر چلنے اور ہوا پر اڑنے لگتا ہے نہ دیواریں اسکو روک سکتی ہیں نہ بعد مسافت اسکو مانع ہوتا ہے اور یہ اُن اصطلاح کے عالم کی سیر کرتا ہے جو قیدِ اجسام سے آزاد ہیں۔ فقط

للّٰہ الحمد کہ آج بتاریخ ۷ ماہِ ربیع الاول ۱۳۱۳ ہجری اس رسالہ تبرکہ کے ترجمہ سے فراغت ہوئی۔

مترجم سید حسین علی نظامی دہلوی خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ

رسالہ متبرکہ

جسکے مصنف کا نام و نشان معلوم نہ ہوسکا

مترجمہ

سید یٰسین علی نظامی دہلوی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریف خدا ہی کے واسطے ہے اور رحمت وسلام اُسکے برگزیدہ بندوں خصوصًا تمام انبیا و مرسلین کے سردار حضرت محمدؐ اور اُنکی تمام آل واصحاب پر نازل ہو۔ **امّا بعد**۔ طالبِ صادق۔ مُرید عاشق اور سالکِ مجتہد یعنے کوشش کرنے والیکو معلوم ہو کہ اس راستہ میں داخل ہونا بغیر حق کی طرف سے پوشیدہ تنبیہ کرنے والے کے ممکن نہیں نیز ہر ایک شخص کے واسطے اُسکے اعمال کے موافق ہر ایک مقام میں درجے اور ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کا مقام مقرر نہ ہو جو کتاب الوح محفوظ میں پہلے ہی ثابت ہو چکا ہے خدا کے حکم میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ جسکو خدا کی طرف کا متنبہ کرنے والا تنبیہ نہ کرے وہ ہوشیار نہیں ہوتا اور جو ہوشیار نہ ہوا وہ بیدار نہ ہوا وہ خدا کی طرف متوجہ ہونے پر قدرت نہیں رکھتا اور جس میں یہ قدرت نہیں وُہ خدا کی حضور میں سچی توبہ نہیں کرسکتا اور جس نے توبہ نہ کی وُہ ترک دنیا پر قادر نہیں اور جس نے ترک دنیا نہ کیا اسکو تجرید حاصل نہیں ہوسکتی اور جسکو تجرید حاصل نہ ہوئی وُہ تفرید کے لائق نہیں ہے اور جو تفرید کے لائق نہ ہوا وُہ راہروی میں اہل سلوک

آگے نہیں بڑھ سکتا حالانکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس راہ روی کا حکم فرمایا ہے
کہ راستہ طے کرو تفرید والے آگے بڑھ گیئے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ تفرید والے
کون لوگ ہیں فرمایا جنہوں نے ذکر الہی میں کوشش کی اور ذکر نے اُن کے بار عصیاں
کو اُن سے دُور کردیا اور وُہ قیامت میں ہلکے پھلکے چلے آئے نیز حضور نے فرمایا ہے کہ
ہلکے بوجھ والوں نے نجات پائی اور بھاری بوجھ والے ہلاک ہو گئے۔ جو شخص ہلکا پھلکا
نہ ہو وُہ اُس امانت کا بوجھ اٹھانیکے قابل نہیں ہے جسکے اٹھانے سے آسمان و زمین
نے انکار کردیا تھا اور یہ امانت توحید ہے۔ جو شخص امین نہ ہو اُسپر مردانگی کا نام صادق
نہیں آتا نہ وُہ خلعتِ عبودیت کا مستحق رہتا ہے کیونکہ عبودیت جو طریقت کے سو مقام
میں سے آخری مقام ہے اس میں اِسکو استقامت نہیں ہوتی اِس مقام سے بندہ
کا اپنی ابتدائی حالت کی طرف واپس آنا اور دُرّہ تاج افتقار کا حاصل کر نامراد ہے
جس نے شروع اور واپسی میں اس مقام کو درست نہیں کیا وُہ شیخوخت یعنے نبی
امی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت پانے کے قابل نہیں ہے اور نہ قطب ارشاد بننے
کی اہلیت رکھتا ہے۔ اُستاد طریقت حضرت ابو القاسم جنید بغدادی قواریری قدس سرہ
نے اہل خلوت کے واسطے آٹھ شرطیں تلخیص کی ہیں (۱) دوام وضو (۲) دوام ذکر
(۳) دوام خلوت (۴) دوام صوم (۵) دوام خاموشی غیر خدا کے ذکر سے (۶) ہر ایک
خطرہ کو دور کرنا نیک ہو یا بد ہو (۷) دوام تصور شیخ جو اِسکو اِسکی مراد تک پہونچانے
والا ہے پوری ارادت کے ساتھ (۸) کامل محبت تاکہ غیبی وقائع پیش آنے کے
وقت اِسکو استقامت میسر ہو اور کبھی قبض و بسط۔ حزن و سرور۔ رد و قبول
تنگی و فراخی۔ نعمت و نقمت عطا و بلا۔ خوف و رجا۔ ہیبت و انس وغیرہا احوال طاری
میں خدا پر اعتراض نہ کرے جسکو ان شروط ہشتگانہ کی رعایت و حفاظت کی توفیق
دی جائے گی اُسپر ان سو مقامات کا سلوک آسان ہوگا نیز سالک کے واسطے

ان چاروں۔ ارکان کے استحکام میں کوشش کرنا بہت ضروری ہے (۱) ایمان (۲) صبر (۳) تقویٰ (۴) احسان۔ اِن مقامات والے کو خداوند تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اپنی معیت خاصہ اور ولایت و محبت کیساتھ شرف و بزرگی دی ہے فرماتاہے کہ خدا ولی ہے ایمان والوں کا۔ بیشک خدا دوست رکھتا ہے صبر کرنے والوں کو۔ بیشک خدا متقیوں کے ساتھ ہے۔ بیشک خدا احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ آٹھوں شرطیں جو اوپر بیان ہوئیں انہیں چاروں ارکان کے لوازم سے ہیں کیونکہ دوام وضو اور دوام ذکر لوازم ایمان سے ہیں اور دوام خلوت و دوام صوم لوازم صبر سے ہیں۔ اور دوام خاموشی و دوام نفی خواطر لوازم تقویٰ سے ہیں۔ اور دوام تصور شیخ و دوام ترک اعتراض لوازم احسان سے ہیں پھر اِن چاروں ارکان کے چار دروازے ہیں رکن ایمانکا دروازہ طہارت ہے اور رکن صبر کا دروازہ توکل ہے اور رکنِ تقویٰ کا دروازہ توبہ ہے اور رکنِ احسان کا دروازہ قسط یعنے عدل ہے۔ اور خداوند تعالیٰ نے ان تمام اوصاف سے متصف لوگوں کو اپنی محبت کیساتھ بزرگی و شرف بخشاہے فرماتا ہے کہ خداوند تعالیٰ دوست رکھتاہے طہارت والوں کو اور دوست رکھتا ہے توکل والوں کو اور دوست رکھتاہے توبہ کرنیوالونکو اور دوست رکھتا ہے قسط یعنے عدل کرنیوالونکو رکن ایمان میں دروازۂ طہارت کے دو طبقے ہیں ایک طبقہ ظاہر سے تعلق رکھتا ہے یعنے وضو اور ایک باطن سے یعنے ذکر۔ اِسی طرح خلوت اور روزہ۔ رکن صبر میں دروازۂ توکل کے دو طبقے ہیں۔ اور خاموشی و نفی خواطر۔ رکن تقویٰ میں دروازۂ توبہ کے دو طبقے ہیں۔ اور تصور شیخ و ترکِ اعتراض رکنِ احسان میں دروازۂ قسط کے دو طبقے ہیں ان سب میں مداومت کی شرط لگی ہوئی ہے تاکہ ارکان کا استحکام نصیب ہو۔ سو مقاموں میں سے ہر ایک مقام ان ارکان کے سوابق ولواحق سے ہے یا اِن کے اندر منطوی ہے چنانچہ سو مقاموں میں سے ہر مقام کے

وہ درجے جو مبتدی کیساتھ مخصوص ہیں رکن ایمان ہیں پائے جاتے ہیں اور
جو درجے متوسط کے واسطے مخصوص ہیں وُہ رکن صبر کے اندر ہیں اور جو منتہی
کے لئے ہیں وُہ رکن تقویٰ میں پائے جاتے ہیں اور وُہ درجہ جس پر مبتدی
و منتہی و متوسط کے درجے گردش کرتے ہیں احسان میں پایا جاتا ہے جو تمام
درجوں کا قطب ہے جس نے اِن ارکاں کو جن پر قصر ولایت و محبت کی بنیاد قائم
ہے چاروں مراتب اور دسوں درجوں میں مستحکم کرلیا تو وُہ قصر میں تمام دروازوں
سے داخل ہوسکتا ہے اور اپنے بدن کے اصول یعنے عناصر اربع کی حقائق اور لطائف
عشرہ سُلالیہؔ و نُطفیہؔ و عَلَقیہؔ و مُضغیہؔ و عَظمیہؔ و لحمیہؔ و خُلقیہؔ و جنینیہؔ و صُوریہؔ و طِفلیہؔ اور
بانغیہؔ جو اپنے کمال کے وقت لطیفہ قلبیہؔ کا حامل ہوتا ہے اور جو ادراک کرنے والا اور
بدن کے خراب ہونیکے بعد باقی رہنے والا ہے اور یہ چھ لطائف بھی انہیں کے ساتھ ہیں نفسیہؔ
قلبیہؔ۔ سِریہؔ۔ رُوحیہؔ۔ خفیہؔ۔ اخفیہؔ۔ اور چالیس روز میں مٹی کا خمیر اُٹھنے اور دیگر اسرار پر
مطلع ہوگا جو وجود انسانی میں ودیعت رکھے ہیں اور یہ رتبۂ خلافت و سجدۂ ملائکہ اور علم اسماء اور
حمل امانت کا مستحق ہوا ہے وہ امانت جسکو انسان نے اُٹھایا اور بیشک یہ ظالم و جاہل تھا۔ ظالم
اِس سبب سے کہ اس نے ایسی چیز کے اٹھانے میں اپنی نفس پر ظلم کیا جس سے آسمان و زمین نے
بھی انکار کر دیا تھا کیونکہ محبوب کی محبت نے اِس کام پر اسکو آمادہ کیا۔ اور جاہل تھا یا اس
امانت کے بوجھ سے کہ اُسکی کیا رعایت اسکو واجب ہے اور یہ جہالت بھی اسکو غلبۂ محبت سے تھی
کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔ نیز سالک خداوند تعالیٰ کی ولایت و محبت
اور مومنین و صابرین متقین و محسنین کو معیۂ خاصہ کیساتھ بزرگی دینے اور مطہرین و توابین و مقسطین
کو محبت کی سرفرازی بخشنے کے اسرار سے بھی مطلع ہوگا۔ جو شخص اِن خاص اسرار سے مطلع ہو
وہی واصل موصل مکمل امین اور قطب ارشاد ہونے کا مستحق ہے آسمان و زمین اُسکے
مسخر ہیں اور اُس کا قلب حضرت محمد خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے قلب پر ہے

اور وہی تمام خلائق میں سے حضرت کے علم کا وارث ہی اے اللہ مجھکو بھی ان لوگوں
میں سے بنا دیجیے۔ آمین ؛

تمت

رسالہ وصول الی اللہ مصنفہ حضرت شیخ ابوالجناب نجم الدین کبریٰ قدس اللہ سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوندتعالیٰ کیطرف راستے ایسے ہی بیشمار ہیں جیسے خلائق کے انفاس یعنے سانس اور باوجود اس
کثرت کے یہ تمام طریقے تین قسم کے اندر محصور ہیں پہلا طریقہ اہل معاملات کا ہی یعنے جولوگ کہ بکثرت
روزہ و نماز اور حج و تلاوتِ قرآن اور جہاد وغیرہ اعمال ظاہری بجالاتے ہیں یہ راستہ اخیار
کا ہے اور اس راستہ سے تہوڑے لوگ بہت مدت میں پہونچتے ہیں دوسرا راستہ اہل مجاہدہ
وریاضت کا ہی جو درستی اخلاق۔ تزکیۂ نفس تصفیۂ قلب اور روح کے روشن کرنے اور
باطن کے تیار کرنے میں مشغول ہوتے ہیں یہ راستہ ابرار کا ہی اور بہ نسبت پہلے گروہ کے اس راستہ
سے زیادہ لوگ پہونچتے ہیں مگر یہ لوگ بہت نادر ہیں جیسے کہ ابن منصور نے ابراہیم خواص سے دریافت
کیا کہ تم کس مقام کی سیر کر رہے ہو انہوں نے کہا کہ میں تیس برس سے مقام توکل کی ہوا کھا رہا ہوں ابن
منصور نے کہا افسوس تم نے اپنی عمر تعمیر باطن ہی میں برباد کر دی پہر فنا فی اللہ کب حاصل کروگے۔
تیسرا طریقہ خدا کی طرف جلنے والوں اور خدا کیساتھ پاک ہونیوالوں کا ہی یہی طریقہ شطار کا ہی جو محبت اور
جذبہ کیساتھ راستہ طے کرنیوالے ہیں اور ان میں سے ابتدا میں اصل ہونیوالے اُن لوگوں سے زیادہ ہیں
جو انتہا میں واصل ہوتے ہیں یہ پسندیدہ راستہ موت ارادی پر مبنی ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ۔ یہ طریقہ دس اصول پر موقوف ہی (۱) توبہ یعنے بالارادہ خدا کی طرف
رجوع ہونا جیسے کہ موت رجوع بغیر ارادہ ہی خداوندتعالیٰ روح سے خطاب فرماتا ہی کہ یا ایتہا
النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ یعنے اے روح اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرجا توبہ

مطلب یہ ہی کہ گناہوں یعنے دنیا وآخرت کے مراتب سے جو حجاب ہیں باہر آجائے ۔ مشائخ طریقت
فرماتے ہیں طالب کو ہر ایک مطلوب سوا ذات باری کے ترک کرنا لازم ہے جیسے کہ کسیکا قول ہی کہ تیری
ہستی بھی ایسا گناہ ہی جسکی برابر کوئی گناہ نہیں (۲) دنیا میں زہد کرنا یعنے دنیاوی اسباب اور مال و
جاہ اور تمام خواہشات سے تہوڑی ہوں یا بہت باز آجانا جیسے کہ موت کیساتھ انسان ان سب سے
جدا ہو جاتا ہے اور بات یہ ہی کہ دنیا اور آخرت دونوں کو ترک کردے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے اہل آخرت پہ دنیا اور اہل دنیا پر آخرت حرام ہے اور اہل اللہ پر یہ دونوں حرام ہیں (۳) توکل یعنے
خدا پر بہروسہ کرنا اور تمام اسباب کسب کو خدا کے اعتماد پر چہوڑ دینا جیسے کہ موت کیساتھ تمام باتیں
چھوٹ جاتی ہیں اور جو خدا پر بہروسہ کرتا ہی خدا اسکو کافی ہوتا ہی (۴) قناعت یعنی تمام شہوات نفسانیہ
اور لذات حیوانیہ سے اسطرح جدا ہو جانا جیسے موت کیساتھ جدا ہوتے ہیں ضروریات انسانی
پر اکتفا کرکے کہانے اور کپڑے وغیرہ کی فضول خرچی کو چھوڑ دینا پانچواں طریقہ عزلت ہے
یعنے لوگوں سے باختیار خود بغیر کسی قسم کی مجبوری کے علحدہ ہو جانا اسطرح کہ گویا مرکر جدا ہو گیا
ہے اور مرشد جو اسکو تربیت کرنے اور خدا سے ملانیوالا ہی اسکے آگے اسطرح بے اختیار ہو جانا
جسطرح میت نہلانے والیکے اختیار میں ہوتا ہی نہلانے والا جسطرح چاہی اسکو الٹ پلٹ کرے
اسیطرح مرشد بھی مرید کو ولایت کے پانی سے نہلا کر خدا سے بیگانگی کی ناپاکی اور حدوث کے
میل کچیل سے پاک کردیتا ہی ۔ عزلت کا اصل اصول یہ ہی کہ خلوت میں بیٹھکر اپنے حواس دنیاوی
باتوں سے بند کرے کیونکہ روح کو تمام آفت حواس ہی کے ذریعہ سے پہونچتی ہے اور نفس قوی
ہو کر روح کو اسفل السافلین میں دھکیل دیتا ہی اور اسپر غالب ہو جاتا ہے ۔ جب حواس
کو بند کیا گیا تو گویا نفس محاصرہ میں آگیا شیطانی مدد اسکو نہیں پہونچ سکتی نہ شہوت وخواہش
اسکی اعانت کرتی ہے جیسے کہ طبیب پہلے مریض کو نقصان کرنے والی چیزوں سے
پرہیز بتاتا ہی کہ مادہ فاسدہ کو امداد نہ پہونچے کسیکا قول ہی کہ پرہیز تمام دواؤں کا سردار ہے
پھر طبیب مریض کو مسہل دیتا ہے تاکہ تمام مادہ فاسدہ نکل جائے اور قوت طبعی قوی ہو کر

مرض کو دور کردے اور صحت حاصل ہو۔روحانی مریض جب حواس کو بند کرکے ذکر خدا میں مشغول ہوگا تو قرب آلٰہی کی صحت حاصل ہوگی چھٹا طریقہ ذکر کی ملازمت ہے یعنے خدا کا یاد کرتے رہنا اور باقی سب کو بھول جانا خدا فرماتا ہے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ یعنے اپنے رب کو یاد کر جب اسکے سوا سب کو بھول جائے۔ جیسے کہ موت کیساتھ سب سے تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ ذکر کو ہم نے مسہل کیساتھ اس سبب سے تشبیہ دی ہے کہ یہ ایک معجون مرکب ہے نفی و اثبات سے یعنے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ میں لَا اِلٰہ نفی اور اِلَّا اللّٰہ اثبات ہے نفی کیساتھ تو یہ اس مادہ فاسدہ کو زائل کرتا ہے جو امراض قلبی کا باعث ہے اور جو روح کو مقید کرکے نفس کو قوی کرتا ہے یعنے تمام اخلاق ذمیمہ اور خواہشات نفسانیہ اور تعلقات دینی و دنیاوی وغیرہ۔ اور اِلَّا اللّٰہ کا اثبات دل میں ہر ایک برائی سے صحت و سلامتی پیدا کرکے تمام ظلمانی صفات دور کرتا اور اسکو منور بنادیتا ہے اور روح حق کے مشاہدہ اور اسکی ذاتی و صفاتی تجلیوں سے روشن ہو جاتی ہے فرماتا ہے وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا یعنے روشن ہوگئی زمین اپنے رب کے نور سے چنانچہ اس آیت میں اسکی طرف اشارہ ہے فرماتا ہے جس دن کہ زمین و آسمان دوسرے آسمان و زمین سے بدلے جائینگے اور سب لوگ خدا واحد قہار کے سامنے آجائینگے۔ اور یہ ارشاد فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ کے مطابق ذاکر مذکور سے بدل جاتا ہے ذاکر ذکر میں فنا ہوکر مذکور باقی رہتا اور ذاکر کا خلیفہ ہوتا ہے جب تم ذاکر کو طلب کرو تو مذکور کو پاؤگے اور جب مذکور کو طلب کرو تو ذاکر کو پاؤگے جب تم نے اسکو دیکھا تو گویا مجھکو دیکھا اور جب مجھکو دیکھا تو گویا اسکو دیکھا۔ ساتواں طریقہ یہ ہے کہ تن من سے خدا کی طرف متوجہ ہو جائے اور غیر خدا کیطرف مشغول کرنیوالی ہر ایک بات سے علیحدگی اختیار کرے جیسا کہ موت کیساتھ ہوتا ہے یہانتک کہ بجز خدا کے اسکا کوئی مقصد ہو نہ مقصود نہ طلب ہو نہ مطلوب نہ محبوب اگر تمام موجودات اور انبیاء مرسلین کے مقامات اسکے سامنے پیش کئے جائیں تو یہ انکی طرف مڑکر بھی نہ دیکھے اور خدا سے ایک لحظہ غافل نہ رہے حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کا دوست ہزار سال یاد خدا میں رہے پھر ایک لحظہ غافل ہو جائے تو ہزار سال کے فائدہ سے ایک لحظہ کا نقصان زیادہ ہے آٹھواں طریقہ ریاضت و مجاہدہ کیساتھ

نفسانی لذتوں کو چھوڑنا جیسے کہ موت سے چھٹ جاتی ہیں اور تمام خواہشوں کو سرد کرکے اسپر ثابت قدم اور قائم رہنا تاکہ قلب میں صفائی اور روح میں روشنی پیدا ہو خداوند تعالیٰ ایسی ہی لوگوں کی شان فرماتا ہی وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا نواں طریقہ مراقبہ ہی یعنے اپنی قوت و طاقت کے دائرہ سے نکل کر خداوند تعالیٰ کی بخشش و عنایت کا منتظر ہو جانا اور اپنے تمام اوصاف و احوال سے بیزار ہوکر اسکی ملاقات کا مشتاق اور اسکے خیال میں مستغرق رہنا۔ جان و دل اسی کی طرف بیقرار رہیں اُسی سے مدد مانگے اور اسی سے فریاد کرے یہانتک کہ خدا اسپر اپنی رحمت کا دروازہ کشادہ فرمائے جسکو کوئی بند نہیں کر سکتا اور عذاب کا دروازہ بند کردے جسکا کوئی کھولنے والا نہیں ہے اور اپنی رحمت سے اسکے نفس پر ایسا نور چمکائے کہ ایک لحظہ میں اسکی آثار بشریت و شرارت دور ہو جائے جو تیس سال کی ریاضت و مجاہدہ سے نہیں جا سکتے ہیں جسکی شان میں خدا فرماتا ہے کہ نفس بُرائی کا حکم کرتا ہی مگر جس پر میرا رب رحم کرے ایسے لوگوں کی برائیاں خدا نیکیوں سے بدل دیتا ہی بلکہ اسکی مہربانی سے ابرار کی نیکیاں مقربوں کے نزدیک برائیاں ہیں جیسا خداوند تعالیٰ فرماتا ہی جن لوگوں نے نیکی کی ہے اُن کے واسطے نیکی اور زیادہ ہی یہ زیادتی ہی خدا کی مہربانی ہی اور یہی اُسکا فضل ہی جسکو وہ چاہتا ہی دیتا ہی دسواں طریقہ رضا ہی یعنے اپنے نفس کی رضامندی و خوشنودی سے جدا ہو کر خدا کی رضامندی اور خوشنودی میں داخل ہونا اور اُسکی تقدیر پر راضی ہو جانا اور کچھ چون و چرا نکرنا جیسے کہ مرنے کیساتھ ہوتا ہی۔ ایک بزرگ کا قول ہی کہ میں نے اپنے تمام کام اپنے محبوب کو سونپ دیے ہیں چاہے وہ مجھکو زندہ رکھے اور چاہے مار دے۔ جو شخص اپنے اوصاف ظلمانی سے موت ارادی اختیار کرے خدا تعالیٰ اُسکو اپنی عنایت کے نور سے زندہ کرتا ہی چنانچہ اُس کا فرمان ہی کہ جو شخص مردہ تھا پھر ہمنے اسکو زندہ کیا اور اسکو روشنی عنایت کی جسکے ساتھ وہ لوگوں میں راستہ چلنے لگا کیا وہ اُس شخص کی مثل ہی جو اندھیروں میں پڑا ہوا ہی اور اُن سے نکل نہیں سکتا یعنے جس شخص نے اپنے اوصاف ظلمانی سے موت یعنے فنائی اختیار کی ہم اسکو اپنے انوار جمال سے ایک ایسا نورِ فراست عنایت کرتے ہیں جسکے ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہی اور اُنکے حالات کو دیکھتا بھالتا ہے کیا یہ شخص اُس شخص جیسا ہے جو ظلمتوں میں پڑا ہوا ہے اسکے واسطے نور ایمان کا پھول کھلتا ہی نہ ولایت و نبوت کا پھل لگتا ہے

للہ الحمد کہ بتاریخ ۱۵ ماہ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۲ھ اِن رسائل کے ترجمہ سے فراغت ہوئی ہے!

سید حسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہ۔ صوبہ دہلی

ڈاکخانہ عرب سرائے

صورۃ طبع اور شکریہ

یہ کتاب کئی سال سے ترجمہ کی ہوئی رکھی تھی مگر کاغذ کی گرانی اور سرمایہ نہونیکے سبب شایع نکیجاسکی آخر شایقین کی متواتر فرمائشوں سے مجبور ہوکر توکل بخدا کام شروع کیا حسنِ اتفاق سے میرے قدیمی عنایت فرما علم دوست اور قدردانِ علما جناب سیٹھ بدرالدین عبداللہ کور صاحب وکیل و سکرٹری خلافت کمیٹی بمبئی تشریف لائے اثنائے گفتگو میں اس کتاب کا ذکر آگیا آپنے بڑی خوشی سے اعانت کا وعدہ کیا اور بمبئی پہونچتے ہی مبلغ سو روپیہ کی یکمشت رقم ارسال فرمادی اور صرف چالیس جلد کتاب لینا پسند کیں سیٹھ صاحب کی اس ہمت افزائی و قدردانی کا دلی شکریہ ادا کرکے دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالی ہر ایک نیک کام کو آپ پر آسان کرے اور آپکا معین و مددگار رہے اور دیگر کتابوں کی اشاعت میں بھی امداد کرنیکی توفیق دے آمین نیز معدن جود و احسان جناب قاضی سید احمد صاحب رئیس شہر گیا نے پندرہ جلد کی خریداری سے اعانت کی سبوٹہ خاں صاحب ٹھیکیدار میوہ جات دہلی نے دس روپیہ نقد سے اور حاجی شیخ وحیدالدین صاحب رئیس میرٹھ نے پانچ روپیہ امداد کی اور منبع عطا و سخا جناب نواب محمد عبدالواجد علیخاں صاحب سابق ممبر کونسل جیپور نے چار چار جلد کی پیشگی خریداری سے اعانت کی خداوند کریم ان حضرات کی سعی مشکور فرمائے اور دیگر حضرات کو بھی اس اشاعت علم دینیہ کے نیک کام میں اعانت کرنیکی توفیق دے تاکہ اس کتاب کی تیاری میں جو روپیہ قرض لیکر خرچ کیا گیا ہے وہ ادا کیا جائے اور دیگر نایاب قابل قدر کتابوں کو جو زیر طبع پڑی ہوئی ہیں۔ اور سرمایہ نہونے کے سبب تیار نہو سکیں اُن کو تیار کرکے ہدیہ ناظرین کیا جائے۔

حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شاہ عبدالصمد صاحب۔ سجادہ نشین حضرت شیخ نظام الدین اورنگ آبادی و حضرت محب النبی مولانا محمد فخرالدین قدس سرہ اور شفاء الملک جناب حکیم ناصرالدین احمد صاحب کا بھی شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ اِن حضرات نے اِس کتاب کی اشاعت میں کافی حصہ لینے کا وعدہ فرمایا ہے

دعاگو و شکر کنندہ

سید حسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی

قدس سرہٗ۔ دہلی۔

مجموعۂ رسائل (اردو)

مصنفہ ماہر اسرار شریعت و طریقت بحر ناپیدا کنار حقیقت حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد چشتی احمد آبادی قدس اللہ سرہٗ
کتاب کیا ہے شائقین علم تصوف کی جان ہے۔ طالبانِ خدا کے دین و ایمان کا بیان ہے۔ حق کا راستہ تلاش کرنے
والے ادہر آئیں اور اس کتاب کو اپنا رہنما بنائیں یہ کتاب مرشد کامل کا کام دیتی اور مقصود تک پہونچاتی ہے ملاحظہ
کرنے کے بعد اگر غیر مفید ثابت ہو تو واپس کر دیجئے۔ اسکے رسائل کی فہرست حسب تفصیل ذیل ہے۔

(۱) مجالس حسینیہ اس رسالہ میں حضرت شیخ محمد چشتی نے اپنے والد و مرشد حضرت شیخ حسن محمد چشتی کے ملفوظات اور اپنے
خاندان کے حالات اور خاص خاص اذکار و مراقبات کا بیان کیا ہے۔ تمام امراض جسمانی کو دور کر کے قلب کو منور
بنانے کیواسطے مجرب نسخے۔ (۲) ادوارِ دل جسمیں ہر ایک شخص کے واسطے چاہے وہ کوئی کام اور پیشہ کرتا ہو ذکر الٰہی کی تدبیر
بیان کی گئی ہے نہایت عجیب رسالہ ہے۔ (۳) رفیق الطلاب سلوک الٰہی اور طریق تقویٰ کے بیان میں اس رسالہ پر عمل کرنے سے
موت ارادی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ (۴) رسالۂ طلب مولیٰ۔ (۵) فوائد الاصول ان شرائط کی تفصیل و تشریح میں
جو حضرت مخدوم نصیر الدین چراغ دہلی قدس سرہٗ نے خدا تک پہونچنے اور کمال ولایت حاصل کرنیکے واسطے مقرر فرمائی ہیں
(۶) تحفۃ السلوک مجاہدہ و ریاضت وغیرہ کی تعلیم میں (۷) رسالہ نیت کے بیان میں۔ (۸) ایمان کے معنے و مطلب کا بیان
(۹) تلاوتِ قرآن کے آداب اور ذکر کشف معانی قرآن۔ (۱۰) کعبۂ دل کا بیان اور طواف کا مطلب (۱۱) معرفت
الٰہی کا قایہ بیان۔ (۱۲) رسالۃ الباہات صفاتِ خداوندی اور انکی کیساتھ متصف ہونے کے بیان میں (۱۳) سفر و اقامت کے
بیان میں۔ (۱۴) الباس باللباس تقویٰ کے بیان میں (۱۵) خلوت کے قواعد میں (۱۶) کسبِ حلال کی فضیلت میں
(۱۷) طلب حلال کے فضائل (۱۸) معاملہ میں نرمی کا بیان (۱۹) کسر نفسی اور اپنے آپ کو محتاج سمجھنے میں (۲۰) دنیا
اور آخرت کے متعلق ھدایات (۲۱) صبر کی فضیلت میں (۲۲) نفس کشی اور جہاد اکبر کا بیان (۲۳) جہاد اصغر
کے متعلق ھدایات (۲۴) راحۃ المریدین یعنے مریدان و طالبان کے واسطے ایسی ھدایات جن سے وہ بہت
جلد کامیاب ہوں (۲۵) رسالہ اذکار و مراقبات جسمیں اول لا الٰہ الا اللّٰہ کے حقائق و معارف کی تفسیر بیان
کر کے ذکر خفی و جلی کے طریقے اور تمام مراقبات و تجلیات وغیرہ کی تفصیل ذکر کی ہے (۲۶) نہایۃ الرجوع
الی البدایۃ کی تفصیل (۲۷) نکات الاخوان اصطلاحات صوفیہ کے بیان میں (۲۸) توحید عام و خاص و خاص
الخاص کے بیان میں (۲۹) الحیرۃ فی ذات اللّٰہ ذات و صفات خداوندی کا بیان۔ (۳۰) شرح قصۂ عورت گلفروش
دنیا کے مکر و فریب کا بیان (۳۱) شرح قصۂ مسافران سفر الٰہی کی عجیب و غریب کیفیت (۳۲) شرح قصۂ چہار برادران
ایجاد انسانی کے متعلق ایک عجیب مضمون (۳۳) دریائے شہادت (۳۴) عشق الٰہی کے اسرار و نکات (۳۵) پنہ
افادہ معرفت الٰہی میں (۳۶) البراھین العشاق بڑا پر لطف رسالہ ہے (۳۷) لذات المتقی +
عشق الٰہی کی لذتوں کا بیان (۳۸) ہدایات المشیخت مشائخین وقت کے واسطے ضروری
ھدایات (۳۹) روح و نفس اور قلب کا بیان اور ظلمت جسمانی سے اسکے پاک کرنے کی تدبیر
(۴۰) علم کی فضیلت اور اسکی اقسام کا بیان۔ یہ کتاب دو حصوں میں طبع کی گئی ہے

قیمت ہر دو حصہ دو روپیہ چار آنے۔

خاتمہ تصوف

مسائل طریقت کا فتاوےٰ۔ سلوک و معرفت الٰہی کا رہنما اور اس تمام تعلیم کا مجموعہ جسکی سچا صوفی بننے اور اولیاء اللہ میں شامل ہونے کے واسطے ضرورت ہے۔ جو باتیں کہ سالہا سال مرشد کامل کی خدمت کرنے سے حاصل ہوتی ہیں اور جو آداب و طریقے بزرگان دین کے ہاں مروج ہیں وہ سب اس کتاب میں تحریر کئے گئے ہیں غرضکہ ابتدا سے انتہا تک تعلیم تصوف کا بیان ہے اور اسکے آخر میں رسالہ اذکار و مراقبات بھی شامل کیا گیا ہے تصنیف حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو دراز حسینی قدس سرہٗ قیمت عصہ۔

سیرت نظامی

یعنے حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیا قدس اللہ سرہٗ کی ابتدا سے انتہا تک نہایت مکمل و مفصل اور معتبر سوانح عمری جس میں آپ کے والدین اور آپ کی پیدائش۔ تعلیم۔ ارادت۔ فقر و مجاہدہ۔ فتوحات اور سخاوت و ایثار۔ لنگر خانہ۔ بندگان خدا پر شفقت و عنایت ارشاد و تلقین۔ اسرار و نکات۔ اوراد و ادعیات وغیرہ کا مفصل بیان ہے نیز آپ کے اکابرین خلفاء اور تمام خواجگان چشت اور آپ کے ہم عہد سلاطین شاہان دہلی کے حالات بھی شامل کئے گئے ہیں اور عمارت آستانہ شریف کا بھی مفصل حال ہے۔ اب یہ کتاب بار دویم شائع کی گئی ہے قیمت عہ
سید یٰسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ

دار الکتب الصوفیہ نظامیہ

یہ کتبخانہ خاص اس غرض سے قائم کیا گیا ہے کہ علوم قدیمہ کی حفاظت کیجائے بزرگان
اسلام کی بیش بہا اور نایاب کتابوں کا ترجمہ کرکے شائع کیا جائے تاکہ ہر شخص اُن کے
فیوض و برکات سے مستفیض ہو کر دارین کی سعادت حاصل کرے اور لوگوں میں
اُس سچے اور حقیقی علم و عمل تصوف کا شوق پیدا ہو جو آجکل عنقا کی طرح ناپید ہو گیا ہے
الحمد للہ کہ اس کتبخانہ کی پہلی کوشش نایاب کتابوں کے فراہم کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اور جن کتابوں کا
ترجمہ بھی کیا جا چکا ہے وہ بتفصیل ذیل ہیں۔ تحفہ نظامی حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی
کا مبارک ملفوظ جوامع الکلم حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودراز کا عظیم الشان ملفوظ
علم روحانیت کے متعلق جزئی و کلی معلومات حاصل کرنیکا بہترین ذریعہ ہے مجموعہ عملیات و مسائل حضرت
شیخ محمد چشتی احمد آبادی عجیب و نفیس کتاب ہے مجموعہ عجیب حکیم الاسلام یعنی حکیم ابو معشر بلخی کی مجربات
مجربات تمام جلد کی مسمیٰ بہ المفتاح الاکبر المصباح الانوار و مجربات حضرت آصف بن برخیا و دیگر حکماء کی
مجربات کا مجموعہ ہے قیمت عہ سواء السبیل و تسلیم از حضرت شیخ کلیم اللہ جہان آبادی قدس سرہ
کتاب الاسماء و الصفات از امام بیہقی تمام اسماء الٰہی و آیات متشابہات کے متعلق احادیث
و تفاسیر کے بیان میں بے نظیر کتاب ہے یہ تمام کتابیں اشاعت کیواسطے تیار رکھی ہیں شائقین
کے توجہ فرمانے کی ضرورت ہے

سید حسین علی نظامی خواہرزادہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہ

دار الکتب صوفیہ نظامیہ آستانہ شریف حضرت [illegible] دہلی

